نقوشِ زنداں

شیخ غلام محمد اینڈ سنز تاجران کتب
قرآن منزل نیمہ بازار امیراکدل سری نگر کشمیر

(بجملہ حقوق بحق مرتبہ محفوظ)

U6
س 028
~~U~~
~~۸۹۱.۴۳۹~~
س ۲۸ ~~ق~~
ALLAMA IQBAL LIBRARY
23750
KASHMIR UNIVERSITY
LIBRARY
23750
17-12-58
SRINAGAR

پہلی بار
جون ۱۹۵۱ء
قیمت تین روپے بارہ آنے
نعمانی پریس دہلی

سجاد ظہیر کی روپوشی کے نام —

رضیہ سجّاد ظہیر

پیش لفظ

رسمِ ازدواج کی بڑی بڑی خرابیوں میں سے ایک عبرتناک خرابی یہ ہے کہ اِس رسم کے وجود میں آتے ہی عورت (زوجہ) کا حُسن عدم کی جانب گامزن ہونے لگتا ہے۔

شادی کے زیرِ سایہ رومان کی سُہانی چاندنی تدبیرِ منزل کی کڑی دُھوپ میں تبدیل ہو کر رہ جاتی ہے۔ عورت کو حریم ناز سے خارج اور باورچی خانہ میں داخل ہونا پڑتا ہے۔ حنا و بلور کو نان و تنور کی شکل اختیار کرنا پڑتی ہے۔

اس ادارۂ عقد کے زیرِ اثر مرد (شوہر) کا عورت (زوجہ) کے متعلق احساسِ ملکیت عورت کی رعنائی و برنائی کو بے سواد اور کششِ باختہ اشیائے حاصل شدہ کے زُمرے میں لے آتا ہے۔

لیکن ہر کلیے میں ایک استثناء پایا جاتا ہے۔ چنانچہ سجاد ظہیر اس کُلیے کا ایک نمایاں استثناء ہیں۔

شادی کے باوجود ان کے دل میں اپنی بیوی کی محبت شگفتگی و تازگی کے ساتھ، موج زن ہے، جیسا کہ خطوں کے اس مجموعے سے ظاہر ہوتا ہے جو آپ کے پیش نظر ہے۔

ان خطوں میں وہ سب کچھ ہے جو عاشق و معشوق کے خطوں میں ہوا کرتا ہے ان میں وہ حرارت، وہ ہلچل، وہ ہمہمہ اور وہ حیات پائی جاتی ہے جو ازدواج کے

مرطوب صحن میں نہیں، معاشقے کے مہکتے سبزہ زاروں میں پائی جاتی ہے۔

میں کہتا ہوں اگر ان بزرگوار کی شادی نہ ہوئی ہوتی تو اپنے خطوں میں نہ جانے کیا قیامت برپا کردیتے، روشنائی سے نہیں، بلکہ قلم کو خونِ دل میں ڈبو کر خامہ فرسائی کرتے۔

مجھے اس جوڑے سے بہت محبّت ہے، صورتوں اور سیرتوں دونوں کے لحاظ سے۔ یہ دونوں میاں بیوی بلا کے طبّاع، طرّار اور بڑی لوک پلک کے ادیب ہیں اور پھر ان میں وہ محبت و خلوص کی خوشبو ہے جو اب ایک جنسِ نایاب ہو چکی ہے۔

سجاد ظہیر میں علم و ادب اور فطانت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی معصومیت پائی جاتی ہے کہ اُن پر بے ساختہ پیار آتا ہے، اور بیگم میں خلوص و محبت کے ساتھ ساتھ بعض اوقات ایک ایسا تیکھا پن پایا جاتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے بے ساختہ غصّہ آجاتا ہے۔ اور جب ان دونوں کو ملا کر دیکھتا ہوں تو دل کو ایک ایسی شیرینی محسوس ہوتی ہے جو کسی سُریلی بانسری کے زیر و بم سے پیدا ہوتی ہے۔

سجاد ظہیر کو پیار سے "بنّے" کہتے ہیں، ان خطوں میں "بنّے" اپنی تشدید کو چھوڑ کر بنے کی حیثیت سے اپنی بنی سے باتیں کرتے نظر آرہے ہیں۔ ہر چند یہ خلوت کا راز و نیاز ہے، مگر آئیے ہم آپ بھی سُن لیں اور چپکے چپکے لطف اندوز ہوں۔

جوشؔ ملیح آبادی

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۶ر مارچ سنہ ۱۹۴۰ء

جان سے زیادہ عزیز رضیہ۔ میرا خیال تھا کہ تم دوسرے دن صبح کو بھی آؤ گی، اور یہاں اطلاع بھی ملی کہ آنے والی ہو۔ لیکن جب بارہ بج گئے تو بالکل مایوسی ہو گئی۔ کیونکہ میں سمجھ گیا کہ اب تو تم الہ آباد کے لئے روانہ بھی ہو گئی ہو گی۔ خیر۔

خط لکھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھوں۔ کیونکہ اب جبکہ تنہائی ہے بس تمہارا ہی خیال ہر دم آتا ہے۔ یہ چھوٹی سی کوٹھری جس میں اس وقت بند ہوں (شام کے سات بجے ہیں اور ہم لوگ ساڑھے پانچ بجے سے مقفل ہو جاتے ہیں) بالکل خیالی معلوم ہوتی ہے۔ یقین نہیں ہوتا کہ اس میں بند ہوں، اور اس وجہ سے تم تک پہنچ نہیں سکتا۔ بس ایک احساس ہے، ایک اصلیت ہے اور ایک حقیقت۔ اور وہ یہ کہ ایک دوسرے سے جُدا ہیں، دور ہیں۔ مجبور ہیں، اور پاس نہیں ہو سکتے۔ اس وقت بڑی خوش گوار ہوا چل رہی ہے اور میں گردن کھڑکی کی طرف موڑتا ہوں تو آسمان پر وہ ستارہ چمکتا نظر آتا ہے جو میں نے ایک دفعہ تمہیں الہ آباد میں جمنا کے کنارے پر دکھایا

تھا۔ یاد ہے؟ غالباً زہرہ ـــــ خوب چمکتا ہوا (یا خوب چمکتی ہوئی) ابھی تھوڑی دیر میں چاندنی بھی یہاں سے دکھائی دینے لگے گی مگر چاند دکھائی نہ دے گا! اچھا ہی ہے۔ اس سے اور کوفت ہوتی ہے۔ اور اکیلے پن کا احساس اور تیز ہوتا ہے۔ تمھاری یاد، تمھاری صورت، تمھاری ہنسی کی آواز، تمھاری سب باتیں، ایک ایک چیز، ہمارے کمرے، وہ صبحیں، وہ شام اور راتیں، یہ سب اتنی صاف دل و دماغ پر اپنی پرچھائیں ڈال رہی ہیں کہ میں دنیا کا نہیں بلکہ عالم خیال کا باشندہ بن گیا ہوں۔ ان سب کے ساتھ ایک ایسا شدید روحانی درد ہے جیسے کوئی دل کے نازک ترین احساسات کو بیدردی سے مسل دے۔ اس درد کا کوئی علاج سمجھ میں نہ آئے اور درد بڑھتا ہی چلا جائے۔

آج مجھے قید ہوئے پانچواں دن ہے۔ ایک عجیب بات جو یہاں رہ کر معلوم ہوئی ہے وہ یہ کہ مشاہدہ اور احساس کی قوت میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے سب کو ہوتا ہے یا نہیں، مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں یہ تبدیلی ضرور ہوئی ہے۔ اس کوٹھری کے باہر کا اندھیرا اور اس کا اندھیرا پن، چند بابیلوں کا اِدھر اُدھر چکر کاٹنا، دوپہر میں ایک فاختہ کی آواز، جیل کے باہر سے آس پاس کے دیہات کے گانے والا ہولی کے گانوں اور ڈھول کا شور، میرے ساتھی قیدیوں کی چھوٹی چھوٹی باتیں، کسی کی ہنسی، کسی کے چہرے کی شکن، وغیرہ۔ شاید اکیلے ہونے کی وجہ سے ایسا ہو لیکن یہ حالت ضرورت سے زیادہ ہو تو کتنی الجھن ہوتی ہے۔ یا شاید الجھن اس وجہ سے ہوتی ہے کہ یہاں کی دنیا اتنی چھوٹی ہے اور دل و دماغ کی دنیا بہت وسیع ـــــ ہر دم ایک روحانی تضاد، کش مکش کا عالم طاری رہتا ہے۔ مگر یہ سب پڑھ کر تو تم خواہ مخواہ پریشان ہوگی، لیکن ہونا مت، کیونکہ شاید یہ "نوگرفتار" ہونے کی وجہ سے ہے۔ ابھی تو بس کتابیں پڑھتا ہوں جب

کچھ لکھنا شروع کروں گا تو دل بہل جائے گا۔ یہاں کوئی علمی مضمون یا کتاب لکھنا تو مشکل ہوگا ایک ناول شروع کرنے کی فکر ہے۔ بہت سے پلاٹ خیال میں آرہے ہیں مگر طبیعت ابھی کسی پر جمی نہیں۔

اب میرا پروگرام سنو۔ صبح کو ساڑھے چھ بجے سے پہلے اُٹھ جاتا ہوں۔ تھوڑی سی ورزش کے بعد دس منٹ باغیچہ میں گھومتا ہوں۔ پھر چائے اور اخبار۔ ساڑھے آٹھ بجے تک نہا دھو کر تیار۔ نو ساڑھے نو بجے تک پھر یا اخبار یا کسی اور کتاب کی پڑھائی۔ اس بیچ میں اگر کوئی آیا اور اجازت ملی تو جیل کے دروازے پر گیا۔ پھر ساڑھے بارہ اور ایک کے درمیان جو گھر سے کھانا آتا ہے وہ کھایا۔ کھانے کے بعد اِدھر اُدھر ٹہلا پھر پلنگ پر لیٹ کے کوئی اچھی سی سہل سی کتاب پڑھی، ہندی کا سبق لیا اور اونگھا یا سویا۔ اتنے میں ساڑھے تین بج جاتے ہیں۔ پونے چار سے بیڈمنٹن کھیلنا شروع کیا۔ ایک گھنٹہ کھیلنے کے بعد چائے پی ——— اب اس کے ذرا دیر بعد ہی ساڑھے پانچ اور جیل پر ایک وحشت اور خاموشی چھائی، سب اپنی اپنی بارک یا کوٹھری میں بند: ساڑھے پانچ سے چھ تک پھر کچھ پڑھتا ہوں۔ اس کے بعد آدھ گھنٹے سے ایک گھنٹے کا وقت بڑی مشکل سے کٹتا ہے۔ نہ روشنی نہ اندھیرا، کچھ بے ساختہ باہر نکلنے اور ٹہلنے کو دل چاہتا ہے، لیکن یہاں ساڑھے سات قدم سے زیادہ چہل قدمی بھی نہیں کرسکتے۔

سات بجے تک اندھیرا اچھی طرح ہو جاتا ہے، اور پھر سے پڑھائی شروع کرتا ہوں، اسی وقت ہی تمھیں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ آٹھ بجے کھانا (جو دن ہی کو آجاتا ہے) نکال کر میز پر سج دیتا ہوں اور اکیلے میں جیسے بھی کھاتے بنتا ہے، کھاتا ہوں، نو سے دس تک پھر پڑھائی، ساڑھے دس تک بستر پر چلا جاتا ہوں۔ زیادہ جب

بھی نیند آئے!

اب میرا حال تو سُن لیا، بابا سے مقدمہ وغیرہ کے بارے میں تفصیل معلوم ہو ہی گئی ہوگی، اس لئے وہ سب کچھ نہیں لکھتا، تم یہ بتاؤ کہ خط کیوں نہیں بھیجا۔ ہفتہ میں ایک خط کی فی الحال اجازت ہی۔ تم مہربانی سے اپنی خیریت بالتفصیل برابر لکھتی رہو۔ میں بھی ایک خط ہفتہ وار لکھتا رہوں گا۔

تمھارا امتحان تو اب بالکل سر پر ہی کھڑا ہی۔ امید ہے کہ تمھاری صحت اب اچھی رہے گی، اور تمام پریشانیوں کے ہوتے ہوئے بھی تم امتحان اچھی طرح ختم کر لو گی۔ زیدی اگر آئے ہوں تو میری طرف سے آداب و تسلیمات کہنا اور اجمیر میں بھی سب کو درجہ بدرجہ سلام دعا۔ خاص طور پر ڈکلی کو۔ برائے مہربانی میری کتابوں کی الماریوں کی خوب اچھی طرح صفائی کروا دینا، اور بازار سے نفتھلین منگوا کر جبار سے کہنا کہ اُن میں ڈال دے اور میرے گرم کپڑے جو ٹنگے ہوئے تھے اُن میں بھی گولیاں ڈلوا کر رکھ دئے جائیں۔

تمھاری کتاب (LIVING CHINA) میں نے چمہان کو عاریت دی دی تھی، وہ اُن سے ضرور منگوا لینا، ورنہ کھو جائے گی۔

تمھیں بابا میرے بارے میں اور باتیں بتائیں گے۔ ۲۷ مارچ کو میری پیشی مجسٹریٹ کے سامنے ہوگی۔ اُس دن معلوم ہوگا کہ میرے اوپر کوئی مقدمہ چلے گا یا صرف نظربندی ہوگی، یا کیا ہوگا۔ اُس وقت تو غالباً لکھنؤ ہی میں رکھا جاؤں، تم اپنے امتحان کے ایک دو روز بعد یہاں آ جاؤ، اور پھر اجمیر چلی جانا۔ میری تو یہی رائے ہے لیکن ڈیڈی اور بابا سے مشورہ ضروری ہے۔ اس وقت تک میرے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ DEFINITE بات ضرور معلوم ہو جائے گی۔

اچھا میری جان بہت سا پیار ، اور رخصت ۔
میری سب تمنائیں ، یادیں اور آرزوئیں تمھارے لئے ہیں ۔

تمھارا
بنّے

تمام پرسانِ حال کو سلام ، احمدی بوا اچھی ہیں؟
بنّے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۲۳ مارچ سنہ ۱۹۴۲ء

میری زندگی کی بہار! تمہاری شکایتیں سر آنکھوں پر۔ میں نے کب کہا کہ میں تمہارے لائق ہوں۔ آج تمہارا دوسرا خط ملا۔ جو شاید تم نے ۱۸ مارچ کو لکھا ہو۔ کیونکہ تم نے تاریخ لکھی نہیں ہے۔ لکھنؤ کی مہر ۱۹ مارچ کی تھی، اور آج مجھے وہ خط دیا گیا۔ اس سے پہلے تمہارا ایک خط ۱۰ کو مجھے اور ملا تھا۔ اسی دن صبح کو میں ایک خط تمھیں بھیج چکا تھا۔ تعجب ہے کہ تمہارے دوسرا خط لکھنے کے وقت تک نہ ملا۔ بات یہ ہے کہ ایک تو جیل کی سنسرشپ! اس کے بعد ڈاک خانہ والوں کی۔ خطوں میں دیر ہو ہی جاتی ہے۔ لیکن میں تمھیں ہر ہفتہ سنیچر کی شام کو لکھا کروں گا۔ جو تمھیں دوشنبہ کو مل جانا چاہیئے۔ تم اسی دن یا دوسرے دن جواب بھیج دیا کرو۔

مجھے اس جیل میں اگر کوئی کوفت، تکلیف اور پریشانی ہے تو اسی بات کی کہ میں تمہارے لیے کتنی پریشانیوں کی وجہ بن گیا ہوں۔

ایسی حالت میں اور ایسے وقت میں جب کہ تمہارے جسم کو آرام، دل کو مسرت

اور دماغ کو سکون کی ضرورت ہمیشہ سے زیادہ ہے تمھارا پہلا خط تو اتنا پریشان کن تھا کہ مجھے بہت ہی تشویش بڑھ گئی۔ لیکن میری جان! انسان کا امتحان تو مشکل وقت میں ہی ہوتا ہے۔ یہ مت بھولنا کہ تمھیں اپنی جسمانی اور دماغی صحت کا خیال صرف اپنے اور میرے لیے ہی نہیں بلکہ اس چھوٹی سی جان کے لئے بھی رکھنا ہے جس کی تم حامل اور ضامن ہو۔ مجھے اگر یہ معلوم ہو۔ کہ تمھاری صحت اچھی ہے اور تم اس تکلیف دہ جدائی کے باوجود بھی اپنی نارمل زندگی بسر کرتی ہو، پڑھتی لکھتی ہو، ہنستی بولتی ہو، ٹہلتی ہو، سینما جاتی ہو، لوگوں سے ملتی جلتی ہو وغیرہ تو اس اسیری کا بوجھ بہت ہلکا ہو جائے گا۔ اور یہاں کی یہ خالی دیواریں اکیلاپن، بےکاری، کم تکلیف دہ ہوں گے۔

میرے کھانے کے لیے تم فکر مند نہ ہو۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے پھل، مکھن، پاؤ روٹی، انڈے، پنیر وغیرہ تو ہمیشہ ہی موجود رہتے ہیں۔ کھانا اگر کبھی ناموزوں ہوا تو ان چیزوں سے پورا ہو جاتا ہے۔ میری صحت فی الجملہ اچھی ہے۔ بیڈمنٹن ڈیڑھ دو گھنٹے کھیلتا ہوں۔ صبح کو ورزش کرتا ہوں، گھنٹے آدھ گھنٹے ٹہلتا بھی ہوں!

باورچی کے لئے میں نے بولو سے بہ تاکید کہہ دیا ہے کہ اس کے یہاں بلانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم بابل سے بھی کہہ دینا کہ وہ یہاں نہ بھیجا جائے، اور جب تک تم الہ آباد رہو وہ وہیں رہے۔

میں الہ آباد منتقل ہونے کے بارے میں تمھیں لکھ چکا ہوں۔ بہر حال ۲۷ مارچ تک تو کوئی سوال نہیں اٹھتا۔ اس لئے کہ اس دن میری پیشی ہے۔ کیا ہوگا یہ معلوم نہیں اس لئے کہ کوئی مقدمہ تو ہے نہیں۔ غالباً کوئی سرکاری حکم دے دیا جائے گا۔ ۲۷ کے بعد کیا صورت حال ہو معلوم نہیں۔ لیکن تم امتحان کے بعد اکیلی کیسے رہوگی۔ میری رائے

میں تو جمیر چلا جانا چاہیے۔ کیونکہ دزیر منزل میں تم کو تکلیف ہوگی۔ تمہارا (۸/۶/۷) کب ختم ہوگا۔

میں نے تمہارے لئے "دیوان حسرت" خریدا تھا۔ وہ اس کمرے میں میز پر رکھا تھا جس میں میں لکھنؤ میں ٹھہرا تھا۔ معلوم نہیں تمہیں ملا یا نہیں۔ عطر اور صابن تو مل گئے ہوں گے۔ یہ خط تمہیں اس وقت ملے گا جب تمہارا امتحان شروع ہو چکا ہوگا۔ امید ہے کہ پرچے اچھے ہوئے ہوں گے۔ بالتفصیل لکھنا کہ امتحان کیسا ہوا۔

دو دن سے ہماری بیرک میں ایک نئے قیدی صاحب آئے ہیں جو اینگلو انڈین ہیں۔ لکھنؤ کے رہنے والے ایک نوجوان صاحبزادے ہیں۔ کسی دوکان میں نوکر تھے، کچھ روپیہ غبن کر گئے، اس پر چھ ماہ کی سزا ہوئی۔ اس غریب کو سب نے جو جو بنا رکھا ہے اسے "صاحب" کہہ کر پکارتے ہیں حالانکہ بیچارہ کافی سیاہ فام ہے اور ویسے بھی طرح طرح کی فقرہ بازی اس پر ہوتی رہتی ہے۔ دراصل یہاں کے رہنے والوں کی عجیب ذہنیت ہو جاتی ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر آپس میں لڑ جاتے ہیں اور پھر من جاتے ہیں جیسے کبھی لڑے ہی نہ تھے۔ ہر شخص اس اُمید میں رہتا ہے کہ کچھ نہ کچھ بات ایسی ہو جائے گی جس سے اس کو قبل از وقت رہائی مل جائے گی۔ ہمارے B کلاس میں اس وقت پانچ قیدی ہیں۔ ہر شخص اپنے کو اہم تر اور بڑا بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ مثلاً ایک صاحب جو پولیس کے داروغہ تھے "داروغہ جی" کہلاتے ہیں۔ دوسرے صاحب جو کسی ریاست کے منیجر تھے "منیجر صاحب" کہلاتے ہیں۔ اور باوجود میری کوشش کے مجھے ظہیر صاحب کہا جائے مجھے "بارسٹر صاحب" کہنا شروع کر دیا گیا ہے! انسان کی خودستائی اور خودبینی کا مادہ یہاں کافی تیز ہو جاتا ہے۔ ان رسموں کو برت کر لوگ اپنی عزت کی منہدم عمارت

کو پھر سے کھڑا کرنے کی کوشش کرتے ہیں!

لیکن یہ جیل کا سسٹم ایک سرے سے بالکل غلط معلوم ہوتا ہے۔ یہاں انسان کی انسانیت کو توڑ کر برباد کر دینے کے تمام سامان مہیا ہیں۔ جرم کا "علاج" نہیں ہوتا بلکہ احمقانہ سزا ہوتی ہے۔ کانگریسی وزارت نے کچھ تبدیلیاں کیں لیکن وہ بالکل ناکافی ثابت ہوئیں۔

مہربانی کر کے تم پنڈت جواہرلال نہرو سے مل کر اُن کی وہ کتاب واپس کر دینا جو میں اس دن ان کے یہاں سے لایا تھا (LIGHT ON MASCOW) اس پر بادامی رنگ کا کاغذ میں نے چڑھا دیا تھا، اور وہ میری لکھنے کی میز پر رکھی تھی اُن کی دوسری کتاب لکھنؤ میں پڑی ہے، کوئی جاتا ہوگا تو واپس ہو جائے گی۔ میرا آداب بھی کہنا۔

اور ہاں تم مسٹر آغا کو توال کو ایک خط بھیج کر اُن سے میری اُن کتابوں کو فوراً واپس کرنے کا مطالبہ کرو جو وہ تلاشی کے دن اُٹھا لے گئے تھے۔ وہ کتابیں سب قطعی جائز طور پر رکھی اور پڑھی جا سکتی ہیں، اور اگر اس میں ڈھیل ہوئی تو پولیس والے خواہ مخواہ میری کتابیں غائب کر دیں گے۔

وہ کتابیں جو مُنّے بھیّا نے مجھے دی تھیں، اب ختم ہو رہی ہیں۔ تم دھولیہ سے بھی میری چاروں کتابیں واپس منگوا لینا۔ مجھے اُن کی ضرورت ہے، کیونکہ میں ابھی فلسفے پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ اس وقت جیل میں بند قیدی زور زور سے "ہولی" گا رہے ہیں، اور چاروں طرف سے بھی گانے کی اور ڈھول کی آواز آ رہی ہے۔

اب مجھے آٹھ بجے تک اپنی کوٹھری سے باہر صحن میں نکلنے کی بھی اجازت ہو

آج پورا چاند نکلا ہے۔ آسمان کی نیلاہٹ تک نظر آرہی ہے۔ لیکن تم نہیں ہو تو یہ ٹھنڈی ہوا زہر معلوم ہوتی ہے۔

بہت بہت پیار کے ساتھ

تمہارا

بنے

نیا ادب کیا بند ہو گیا؟ مجھے اس کی تازہ کاپی ضرور بھیجنا، اور ساقی بھی!

بابا کی خدمت میں آداب

مکرر اپنے خطوں میں تاریخ ضرور لکھا کرو۔

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۳ر مارچ ۱۹۴۲ء

میرے دل و جان کی مالک! تمہارے خط ملے۔ لیکن تم نے ان میں اپنے متعلق اتنا کم لکھا ہے کہ بالکل تسکین نہیں ہوئی۔ ان میں تو زیادہ تر میری کوتاہیوں کا ہی ذکر تھا۔ اب اگر اپنی صفائی پیش کروں تو فضول، اور اگر کچھ نہ لکھوں تو تم نہ معلوم کیا سمجھو۔ اس وقت تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں کچھ بھی کروں لیکن تمہیں اس میں میری ہی غلطی نظر آئے گی۔۔۔۔۔ اس لئے اپنی غلطیوں کا مکمل اعتراف کرتا ہوں اور بس!

آج منے بھیا ملنے آئے تھے۔ ان سے یہ معلوم کرکے کہ تمہارے پرچے اچھے ہوئے بہت خوشی ہوئی۔ تم نے یہ نہیں لکھا کہ تمہارا VIVA کب ہے۔ امتحان تو ختم ہو گیا۔ الہ آباد میں ۸، ۱۰ تک کیوں رُک رہی ہو؟ تم کو لکھنؤ میں وزیر منزل میں رہنے سے زحمت ہوگی اس لئے تم علّن بھیا کے یا منے بھیا کے یہاں ٹھہر سکتی ہو، اور پھر جب جی چاہے، اجمیر چلی جانا۔ یا اگر نینی تال جانا چاہو تو وہاں بھی انتظام ہو سکتا ہے۔

۲۷ر تاریخ کو میری جو پیشی یہاں کے سٹی مجسٹریٹ کے یہاں ہونے والی تھی وہ نہیں ہوئی

میں صبح سے اس انتظار میں رہا کہ مجھے کچہری لے جانے کے لئے لوگ آئیں گے، لیکن چار بج گئے اور کوئی نہ آیا۔ آخر پانچ بجے کے قریب غلام امام (اچھے میاں) جو میرے وکیل ہیں آئے اور ان سے معلوم ہوا کہ گورنمنٹ کا فیصلہ یہ ہے کہ میرا کوئی مقدمہ، کوئی باز پرس، کوئی پیشی نہ ہوگی اور میں غیر متعین مدت تک جیل میں نظر بند رکھا جاؤں گا۔ غالباً اس بارے میں حکومت اپنا کوئی تحریری فیصلہ میرے پاس بھیج دے گی۔ لیکن ابھی تک مجھے ان تمام باتوں کی کوئی اطلاع نہیں ہے۔ جب تم چند دنوں بعد یہاں آؤ گی تو اس وقت تک غالباً معاملات اور زیادہ واضح ہوں گے۔

فی الحال تو یہ صورت ہے کہ وہی کوٹھری، وہی زندگی، دوسرے تیسرے کوئی ملنے آجاتا ہے۔ اور ان لوگوں کا آنا اتنا اچھا معلوم ہوتا ہے جس کا اندازہ صرف ایک قیدی ہی کو ہو سکتا ہے۔ جیسے بڑی گرمی میں ٹھنڈی اور صاف ہوا کا ایک جھونکا آجائے، اور ان کے چلے جانے کے بعد پھر وہی ساتھ کے قیدی اور ان کی لا متناہی گفتگو ——— جس میں پولیس سے نفرت، جج کی بے انصافی، قسمت کی خرابی کا بار بار رونا اور ذرا ذرا سی بات کی تفصیل اور تشریح ہوتی ہے۔

تمہاری بھیجی ہوئی کھانے پینے کی چیزیں، کپڑے اور کتابیں مل گئیں۔ اردو رسالہ بھی ملا شکریہ۔ آج منے بھتیلے میں نے نظموں کی کتاب بھیجنے کو بھی کہا ہے۔ تم آنا تو اپنے ساتھ جوش کا نقش و نگار، حرف و حکایت اور اگر مل گیا ہو تو فکر و نشاط ضرور لیتی آنا۔ یہاں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کتابیں پڑھتے پڑھتے جی بالکل گھبرا جاتا ہے، اور اس وقت شعر ہی سے کچھ سکون ملتا ہے۔ اس وقت تو میرے پاس صرف شعلۂ و شبنم ہے۔ میں نے انگریزی شاعری کی کتابیں مانگی تھیں مگر وہ نہیں آئیں۔

امرناتھ جھا صاحب کی کتاب CHINESE NOVEL میری میز پر رکھی ہوئی تھی، برائے مہربانی ان کو واپس کر دینا۔

اجمیر سے کوئی خط آیا تھا؟ معلوم ہوا تھا ڈیڈی کی طبیعت ناساز تھی ۔اب کیسے ہیں؟

ہر دن سے یہاں گرمی بہت پڑنے لگی ہے۔ اور رات کو کافی گھٹن رہتی ہے۔ گورنمنٹ نے مجھے آٹھ بجے شام تک کوٹھری سے باہر رہنے کی اجازت دی لیکن باہر برآمدے میں یا صحن میں سونے کی اجازت نہیں۔ تھوڑے دنوں میں سنا جاتا ہے کہ کوٹھریوں میں پنکھے کا انتظام ہوگا اور جو ہم سے زیادہ بدنصیب قیدی ہیں وہ رات بھر اس کی ڈور کھینچیں گے

پارسال سترہ ایجی ٹیشن کے قیدیوں کو باہر سونے کی اجازت تھی۔ میرا ارادہ اب دوسری درخواست دینے کا ہے۔ لیکن ان ذرا ذرا سی باتوں کے لیے کہتے ہوئے برا معلوم ہوتا ہے۔ ہماری بارک میں کبوتر، چڑیا، مینا تو مستقل طور سے رہتے ہیں۔ چنانچہ آج میری کوٹھری کی کھپریل میں اس قدر شور و شغب مچایا گیا اور اوپر سے گھاس پھوس کی وہ بارش ہوئی کہ کرسی میز پر بیٹھ کر پڑھنا دشوار ہوگیا............ رات کو ایک بلی بھی نعمت خلیے کا جائزہ لینے آتی ہے۔ لیکن بلی سے ہم لوگ خفا ہیں، اُسے بھگا دیتے ہیں۔ چڑیوں سے البتہ دوستی ہے اور وہ تکلیف بھی پہنچاتی ہیں تو سہہ لیتے ہیں۔

بارک کے باغ میں دو بڑے بڑے درخت ہیں۔ ایک نیم کا جو ٹھیک میری کھڑکی کے سامنے ہے، دوسرا گولر کا۔ اس گولر والے پیڑ کو میں بہت دنوں تک پیپل سمجھا کیا۔ خوب بڑا اور خوب صورت ہے۔ اس پر صبح شام کبھی کبھی بلبل چہکتا ہے۔ جب رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے تو اس کے نیچے آسمان کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا جو ہمارے حصے میں پڑا ہے دکھائی دیتا ہے، اور پتیوں، ڈالوں، شاخوں کے بیچ میں سے چمکتے ہوئے تارے نظر آتے ہیں۔

انگریزی سرکار کا لاکھ لاکھ شکر کہ یہ آسمان، یہ رات، یہ تارے اور ان خوش نما پیڑوں کی چھاؤں اُس نے اپنے قیدیوں کو دے رکھی ہیں۔

میری جان! لکھو کہ کیسی ہو، کیا کرتی ہو، کس سے ملیں، کہاں گئیں، کیسی رہیں۔ یہ صعوبت کی طولانی اور اندوہناک دن اور رات جلد کٹ جائیں گے اور ہم تم جلد پھر اکٹھا ہوں گے۔

بہت بہت پیار کے ساتھ

تمھارا

بنّے

مکرر۔ آتے وقت میرا پلنگ پوش ضرور لانا۔ یہاں مٹی بہت اُڑتی ہے۔

سنٹرل جیل لکھنؤ

۱۹ر اپریل سنہ ۱۹۴۲ء

میری جان! ایک ہفتے سے زیادہ ہوا، تمھارا کوئی خط نہیں آیا۔ کیوں؟ میرا خط یہاں سے ۲ر اپریل کو گیا تھا۔ بتاؤ وہ ملا کہ نہیں۔ بہت پریشانی ہے کہ آخر تمھارا خط کیوں نہیں آیا۔ الہ آباد سے تمھارے بھائی صاحب آئے، لیکن مجھ سے ملاقات نہیں ہوئی اور نہ کوئی اور ان کے علاوہ الہ آباد سے آیا کہ تمھاری خیریت معلوم ہوتی۔ تمھارے آخری خط میں لکھا تھا کہ ۸ یا ۹ کو لکھنؤ آؤ گی، لیکن اس کی بھی کوئی اطلاع نہیں اور نہ تصدیق۔ امتحان کیسا ہوا؟ زبانی امتحان بھی ختم ہو گیا یا ابھی باقی ہے؟ تمھاری صحت کیسی ہے اور پروگرام کیا ہے؟ کہاں رہنے کا قصد ہے؟ جہاں تک میرا خیال ہے۔ فی الحال تو گورنمنٹ مجھے یہیں لکھنؤ میں یا رکھے گی جیل سے باہر نظربندی کا خیال معلوم نہیں ہوتا، اور نہ کسی قسم کی مدت متعین ہوتی ہے۔

ڈیڈی کی طبیعت اب کیسی ہے۔ کیا اس درمیان اس طرف آنے کا ارادہ ہے۔ یہاں معلوم ہوا تھا کہ بابا ۸ تاریخ کو الہ آباد واپس آئیں گے اور ۹ کو لکھنؤ آئیں گے، لیکن

معلوم ہوتا ہے وہ ابھی تک حیدرآباد سے واپس نہیں آئے۔ منے بھیا بھی اس اتوار کو مجھ سے ملنے نہیں آسکے، کیونکہ وہ علی گڑھ کسی امتحان کی غرض سے گئے تھے۔ کل وہ واپس آگئے۔ اب شاید آئندہ اتوار کو اُن سے ملاقات ہو۔ اس عرصے میں علن بھیا اور بڑی بھابی مجھ سے ملنے آئے تھے۔ حسنو باجی بے چاری بھی آئیں۔ لیکن چونکہ انھوں نے پہلے سے اجازت نہیں لی تھی، اُن کو اندر آکر مجھ سے ملنے کی اجازت نہیں ملی۔ اس ہفتے سے حکومت کی طرف سے ایک بندش میرے لئے اور عائد ہوگئی ہے، اور وہ یہ کہ اتوار کو بھی جو شخص مجھ سے ملنا چاہے وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے تحریری اجازت حاصل کرے۔ غالباً اس اجازت کے ملنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ اس لئے کہ معمولی قیدیوں کو بھی اتوار کے دن تین آدمیوں سے ملنے کی اجازت ہے۔ لیکن پھر بھی اس مزید بندش کی وجہ سے مجھ سے ملنے والوں کی زحمت بڑھ جائے گی۔ لیکن تم اگر آؤ گی تو تمھیں ہفتہ میں کئی بار آنے کی اجازت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے یہاں سے غالباً مل جائے گی۔

میری صحت بُری نہیں ہے۔ گرمی دن بدن تکلیف دہ ہوتی جاتی ہے۔ رات کو برآمدے تک میں سونے کی اجازت نہیں۔ آج جیل میں مسٹر (SLOAN) کا معائنہ تھا میں نے ان سے اس کے لئے کہا۔ اُمید ہے کہ شاید اجازت مل جائے۔ یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ شاید ۱۵ اپریل سے پنکھوں کا انتظام ہو جسے پنکھا قلی کھینچیں گے۔ لیکن دوپہر کو اب بھی گرمی باقی رہتی ہے۔ اور رات کو بھی اونچی اونچی دیواروں کی وجہ سے ہوا کافی نہیں رہتی۔

میرا شغل وہی پڑھنا ہی پڑھنا ہے۔ ایک بہت اچھی کتاب SOCIAL FUNCTION OF SCIENCE حال میں ختم کی اور اس کے علاوہ زیادہ تر

فلسفہ کی کتابیں پڑھتا ہوں، اور نوٹ بھی بناتا ہوں، اگر کافی کتابیں دستیاب ہوگئیں تو "فلسفہ مادیتِ ارتقا بالتضدین" پر کچھ لکھوں گا۔ اس بیچ میں ایک خالص ادبی مضمون بھی لکھا ہے۔ اردو شاعری پر، معلوم نہیں چھپنے کا کب موقع ملے گا" نیا ادب" کا تازہ پرچہ تمھارا بھیجا ہوا ملا جسے شروع سے آخر تک چاٹ گیا۔ جوش کی نظم پسند آئی۔ جوش کی حرف و حکایت بھی ملی، اور اقبال کے دو مجموعے بھی۔ مجھے سبطِ حسن سے شکایت ہے کہ نظموں کا جو مجموعہ انھوں نے شائع کیا تھا وہ مجھے نہیں بھیجا۔ وہ تو مجھ سے آکر مل بھی سکتے تھے۔ غالباً ادبی لوگوں سے ملاقات کرنے پر سرکار بہادر کو اعتراض نہ ہوگا!

میں نے منے بھیا سے اس کتاب کے لئے کہا، لیکن وہ علی گڑھ چلے گئے، اور ابھی تک وہ کتاب مجھے نہیں ملی معلوم نہیں اس مضمون کے چھپنے کا کیا ہو رہا ہے جو میں الٰہ آباد میں ختم کر چکا تھا اور جسے میں نے لکھنو میں ڈاکٹر علیم کے پاس بھجوا دیا تھا۔ تم اگر ان لوگوں سے ملو یا اُن کو لکھو تو پوچھنا۔ اُمید ہے کہ "نیا ادب" بند نہ ہوگا بلکہ سہ ماہی ہو کر ہی سہی لیکن جاری رہے گا۔

الٰہ آباد کے حالات لکھو۔ احمدی بوا بدستور ہیں؟ جبّار باورچی، ڈرائیور، رفیع الدین وغیرہ سب کیسے ہیں، منشی جی کا کیا حال ہے۔ سب کو میری یاد دلانا دمائی کو بھی، نئی موٹر کیسی چلتی ہے؟ باقی سب دوست کیسے ہیں۔ سب کو میرا سلام کہنا۔

تمھارے وہ پروفیسر صاحب کیسے ہیں جو بیمار تھے۔ شاید بخار آتا تھا۔ بالکل اچھے ہو گئے ہیں یا نہیں۔ میرا سلام کہنا۔

تمھارا خط گذشتہ ہفتے سے کیسول نہیں آیا۔ جیل کی پریشانیوں اور کلفتوں میں یہ ایک مزید پریشانی بہت تکلیف دہ ہے۔ برائے مہربانی ناغہ نہ کیا کرو، اور بالتفصیل

اپنی صحت کا حال، امتحان کا حال اور اپنا پروگرام لکھو۔ میرا ۱ر اپریل کا خط ملا یا نہیں

میری سب یادیں صرف تمہارے لئے ہیں۔ بہت بہت پیار

تمہارا

ہجراں نصیب

بنے

مکرر۔ لکھنؤ آتے وقت ایک بکس میں سے میرے جاڑے کے کچھ کپڑے لیتی آنا تاکہ شاید اگر بعد کو میرا ٹرانسفر کسی پہاڑ کے جیل پر ہو تو زحمت نہ ہو۔

بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۶؍اپریل ۱۹۴۰ء

جان! تمہارا ۱۲؍اپریل کا لکھا ہوا خط آج دوپہر کو ملا، اطمینان ہوا۔ اس کے پہلے بھی ایک خط ملا تھا جسے پاکر پریشانی ہوئی تھی۔ اور بے انتہا افسوس کہ میری تکلیف یہاں رہنے میں اس قدر نہیں جتنی تم کو تکلیف پہنچنے پر ہے۔ لیکن تمہارے آج والے خط سے کسی قدر سکون ہوا۔ حالانکہ تم نے اس میں بھی ایک آدھ بُری باتیں لکھی ہیں، مثلاً یہ آپ کتابوں کی فہرست بنا رہی ہیں تاکہ اگر کہیں مر جائیں تو یہ فہرست اپنی یادگار چھوڑ جائیں۔ واہ وا! ماشاءاللہ، یہ بھی کوئی بات ہوئی! ابھی ہم تم اور ہماری مشترکہ پیداوار تو بہت بہت لمبی عمروں تک زندہ رہیں گے، اس لئے کہ ہمیں تو ابھی ایک دوسرے کو بہت سا پیار کرنا باقی ہے۔ جس کے لئے یہ چند مہینے ۱۲؍دسمبر سے لے کر آج تک بہت تھوڑے ہیں! یہ سمجھو کہ محبت کی زندگی کا مشکل سے ایک لمحہ! پھر ایسے مبارک کام کو ہم یا تم ادھورا چھوڑ سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں، یہ تو نافرض شناسی، کام چوری، وعدہ خلافی بعید از شرافت، الغرض سب کچھ ہے۔ تم ایسی باتیں بھول کر بھی اپنے وہم و گمان میں

نہ لانا۔

پرسوں "آزادی کی نظمیں" ملی۔ اس میں فیض احمد فیض کی ایک نظم پڑھی تو بالکل حسب حال معلوم ہوئی، اس لئے بہت پسند آئی۔ تم اسے ضرور پڑھنا۔ خاص کر یہ شعر:-

اجنبی ہاتھوں کا بے نام گراں بار ستم
آج سہنا ہے ہمیشہ تو نہیں سہنا ہے

میرا ارادہ اس کتاب پر تنقید کرنے کا ہے۔ کتاب بُری نہیں حالانکہ بعض اچھی نظمیں چھوٹ گئی ہیں۔

تم ابھی تک نہیں آئیں۔ اس کی مجھے کافی الجھن تھی۔ یہاں کسی کو تمہاری اطلاع ہی نہیں تھی۔ خیر بہرحال کل بابل سے ملاقات ہوئی اور بالتفصیل تمہارا حال معلوم ہوا۔ آج تو غالباً اس خط کے پہنچنے کے ساتھ ہی تم یہاں کے لئے چل پڑو گی۔ کتابوں کی فہرست میں نے مُنّے بھیا کو دی تھی۔ معلوم نہیں تم کو انھوں نے بھیجی یا نہیں۔ یہاں جو کتابیں آئی ہیں وہ ابھی مجھ تک نہیں پہنچیں۔ میں نے خود ہی نہیں منگوائیں۔ پڑھنے کے بعد واپس کرتا ہوں اور تب اور منگاتا ہوں۔ معلوم نہیں تم نے دھون سے میری کتابیں لے لیں یا نہیں۔ مجھے اُن کی خاص ضرورت ہے، خاص طور پر یہ تین

(1) ANTI — DUHRING

(2) MEHRING

(3) M. PHILOSOPHY (Out Line)

اس کے علاوہ (LUDING) کی بھی ضرورت ہے۔ کہیں نہ کہیں میری کتابوں میں مل جائے گی۔ لیکن شاید الماریوں میں نہ ہو گی۔

یہ سن کر کہ جامعہ والے تم کو کام دینے کو تیار ہیں، بڑی خوشی ہوئی، لیکن مجھے ان لوگوں کا کافی اعتبار نہیں ہے۔ مل جائے تو جانو۔ برائے مہربانی حامد علی خاں، منتظم جامعہ ملیہ کو لکھو کہ میرے "بیمار" کا حساب کر دیں۔ اُن کو مجھے تیس چالیس روپے کے قریب دینا چاہیئے۔ اور اس کے علاوہ "پہلی کتاب" کی سو جلدوں کے بھی دام دیں۔

میری زندگی یہاں ویسی ہی گذرتی جا رہی ہے۔ ابھی تک باہر سونے کی اجازت نہیں ملی۔ اس سے کوفت ہے۔ لیکن خیر میری صحت اس کے باوجود بھی اچھی ہے۔ اور ایسی ذرا ذرا سی تکلیفوں کو کیا، بہت زیادہ برداشت کر کے بھی ایسی ہی رہے گی، کھانا وغیرہ ٹھیک سے مل جاتا ہے۔ اور شام کو بیڈمنٹن سے ورزش ہو جاتی ہے۔ توند کے بڑھنے کا خطرہ بہر حال ابھی قائم ہے۔ سوچ رہا ہوں کہ صبح دوڑا کروں تو شاید کچھ اثر پڑے۔ کم از کم یہ تو ہو کہ جیل سے نکلوں تو دبلا اور اچھا بدن ہو جائے تاکہ تم دیکھ کر بد دل نہ ہو۔

پرسوں شام کو جب سورج ڈوب رہا تھا، اور پچھم کا آسمان گلابی تھا تو جیل کی اونچی دیوار پر ایک بارگی دو مینائیں آکر بیٹھ گئیں۔ آسمان کی سُرخی میں اُن کے پروں کی سیاہی نکھر آئی، اور یہ جوڑا نظروں کے سامنے بالکل نمایاں ہو گیا۔ پھر یک بارگی اُن دونوں نے چلانا شروع کیا، خوب پر پھڑپھڑائے، اور ہماری پچیس فٹ اونچی خاکی دیوار سے ہچکولے لیتی ہوئی پھر سن سن کرتی اُڑ گئیں۔ مجھے اس وقت تمھارا اور اپنا خیال آیا اور ان دو آزاد چڑیوں پر بڑا رشک ہوا۔

کیا تم بھی یہ محسوس کرتی ہو کہ ایسی چاندنی جیسی اِدھر دو دن سے نکلتی ہے اور ہوا کی یہ گرمی ملی ہوئی رات کی خفیف سی خنکی اور فضا کا اس قدر سکون، اور پیڑوں کے

نیچے چاندنی اور چھاؤں کی گہرائی ہمیشہ ہی ایسے ہوتے تھے، ایسے خوش گوار اور دل خوش کن جیسے کہ آج بھی یہ ہو سکتے۔ اگر ہم یک جا ہو سکتے۔ اب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہمیں ستانے کو کسی نے آسمان پر ان تاروں کو بکھیر دیا ہے، اور زہرہ بھی دور سے ہم پر ہنستی ہے۔

لیکن خیر میری جان، شاید یہ سب اس لئے ہے کہ ہم جسمانی طور پر ایک دوسرے سے دور ہو کر جذباتی طور سے اور قریب آجائیں۔ کیا معلوم!

تم نے خواہ مخواہ ایسی حالت میں کتابوں کے ٹھیک کرنے کی مشقت اپنے ذمے لے لی۔ تھکنا مت، اور سب دوائیں کیلشیم وغیرہ کھاتی رہنا۔ سر میں درد کیوں رہتا ہے، ڈاکٹر کو دکھالو۔

میرے سب دوستوں کو سلام کہنا، نام بنام نہیں لکھا۔ لیکن تم کہہ دینا کہ نام کے لکھا ہے۔ اس لئے کہ سب کے نام اب کون لکھے۔ بڑی دیر ہو گئی ہے اور نیند تو جیل میں بھی آتی ہے۔ حالانکہ دیر سہی میں سہی۔

احمدی بوا کو نہ لانے کی دلیل میری سمجھ میں نہیں آتی، تمھارے پاس ایک خادمہ کا ہونا ضروری ہے، اُن کو ضرور لکھنو میں اپنے ساتھ رکھو۔ اگر اُن کی یہاں نہ بھی بنبھی تو یہاں سے وہ بنارس جا سکتی ہیں، اور پھر الہ آباد بلوانے پر آسکتی ہیں۔ جبار کو لانے کا خیال ٹھیک ہے۔

ڈیڈی کی ناسازی طبیعت کا حال سُن کر بہت فکر ہوئی۔ وہ اپنا علاج ٹھیک سے کروائیں۔ ۲۱ر کو وہ یہاں آئیں گے؟ ممی اور ڈیڈی کو میرا بہت بہت آداب۔ ڈکی کو دعائیں، اور کہنا کہ پریشان نہ ہوں، یہ دن جلد ختم ہوں گے۔

دہرہ دون کا خیال بظاہر تو اچھا معلوم ہوتا ہے، لیکن ان سب کے متعلق بابا کی رائے لے کر بعد کو فیصلہ کرنا چاہیئے۔

اچھا ——————— سو ہزار بار پیار

صرف تمھارا

بنے

مکرر کہ پٹنہ والی تصویریں ایک آدھے پھٹے ہوئے، بادامی رنگ کے لفافہ میں غسل خانہ والی سنگھار میز پر رکھی تھیں۔ پھر ڈھونڈنا۔

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۶ر جون ۱۹۴۷ء

پیاری! کل شام کو جو آدمی کھانا لایا اس نے بتایا کہ تم چلی گئیں۔ حالانکہ مجھے یہ بات معلوم تھی، لیکن اس کی تصدیق کے بعد دل جیسے سنسان سا ہو گیا۔ میری جان! تم کیوں گئیں! تم تھیں تو میرے لئے لکھنؤ میں روشنی تھی۔ اس قید خانے میں امید کی مہک آجاتی تھی، اور اب یہ لق و دق فاصلہ تمہارے اور ہمارے بیچ میں! لیکن دل جیسے اور قریب ہو گئے ہیں۔ کون سا لمحہ ہے جب تمہارا خیال نہیں آتا۔ رات بھر پڑا پڑا سوچتا رہا کہ اب تم اناؤ پہنچی ہوں گی۔ اب کانپور۔ اب وہاں سے چلی ہوں گی۔ اب اور آگے اب اور آگے، اور آخرکار صبح کو دہلی۔ اور اس وقت نو بج چکے ہیں۔ تم اپنے گھر ہوں گی۔ امید ہے کہ اچھی طرح ہو، بالتفصیل لکھو کہ کانپور میں کیا ہوا، پھر دہلی میں ڈیڈی مل گئے، اور سفر کیسا کٹا، برتھ خالی مل گئی تھی، کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ انجکشن لے لیا یا ابھی نہیں، ضرور لے لینا۔ ڈاکٹرنی کو دکھا لینا، اور اس زمانے کی خاص خاص ہدایتوں پر پوری طرح عمل کرنا۔

اخبار میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ اجمیر میں اچھی خاصی بارش ہو گئی ہے۔ اس لئے وہاں کا موسم خوش گوار ہو گا۔ ٹمپریچر بھی سو سے کم ہے۔ یہاں بھی کل شام سے موسم بدل گیا ہے۔ پوروائی چل رہی ہے۔ کچھ بارش بھی ہوئی ہے۔ آسمان پر بادل ہیں اور لو اب نام کو نہیں۔ پنکھے سے ہوا ٹھنڈی نکلتی ہے۔ اس سے وہ تکالیف جو گرمی کی وجہ سے تھیں کافی کم ہو گئی ہیں۔ آج پڑھنے لکھنے میں بھی سہولت رہی۔ دیکھو یہ حالت کب تک رہتی ہے۔ گرمی پھر ہوتی ہے یا بارش اور ہوتی ہے۔

ممی کو میری طرف سے آداب عرض کرنا، اور کہنا کہ برائے مہربانی تم کو (یعنی رضیہ کو) اچار، چٹنی، چاٹ، مرچوں والے کباب اور دیگر مرچوں اور کھٹائی والے کھانے (جنھیں آپ چرا چرا کر کھایا کرتی ہیں) نہ کھانے دیں۔ قطعی پرہیز کروائیں اِس اور اِن معاملوں میں تمھاری بات ہرگز نہ مانیں۔ دیکھو ضرور کہہ دینا ورنہ میں خفا ہو جاؤں گا۔

ڈیڈی کی صحت اب کیسی ہے۔ لکھو اور ڈکلی بی اور تمھارے سب بھائی کیسے ہیں۔ آج کل تو سب لوگ گھر پر ہوں گے اور محفوظی ہے یا نہیں؟ اُن کے سیلانی میاں کیسے ہیں؟

تمھارا بھیجا ہوا یورپ کا نقشہ مل گیا۔ بہت اچھا ہے۔ لڑائی کا سارا محاذ اس سے مل جاتا ہے۔ اسے میں نے اپنی لکھنے کی میز کے سامنے دیوار پر چسپاں کر دیا ہے۔

اب مجھے یہاں تین مہینے سے زیادہ ہو گئے۔ اب طبیعت بالکل دب گئی ہے۔ کبھی کبھی تو وقت بالکل پہاڑ سا معلوم ہوتا ہے، اور کاٹے نہیں کٹتا۔ اگر کتابیں نہ ہوتیں تو دماغ کی نہ معلوم کیا حالت ہوتی۔

ہمارا جیل کا نیا ساتھی، جرمن یہودی عجب مردہ دل انسان ہے۔ اس جرمن

کی طرح بالکل نہیں ہے جسے تم نے بھی دیکھا تھا اور جو ہر وقت اُبلا کرتا تھا! یہ بے چارہ تو ایک دن کہنے لگا کہ میرے لئے اس وقت یورپ کے مقابلے میں ہندوستان کا یہ جیل غنیمت ہے۔ اسے اسی خیال سے تسکین ہو جاتی ہے۔

پیرس کے تباہ ہونے کا مجھے بڑا غم ہے! آج وہاں کیسی ویرانی ہو گی۔ تباہی سے تو خیر بچ گیا، مگر وہ باغ و بہار شہر وادیٔ غریباں ہو گیا ہو گا۔ عجائب خانے، کلبے، سڑکیں، دریا، پُل سنسان پڑے ہوں گے۔ جرمن سپاہی ہوں گے اور بوڑھے فرانسیسی، کہیں یہ خونی تماشہ جلد ختم ہو اور صلح ہو بھی چکے۔

آج تاریخ کی ایک موٹی سی کتاب ختم کی۔ اس کے ساتھ ساتھ دو کتابیں اور پڑھ رہا ہوں۔ ایک فرانسیسی ناول اور ایک اقتصادیات کی کتاب۔ اس فرانسیسی ناول کے مصنف کو میں جانتا تھا۔ یہ فرانس کا بہت بڑا جدید شاعر بھی ہے۔ اس امریکن اخبار ٹائم میں پڑھا تھا کہ وہ فوج میں بھرتی ہو کر محاذ پر چلا گیا۔ معلوم نہیں بے چارے کا کیا حشر ہوا ہو گا۔ اسپین کی لڑائی میں میرے تین دوست مارے گئے جن میں رالف فاکس بھی تھا اور اب اگر کبھی یورپ جانا ہوا تو شاید ایک ملاقاتی بھی نہ ملے!

دیکھو آج کیسے غم گین خیالات بار بار ہجوم کر کے دل و دماغ کو گھیر لیتے ہیں یہ سب تمہارے جانے کی وجہ سے ہوا۔ بھئی تم جس کام کے لئے گئی ہو اُسے جلد ختم کر کے واپس آؤ۔ یا کیا معلوم اس وقت تک میں ہی رہا ہو کر تمہیں لینے آ جاؤں ....

اچھا پیاری فی الحال رخصت

تمہارا سبنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۲۴؍جون سنہ ۱۹۴۰ء

جان! تمہارا ۷؍جون کا لکھا خط مجھے ۱۲؍کو ملا۔ اس کے دو دن پہلے میں تمھیں لکھ چکا تھا۔ اس لئے فوراً جواب نہیں دیا۔ امید ہے کہ میرا وہ خط تمھیں مل گیا ہوگا۔ ابھی تک اس خط کے جواب میں تمہارا خط نہیں آیا۔ شاید آج یا کل ملے۔ تمہارا سفر بخیریت طے ہوا اس سے بہت اطمینان ہوا، اگر دلی ایک دن رکنا تھا تو شوکت کے یہاں چلی جاتیں تو زیادہ آرام ملتا۔

یہاں کا کیا حال لکھوں، جیل میں کوئی نئی بات تو ہوتی نہیں ہے۔ نہ کسی سے ملنا نہ جلنا۔ ہاں پرسوں سے شفیق نقوی بھی اسی جیل میں بھیج دئے گئے ہیں اور میرے ساتھ ہی بی کلاس میں ہیں۔ اُن کے آنے سے تنہائی کی تکلیف کچھ کم ہوگئی ہے۔ ورنہ یہاں تو صرف دو اینگلو انڈین جاہلِ مطلق تھے جو صرف اس وجہ سے یہاں رکھے گئے تھے کہ اُن کا چمڑا گورا ہے، اور ایک آفاق صاحب کی کمپنی تھی۔ گورنمنٹ نے DETAIN کے لئے نئے قواعد بنائے ہیں۔ لیکن اب تک ان کا کہیں پتہ نہیں جس رفتار سے ہماری

سرکار کام کرتی ہے ۔ اس کا خیال کرتے ہوئے یہ اُمید کی جاتی ہے کہ دو چار مہینے میں ہم لوگوں کو اس کی اطلاع ملے گی اور اس بیچ میں قیدی جیسے تیسے زندگی بسر کریں!

موسم پہلے سے بہت بہتر ہے۔ مگر ابھی تک پانی کم برسا ہے۔ اور برسات کی گرمی بڑی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ پنکھے سے ہوا ٹھنڈی نکلتی ہے، یہی غنیمت ہے اور شام کو آسمان کا وہ ٹکڑا جو ۲۵ فٹ اونچی دیواروں سے بچ کر ہماری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے، اتنا خوب صورت ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے تکلیف اور رنج سب بھول جاتے ہیں، لیکن پھر خیال آتا ہے کہ اُفق، جہاں آسمان و زمین ملتے ہیں، اس وقت اور بھی زیادہ رنگین ہوگا۔ وہاں کے بادلوں پر ڈوبتے سورج کی روشنی اور زیادہ دل کش ہوگی، وہ ہماری حدِ نظر سے باہر ہے اور اس کے بدلے میں یہ بدہیئت خاکی دیواریں ہیں، اور اس اُفق کے بھی آگے راجپوتانے کا ریگستان اور اس کے بیچ میں تم! کافی دور ہو نا یہاں سے؟ یہی تو سب سے تکلیف دہ بات ہے، اور ہر وقت دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔ خیر جی تھوڑے دنوں کی بات ہے۔ زندگی کی بہت سی منزلیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے اسے بھی طے کر ڈالیں۔

میں نے ڈاکٹر لاہری سے پوچھا تھا کہ انجکشن کی ضرورت ہو تو لے لوں لیکن اُنھوں نے انجکشن کے بجائے ہومیوپیتھک گولیاں بھیج دیں، وہ میں نے کھائی ہیں میری صحت اچھی ہے، تم بالکل پریشان نہ ہو۔ تم نے خود انجکشن لیا یا نہیں جستو باجی کے دونوں بچوں کی طبیعت ابھی تک اچھی نہیں ہوئی۔ رضو میاں کا ٹمپریچر البتہ رفتہ رفتہ گھٹ رہا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ تشویش کی کوئی بات نہیں۔ نینی تال سے بڑی باجی بچوں کی تیمارداری کے لئے آئی ہیں۔ آئی تو تھیں ایک ہفتہ کے لئے لیکن ابھی تک

ٹھہری ہیں۔

آج اخباروں میں فرانس کی (ARMISTICE) پر دستخط کی خبر چھپی، دیکھیں لڑائی کون سا پہلو اختیار کرتی ہے۔

تمہاری ڈاکٹرنی کی رپورٹ پڑھ کر خوشی ہوئی۔ دیکھو اگر اس وقت تک مجھے بھی وہاں آنے کی اجازت مل جائے تو کیسا اچھا ہو۔ میں نے ابھی پیرولی کی درخواست نہیں دی ہے خیال یہ ہے کہ جب ڈیڈی یہاں آئیں تو اُن سے باتیں کرکے جو کچھ کار روائی کرنی ہے کی جائے۔ ورنہ یوں ہی تو درخواست کا جو جواب آئے گا وہ معلوم ہے۔ ڈیڈی کب تک یہاں آئیں گے؟

اجمیر میں تو آج کل "بہاراں" ہو گی۔ اسی زمانے میں جہانگیر بھی وہاں جایا کرتا تھا۔ خیر اگر میں نہیں ہوں تو تم اور ہمارا بچہ تو وہاں ہیں اور کیا عجب کہ زمانہ جلد ایسا پلٹا کھائے کہ میں بھی چھوٹ کر وہاں پہنچ جاؤں۔

اپنا مفصل حال لکھو۔

بہت سا پیار اور پھر پیار
تمہارا

بنّے

ممی اور ڈیڈی کو آداب کہنا۔ ممی سے کہنا پریشان نہ ہوں، ڈکلی بی بی کو دعائیں۔ بی محفوظی کو سلام۔

سنٹرل جیل۔ لکھنو

۲۵ر جون سنہ ۴۲ء

میری جان! آج پانچ بجے شام کو تمھارا تیسرا خط (۲۳ر جون کا لکھا) ملا۔ کل بھی ایک خط ملا تھا۔ میں بھی اس بیچ میں تم کو دو خط لکھ چکا ہوں۔ ایک ۱۷ر جون کو اور ایک ۲۲ر جون کو، اور اب یہ تیسرا خط لکھ رہا ہوں۔ سخت تعجب ہے کہ تم کو ابھی تک یعنی ۲۳ر جون تک میرا پہلا خط بھی نہیں ملا۔ جیل کے لوگ تو کہتے ہیں کہ انھوں نے خط بھیج دیا تھا۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پوسٹ آفس میں پولیس سنسر خواہ مخواہ کی دیر لگا دیتے ہیں یہ آپکے اجمیر کے عقل مند پولیس والوں کی حرکت معلوم ہوتی ہے جن میں اتنی بھی انسانیت معلوم نہیں ہوتی کہ ایک مقید شوہر کا خط اس کی بیوی کے پاس آسانی سے پہنچنے دیں بہر حال تم خط نہ آنے کی وجہ سے گھبرایا نہ کرو۔ کوئی خاص بات ہوگی تو میں گھر سے تمھیں فوراً اطلاع بھجوا دوں گا۔ ہاں اس کا رنج ضرور ہوتا ہے کہ تمھیں بے کار فکر اور پریشانی خط کے نہ ملنے سے ہوتی ہے۔ میں تم کو دو دن ناغہ دے کر یعنی ہفتے میں دو تین مرتبہ برابر خط بھیجتا رہوں گا۔ کل میں جیل کے لوگوں سے پھر تاکید کہدوں گا کہ میرے

خط کم از کم یہاں سے تو فوراً بھیج دیا کریں۔ یہاں کے عہدہ دار توحتی المقدور کوئی بات ایسی نہیں کرتے جو باعثِ شکایت ہو۔

تمھارے ۲۲ جون یعنی دوسرے خط میں ناسازی طبیعت کا حال پڑھ کر فکر تھی مگر یہ معلوم کرکے کہ درد میں کمی ہے اور کوئی خاص بات نہیں، ذرا اطمینان ہوا، کاش کہ میرا جسم بھی تمھارے پاس اسی طرح اُڑ کر پہنچ جاتا جیسے کہ اس وقت میرے تمام خیالات تمھارے ہی پاس ہیں۔

بیرول کی درخواست کے بارے میں تم کو لکھ چکا ہوں کہ ڈیڈی کے یہاں آنے کا مجھے انتظار ہے۔ لیکن اگر کسی سبب سے وہ آ نہیں سکتے یا اُن کے آنے میں تاخیر ہو تو مجھے بتاؤ۔ اس صورت میں میں درخواست ابھی سے بھیج دوں، بات یہ ہے کہ گورنمنٹ نے جو رویہ میری درخواستوں کے ساتھ برتا ہے اس کا خیال کرتے ہوئے سوچتا ہوں کہ جب تک کوئی خاص صورت نہ پیدا کی جائے کامیابی کی امید کم ہے۔ بہرحال ڈیڈی جب یہاں آئیں گے تو اُن سے گفتگو کروں گا۔

ڈاکٹر سورج نارائن کی رائے ہمارے بچے کے بارے میں نہایت مبارک و مستحسن ہے۔ اس لئے کہ آج کل کے سے پر آشوب زمانے میں ہمارے بچوں کے لیے ویسا ہی ہونا ضروری ہے جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔ ہے نا؟

تمھیں یہ سُن کر خوشی ہوگی کہ میں نے جس تاریخ کو کتاب لکھنے کا ارادہ کیا تھا اس کی تحریر شروع کر دی ہے۔ لیکن یہاں کوئی مکمل اور قابل اطمینان کتاب لکھنا کافی دشوار ہے۔ اس لئے کہ حوالے کی کتابیں ملنے میں بڑی دشواری ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ سکونِ قلب و دماغ جو ایسی کتاب لکھنے کے لئے ضروری ہے، یہاں نصیب نہیں۔ بہرحال جیل سے نکل کر

ایک نظرِ ثانی کی ضرورت پڑے گی اور پھر تم کو ایک دو مرتبہ اُسے دہرانا بھی ہوگا کہ زبان کی غلطیاں اور گتھلیاں ٹھیک کر دو۔ خوشامد سے نہیں کہتا سچ مچ تمھاری زبان دانی کے آگے تو میں طفلِ مکتب ہوں۔

آج یہ بھی خیال آیا کہ تاثراتِ اسیری بھی لکھوں۔ یہاں کی زندگی حالانکہ محدود ہے۔ پھر بھی انسانی کمزوری، حماقت، بدانتظامی کے اس خاکی پس منظر میں ہم سیاسی قیدیوں کی پرچھائیں کافی رنگین نظر آتی ہے۔

میری صحت اچھی ہے۔ ادھر بارش بالکل بند ہو گئی ہے اور دن کو کافی گرمی ہو جاتی ہے، لیکن پہلے کا سا حال نہیں۔ شام کو بیڈمنٹن کھیلنے کے بعد نہاتا ہوں اور پھر باہر سحن میں میز کرسی نکلوا کر کھانا کھاتا ہوں۔ اب تو نقوی بھی ساتھ ہوتے ہیں اس کے بعد تھوڑی سی چہل قدمی۔ پھر وہ سب سے تکلیف دہ اور اذیت رساں روزانہ کی رسم کا وقت آجاتا ہے، یعنی کوٹھری میں بند ہونے کا جمعدار کے پاؤں کی ٹپ ٹپ اور کنجیوں کی جھنکار دور سے ہی سنائی دینے لگتی ہے، اور ہم اپنے دل و دماغ میں غصّہ اور تلخی محسوس کرتے ہوئے مجبوراً اندر چلے جاتے ہیں۔ خیر یہ بھی ضروری ہے کہ روح اور جسم کی تمام کمزوریاں اس آگ کی بھٹی میں جیسے جل سی جاتی ہیں، اور محمد علی کے اس شعر کے معنی خوب سمجھ میں آجاتے ہیں کہ :-

فیض سے تیرے ہی اے قیدِ فرنگ
بال و پر نکلے قفس کے در کھُلے

اچھا میری جان! تم پریشان مت ہونا۔ بالکل نہ گھبرانا۔ یہ صعوبت کا زمانہ جلد ختم ہوگا اور بہر حال میں اس وقت وہاں موجود نہ سہی، لیکن میرا نمائندہ تو تمھارے

پاس موجود ہے - ابھی تو وہ اندھیری کوٹھری میں اِدھر اُدھر لڑھکتا اور ہاتھ پیر ہی مارتا ہے - تھوڑے دنوں میں چیخ چیخ کر تمھارے کانوں کے پردے بھی پھاڑے گا -

بہت بہت پیار - تمنا اور آرزو کے ساتھ

تمھارا ہی

بنے

ممی اور ڈیڈی کو آداب - ڈکلی بی کو پیار

بنے

سنٹرل جیل لکھنؤ

یکم جولائی

میری پیاری بیوی۔ اب تک جب سے تم گئی ہو تمھارے سب خط مجھے مل گئے تمھارا آخری خط ۲۵ رجون کو لکھا ہوا مجھے کل صبح ملا۔ میں اب تک تم کو تین خط بھیج چکا ہوں، اور یہ چوتھا ہے۔ اگر کوئی خط نہ ملا ہو تو لکھو تاکہ میں اس کے بارے میں انکوائری کروں۔ ہاں تمھارے بھیجے ہوئے دونوں رسالے "ادبی دنیا" اور "نیا ادب" مجھے اب تک نہیں ملے۔ معلوم نہیں کیا بات ہے۔ شاید ایک دو روز میں ملیں۔ آئندہ سے یہ کرنا کہ ایسی چیزیں وزیر منزل بھیج دیا کرو۔ وہاں سے یہاں آجائیں گی۔ اس قسم کے رسالے اکثر راستے میں شوقین حضرات بلا تکلف چرا لیتے ہیں۔

مجھے ابھی تک صحیح علم نہیں کہ ہفتہ میں کے بار تم کو خط لکھ سکتا ہوں اور میرے خطوں کی کہاں کہاں سنسرشپ ہوتی ہے۔ آٹھ آٹھ دس دس دن میں اجمیر خط پہنچنے کے تو یہ معنی ہیں کہ کم از کم تین بار سنسر ہوتے ہیں۔ دو مرتبہ اس کنارے اور ایک دفعہ وہاں۔ بہرحال اب اس کا کیا رونا۔ این ہمہ اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر۔ جیسا

میں نے تمھیں لکھا۔ ہر خط میں رسید سے مطلع کر دیا کرو۔ تمھارے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک صرف ایک ہی خط تمھیں ملا۔ اس درمیان شاید وہ اور مل گئے ہوں۔ خیر یہ قصہ چھوڑتا ہوں۔

کل ڈیڈی مجھ سے ملنے آئے۔ اور وہاں کی تمام باتیں بتائیں۔ کل صبح وہ مجھ سے مِل کر وزیر منزل گئے ہوں گے۔ یہاں معلوم نہیں کہاں ٹھہرے ہیں۔ آج یا کل شاید الہ آباد جائیں۔ آج علّن بھیا اور بڑی بھابی کی بھی شملہ سے آنے کی خبر تھی، ڈیڈی کو بھی علّن بھیا سے ملنا ہے۔

حسو باجی کا بڑا بچہ رضو تو اب قریب قریب اچھا ہے لیکن چھوٹو بے چارے کی طبیعت ابھی خراب ہے۔ کلائیڈ کا علاج ہو رہا ہے۔ بڑی باجی نینی تال سے آئی ہیں اور اب تک مقیم ہیں۔

لکھنؤ میں اس سال بارش معمول سے کم ہو رہی ہے۔ لیکن آج کئی دن بعد خوب زور شور سے پانی برسا جس کی وجہ سے ٹمپریچر گھٹ گیا اور اس برسات میں تمھاری طرح مجھے بھی پارسال الہ آباد کی برسات بار بار یاد آتی ہے۔ اس وقت رات ہے، دس بجے ہیں اور میں اپنی کوٹھری میں بیٹھا تمھیں لکھ رہا ہوں۔ باہر بڑی کالی رات ہے۔ پانی رُک گیا ہے، ہوا بند ہے۔ مینڈکوں کی غیں غیں کی آواز آ رہی ہے اور دور اسٹیشن سے ریل کی سیٹی کی! یہ بھی کچھ عجیب موسم ہوتا ہے۔ گھڑی میں کچھ گھڑی میں کچھ۔ اس موسم کی گھٹاؤں کی طرح کبھی دل پر پرانی یادوں کے بادل چھا جاتے ہیں، کبھی ٹھنڈی ہوا سے گرمی کے مارے ہوئے جسم میں تازگی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور کبھی بجلی کی طرح آئندہ آنے والی مسرتیں دل و دماغ میں کوند جاتی ہیں اور اس

آسمانی دوڑ میں، اس روشنی میں تمھارا ہنستا ہوا چہرا جھلک اُٹھتا ہے!

میری جان میرے اتنی دور ہونے سے ایسے وقت میں جب کہ تمھارے پاس ہونا میرا فرض تھا۔ تم گھبرانا مت۔ اس لئے کہ میرا خیال، یادیں، اور صدہا محبتیں تمھارے پاس ہیں، تمھارے چاروں طرف لپٹی ہوئی ہیں۔ تمھیں ہر طرف سے گھیرے ہیں۔ بس یہ تم یاد رکھو، ہر وقت اور ہر دم!

اور اس جیل خانے کا کام؟ گرمی کم ہونے کی وجہ سے پڑھنے لکھنے کی رفتار ذرا بڑھ گئی ہے۔ دو تین دن سے اُسی کتاب کے نوٹ بنا رہا ہوں۔ اُمید ہے کہ اس ہفتہ پہلا باب لکھ کر ختم کر دوں گا۔

دو دن ہوئے اخبار میں دیکھا تھا کہ قلیدی والے معاملے کا سمجھوتہ ہو گیا، اور اُنھیں کافی کامیابی بھی ہوئی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ میاں فیض بھی رہا ہو گئے ہوں گے۔ اس لئے آپ اپنا رنج و افسوس اب واپس لے لیجئے۔ اور اُن کا میرے پارلیمنٹ دوست سے موازنہ کیجئے!

آفاق صاحب تم کو تسلیم کہتے ہیں، کل اُن کے مقدمے کا فیصلہ سنایا جائے گا۔ اگر چھوٹ گئے تو اجمیر وغیرہ زیارت کے لئے جائیں گے!

ڈکی بی بی کو میری بہت بہت دعائیں۔ اور ممی کو آداب۔ بھئی اُن کو میرے لئے اتنا پریشان نہ ہونا چاہیئے، اور نہ اتنی دعائیں، نمازیں اور وظیفہ خوانی کرنی چاہیئے کیونکہ آج کل جب اتنی بڑی لڑائی چل رہی ہے تو بے چارے اللہ میاں کو ان باتوں کے سننے کی کہاں فرصت ہے۔ خیر یہ مذاق تھا، مگر تم اُن سے کہہ ضرور دینا کہ پریشان نہ ہوں۔ یہ تمام قصّے زیادہ دیر تک جاری نہیں رہیں گے۔

اپنے بھائیوں کو سلام و دعا کہنا

بہت بہت پیار کے ساتھ

تمھارا

بنے

مکرر یہ ہے کہ شربت، مٹھائی وغیرہ ملے۔ بہت شکریہ، بہت اچھے اور مزے کے ہیں، خاص کر بادام کا شربت۔

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۴ر جولائی سنہ [illegible]ء

میری محبوبہ تمہارے خط کم نہ ہونے چاہئیں۔ ایک پرسوں ملا۔ ۲۰ر جون کا لکھا۔ میں تین دن ہوئے ڈیاڑی سے ملنے کے بعد تم کو خط لکھ چکا ہوں۔ اب یہ بات طے سی ہوگئی ہے کہ میں دو خط فی ہفتہ یہاں سے لکھ سکتا ہوں۔ لیکن خط آنے میں کوئی دشواری نہیں ہونی چاہیئے۔ جتنے خط بھی تم چاہو بھیجو۔ مجھے اور بھی زیادہ خوشی ہوگی۔ لیکن تمہارے بھیجے ہوئے رسالے ابھی تک مجھے نہیں ملے۔

تو وہاں تم کو لحاف اوڑھنا پڑتا ہے۔ یہاں تو ابھی تین چار مہینے اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ گرمی پہلے سے کم ضرور ہے لیکن نمی اور گرمی ساتھ ساتھ بڑی تکلیف دہ ہو سکتی ہے۔ جہاں ذرا ہوا بند ہوتی ہے، بدن پسینے پسینے ہو جاتا ہے۔ تین دن سے پھر پانی نہیں برسا۔ آج دن کو تو ٹھنڈی ہوا چلی، لیکن اب پھر گرمی بڑھ گئی ہے۔ بہرحال اب حالت ناقابلِ برداشت نہیں ہے۔

آج تو دن کو میں خوب سویا۔ بات یہ ہے کہ آج کل یہاں آم بہت اچھے

ہوتے ہیں۔ دسہری، سفیدے وغیرہ۔ اور میں دن کے کھانے کے ساتھ تین چار آم کھا لیتا ہوں۔ پھر تو کھانے کے آدھ گھنٹے بعد نیند کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ آنکھیں کھلی رکھنی دشوار ہو جاتی ہیں۔ عام طور سے میں ساڑھے آٹھ نو بجے نہا دھو کر نلتے سے فارغ ہو کر اخبار ختم کر کے پڑھنے کی میز پر بیٹھ جاتا ہوں۔ اتنے میں گھر سے کھانا آجاتا ہے۔ کھانا کھا کر دس پندرہ منٹ اِدھر اُدھر ٹہل کر یا گپ کر کے کوئی کتاب یا اخبار لے کر لیٹ جاتا ہوں، ڈھائی بجے تک۔ پھر ڈھائی بجے سے پانچ بجے تک اسٹڈی۔ پھر پانچ بجے چھٹی۔ ناشتہ، بیڈمنٹن، تاک، نہانا، کھانا، پھر جیل قدمی۔ اس کے بعد نو بجے رات سے ساڑھے گیارہ بجے رات تک پڑھنا یا تم کو خط لکھنا۔ یہ آج کل کا پروگرام ہے۔

کل آفاق صاحب بچارے کا فیصلہ سنایا گیا۔ تم نے اخباروں میں دیکھا ہوگا۔ بڑی سخت سزا ہوئی، بچارے نہایت پریشان ہیں، اور ظاہر ہے کہ اس کی وجہ بھی ہے۔ کل ضمانت کی درخواست دیں گے، اور پھر چیف کورٹ میں اپیل ہوگی۔ لیکن اب وہ اس جیل میں نہ رکھے جائیں گے۔ غالباً ایک یا دو دن میں اِن کا یہاں سے فیض آباد کے جیل میں تبادلہ ہو جائے گا۔ کہہ رہے تھے کہ اپنی کی بحث کے لئے بابا کو انگیج کریں گے۔

"مریخ" کی چہل پہل کا حال پڑھ کر خوب ہنسی آئی۔ میں سمجھ سکتا ہوں کہ اس غریب کی اس قیدِ تنہائی میں کیا حالت ہو گی۔ میرے لئے تو خیر کچھ کمپنی ہے بھی۔ وہ تو غریب بالکل اکیلا ہے۔ کیوں نہ ہاتھ پیر مارے۔

اب تمہاری طبیعت تو بالکل اچھی ہے نا؟ تمہارے اجمیر پہنچ جانے سے میں بہت مطمئن ہوں۔ وہاں تمہاری مناسب نگہداشت ہو گی، اور تمہارے لئے ہر طرح کا آرام

اور سکون بہم پہنچے گا۔ یہاں تو میں اپنے کو بے بس محسوس کر کے بہت گھبراتا تھا اور ذرا ذرا سی بات میں تم کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچ جاتی تھیں۔

پیرول کی درخواست تم نے روک کیوں لی۔ تم تو اپنی طرف سے بھیج ہی دو۔ میں بھی اب کے دو شنبہ کو بھیج دوں گا۔

علن بھیا اور بھابی شملے سے واپس آ گئے۔ ڈیڈی غالباً اُن سے بھی ملے ہوں گے۔ لیکن میں ابھی علن بھیا سے مل نہیں سکا۔ غالباً پرسوں اتوار کو وہ آئیں گے۔

دیکھو تم نے اپنی تصویر مجھے نہیں دی۔ آخر وہ سب تصویریں کہاں کھو گئیں۔ اگر کسی طرح مل جائیں تو بھیج دو۔

یہ تم میں کون سا جادو ہے کہ اتنی دور ہو کر، ہر طرف میرے دل کے ہر کونے میں، اور آنکھوں کے ہر منظر میں، چاروں طرف دکھائی دیا کرتی ہو۔

اچھا پیاری اب خدا حافظ۔

تمھیں × ۱۰۰۰۰ بار پیار

تمھارا

بنے (ضرب ہے جوڑ نہیں)

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۰ر جولائی

میری پیاری بیگم، کیسی ہو، تمھارا ۱۲ر جولائی کا خط مجھے ۵ر کو ملا۔ چونکہ میں گذشتہ ہفتہ تمھیں دو خط بھیج چکا تھا، اس لئے اس ہفتہ لکھ رہا ہوں۔ گورنمنٹ نے ہم ڈیٹنوزس کے واسطے جو قواعد بنائے ہیں وہ تیار ہو کر آ گئے ہیں۔ جیل کے عہدہ دار کہتے ہیں کہ وہ "خفیہ" ہیں، لہذا ہم لوگوں کو دکھلائے نہیں گئے خوش عقیدہ لوگوں کا خیال تھا کہ ڈیٹنوز کی جیل کی زندگی میں ان قواعد کی رو سے کچھ نئی سہولتیں پیدا ہوں گی، اور ہم لوگوں کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا جائے گا۔ جیسا پہلے نظر بندوں کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ لیکن فی الحال تو ان قواعد کا اثر یہ ہے کہ جو سہولتیں اب تک تھیں، ان میں سے بھی اکثر میں کمی ہو گئی۔ مثلاً اب خطوں میں پہلے سے زیادہ دیر لگا کرے گی۔ کیونکہ بجائے جیل کی سنسر شپ کے براہ راست پولیس کی سنسر شپ ہو گی۔ دوسری بات یہ کہ میرا (NATIONAL HERALD) اب بند کر دیا گیا ہے حالانکہ میں خود دام دے کر اُسے منگواتا تھا۔ معلوم نہیں یہ گورنمنٹ کی

منشا سے ہوا یا جیل کے عقل مند عہدہ داروں کی "خیر خواہی" کا نتیجہ ہے۔ بہرحال اُن کا تو یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ سیاسی قیدیوں پر جتنی زیادہ پابندیاں عاید کریں گے۔ اُن کی اتنی ہی زیادہ بھلائی ہو گی، کیا حرج ہے اگر کسی کی "ترقی" ان باتوں کی وجہ سے ہو جائے۔ نیشنل ہیرلڈ بند ہونے سے میری حب الوطنی کا چراغ بجھ نہ جائے گا!

کل اور آج یہاں عجیب تکلیف دہ سی گرمی رہی۔ ٹمپریچر زیادہ نہ تھا۔ آسمان پر بادل تھے۔ مگر ہوا میں نمی ہونے کی وجہ سے گرمی کا اثر جسم پر ایسا ہوتا تھا جس سے طبیعت مضمحل سی تھی۔ میرے گلے میں کچھ درد بھی تھا (جو آج بالکل غائب ہے)، میں نے اپنی تمام بھاری قسم کی کتابیں تیار کر دی ہیں اور شیلے اور بائرن پڑھتا رہا۔ شیلے کا مجموعہ کلام بھی عجیب انمول خزانہ ہے۔ انگلستان کا انقلابی شاعر اپنی زندگی کے دوران میں کتنا مظلوم رہا اور آج بھی کالجوں میں اس کے کلام کا وہی حصہ پڑھاتے ہیں جس میں انقلابی عنصر ہوتا ہی نہیں یا بہت کم ہوتا ہے۔

پرسوں اخبار میں میاں شوکت کی تصویر پنڈت جواہرلال اور عبدالغفار خاں کے ساتھ دہلی کے اسٹیشن پر دیکھی۔ تم نے بھی دیکھی؟ اب تو شوکت کی شکل بالکل ڈاکٹر انصاری مرحوم کی سی ہوتی جارہی ہے۔ وہی مونچھیں اور اسی طرح گھڑی کا چلن جیب میں ڈالے ہوئے! تم شوکت یا زہرہ کو کبھی خط لکھو تو میرا پیار ضرور لکھ دینا نہیں معلوم امتیاز اور اُن کی بیوی کیسے ہیں؟ وہ یہاں پر تو پیرس کی بربادی سے غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو گا۔

پتہ نہیں ڈیڈی اجمیر پہنچ گئے یا ابھی اِدھر ہی ہیں۔ کل انوار کو علن بھیا مجھ سے ملنے آنے والے تھے۔ مگر کسی وجہ سے نہ آسکے۔ اگر آتے تو اُن سے ڈیڈی کا کچھ حال

معلوم ہوتا۔

بیگم صاحب! تم کو اپنی چہل قدمی تو بند نہ کرنی چاہیئے۔ زیادہ نہیں ہو سکتی تو تھوڑی ہی سہی۔ تمہاری ڈاکٹرنی بھی غالباً تمھیں یہی صلاح دے۔ تم نے اپنے اس خط میں لکھا ہے کہ دسویں جولائی کے بعد کسی دن بھی ولادت ہوگی۔ حالانکہ پہلے اگست کے دوسرے ہفتے کا خیال تھا۔ یہ کیا گڑبڑ ہے بھئی۔ کیا اگست کے بدلے جولائی لکھ گئیں؟ آج کل تم کیسی لگتی ہو؟ جیسی یہاں سے جانے کے وقت تھیں یا اب اور "بڑھ" گئیں؟ آج کل تو چوبیسوں گھنٹے تم یاد آتی ہو۔ اور عجیب بات یہ کہ کبھی کبھی تو تمہاری ہنسی کی آواز کانوں میں آنے لگتی ہے۔ میری جان سے زیادہ پیاری! تم گھبرانا بالکل مت اور پریشان نہ ہونا۔ اپنے ماں باپ بھائی بہنوں سے مل کر خوب خوش رہنا ہم دونوں جو اس وقت جدا ہیں اس کی مدت زیادہ نہ ہوگی، اور اسی دوری کی وجہ سے تم دل میں ایسی پیوست ہوگئی ہو جیسے جسم میں جان یا رگوں میں خون اور اس کے معنی یہ ہیں کہ جب ہم پھر ملیں گے تو اپنی زندگی کو پہلے سے کہیں زیادہ گہری، خوبصورت اور دلآویز بنا سکیں گے۔ ہے نا یہی بات؟

بہت بہت پیار اور بار بار پیار

تمھارا بنّے

صبح ۹ رجولائی:۔ ابھی ابھی تمھارا رقعہ ملا۔ ۵ رجولائی کا لکھا۔ حیرانی ہے کہ گذشتہ ہفتے کے بھیجے ہوئے دو خط تمھیں اب تک نہیں ملے۔ یہ سنسر شپ کے کرتوت ہیں۔ میں تمھیں دو خط ہفتہ وار بلا ناغہ بھیجتا ہوں۔

لکھنؤ سنٹرل جیل

۱۵ ر جولائی (رات) سنہ ۴۳ء

میری بہت پیاری۔ تمھارے ۹ ر اور ۱۰ ر جولائی کے خط مجھے جمعہ کو ملے۔ اور یہ معلوم کر کے کہ میرے پہلی اور چوتھی جولائی کے خطوط تمھیں مل گئے۔ کسی قدر اطمینان ہوا۔ اِن دو خطوں کے بعد دو خط اور گذشتہ ہفتے لکھے تھے جو اُمید ہے کہ اس خط کے پہنچنے تک مل جائیں گے۔ تمھارے خطوں کا جواب پہلے ہی لکھ دیتا لیکن ہفتہ گذر جانے کا انتظار تھا۔ اب میں تم کو ہر ہفتہ منگل اور جمعہ کو خط لکھا کروں گا۔ غالباً دن مقرر کر لینے سے تم کو بھی مقررہ وقت پر مل جایا کریں۔ میں نے ڈپٹی کمشنر کے یہاں بھی کہلا دیا ہے کہ میرے خطوں کو خواہ مخواہ نہ روکا جائے، اور سنسر وغیرہ کر کے جس دن میں یہاں سے بھیجوں، اسی دن روانہ کر دیئے جایا کریں، دیکھیں اس بات کا کیا اثر ہوتا ہے۔

تمھارے پاؤں کے ورم کا کیا حال ہے، اور عام صحت کیسی ہے؟ بلڈ پریشر دیکھنے کی ضرورت کیوں پڑی؟ اور اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ یہ تم نے نہیں

لکھا۔ آج نورو میاں کو مجھ سے ملنے کی اجازت مل گئی وہ آگئے تھے اور اُن کے ساتھ کمن بھابی بھی تھیں۔ نورو نے بتایا کہ بابا ابھی تک بمبئی میں ہیں۔ مجھے پیرول درخواست کے لئے بابا کا انتظار تھا۔ لیکن اب چونکہ دیر زیادہ ہوتی جارہی ہے اس لئے کل لکھ کر دیدوں گا۔ اس بات کی اُمید بہت کم ہے کہ منظور ہوگی، لیکن پھر بھی درخواست دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اُمید ہے کہ تم نے بھی بھیج دی ہوگی۔

ڈیڈی واپس پہنچ گئے ہوں گے۔ اور اُن سے تمھیں یہاں کے سب حالات معلوم ہوئے ہوں گے۔ اُمید ہے کہ اُن کی طبیعت اچھی ہوگی۔

آج لکھنؤ میں اس برسات کی پہلی زور شور کی بارش ہوئی۔ ابھی تک یہاں نارمل سے ساڑھے چھ انچ کم پانی برسا، اور لوگوں کو کال پڑنے کا ڈر پیدا ہو چلا تھا، لیکن آج دن بھر خوب پانی برسا، اور گھنٹوں بادل بھی گرجے۔ اس کی وجہ سے گرمی بہت کم ہوگئی ہے۔ اور اس وقت ہماری کوٹھری میں بغیر پنکھے کے بھی خفیف سی خنکی ہے۔ لیکن یہ بارش خنکی اور اس وقت رات کو پھٹے بادلوں میں سے آدھے چاند کا چمکنا کس کام کا۔ جب میری سب سے پیاری میرے پاس نہیں ہے۔

تم میرے دُبلے ہونے کے خیال سے مت ڈرنا۔ میں کافی کھاتا پیتا اور ورزش کرتا ہوں۔ زندگی باقاعدہ ہے اور ہر بات کے اوقات مقرر ہیں۔ اس کی وجہ سے سرکار بہادر اور اُن کے وفادار افسروں کی عنایتوں کے باوجود جن کو مجھے کوٹھوں میں بند کئے بغیر چین نہیں پڑتا۔ میں اچھا ہوں اور اُمید

کرتا ہوں کہ اچھا ہی رہوں گا۔

تم نے اپنی تصویر کسی خط میں رکھ کر تو نہیں بھجوا دی۔ ایسی غلطی نہ کرنا، معلوم نہیں کہاں کہاں خط کھلتے ہیں۔ اول تو میں یہ نہیں چاہتا کہ تمھاری تصویر اِدھر اُدھر ماری پھرے دوسرے اس کے کھوئے جانے کا بھی خطرہ ہے۔ تم اسے مُنّے بھیلے کے خط میں رکھ کر اُن کو بھیج دو۔ وہ مجھے دیدیں گے۔ اس طرح سے اگر کوئی اردو کا رسالہ بھی بھیجو تو وزیر منزل بھیج دینا۔ وہاں سے میرے پاس بھیج دیا جائے گا اور مجھے بحفاظت مل جائے گا۔

تمھارے ۱۰ر جولائی کے خط میں لکھا تھا کہ میرے اس فقرے پر کہ "تم وہاں اچھی طرح ہو اور مجھے اطمینان ہے"، تمھیں دلی صدمہ پہنچا۔ میری حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی اور بہت رنج ہوا کہ اس بات کے تم نے کتنے دور دراز معنی نکالے، جو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھے۔ میں نے تو اس وقت کی حالت کا اظہار کیا تھا۔ نہ کہ اپنی مشترکہ زندگی کے مستقبل کا پروگرام تجویز کیا تھا۔ بس جناب ذرا ذرا سی بات کو پکڑ کر اس کے اُلٹے سیدھے معنی نہ نکالئے اور اپنے دلی رنج کو نکال کر "آنا ساگر" کی موجوں میں غرق کر دیجئے۔ آج کل برسات میں وہ کافی بہار پر ہوگا۔ واہ وا - یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ اور یہ میں آخر کتاب کس کے لئے لکھ رہا ہوں۔ تمھیں سُن کر خوشی ہوگی کہ وہ ایک تہائی یعنی تقریباً ۵۰ صفحے کے قریب ہو چکی ہے۔ ڈیڑھ سو صفحے سے کچھ زیادہ ہوگی اور اس طرح کی تین کتابیں اس پورے مضمون کو کور کریں گی جس پر میں نے لکھنا شروع کیا ہے۔ الغرض جب تم مع اہل و عیال کے یہاں تشریف لاؤگی تو تمھارے لئے کافی مصالحہ تیار رہے گا۔

میری پیاری تم گھبراؤ مت۔ پریشان نہ ہو۔ اپنے دل سے فکر کو نکال

پھینکو۔ اچھا زمانہ آنے والا ہے۔ یہ کڑے دن اور اکیلی راتیں جلد بیت جائیں گے۔ میرے لئے تو یہ خیال کہ تم میرے ساتھ ہو، اس مشکل اور تکلیف کے وقت میں تکلیف کو بدرجہا گھٹا دیتا ہے مشکل کو بہت کم کر دیتا ہے۔

بے انتہا پیار کے ساتھ

تمھارا

بنّے

مگر آج نورو میاں نے بتایا کہ مجاز تو بالکل اچھے ہیں۔ ننی تال میں تھے اور ان سے بات چیت ہوئی تھی۔ نورو کو تو معلوم بھی نہیں تھا کہ مجاز کا دماغ مختل ہو گیا تھا۔ یہ خبر سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ چلو تمھارا شاعر بچ گیا۔ مبارک باد!

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۹ر جولائی ۱۹۴۳ء

میری جان! تمہارے دو خط جو اجمیر سے ۹ر اور ۱۱ر جولائی کو چلے تھے ۱۴ر کو ملے، اور میں ان دونوں کی رسید تم کو اپنے پندرہ جولائی کے خط میں بھیج چکا ہوں۔ تعجب ہے کہ پانچ دن سے تمہارا کوئی خط کیوں نہیں آیا۔ امید ہے تمہاری طبیعت اچھی ہوگی۔

پرسوں میں نے کرنل جعفری صاحب کو پیرول کی درخواست دے دی تاکہ وہ اسے فوراً یو۔پی گورنمنٹ کو روانہ کردیں۔ اس میں میں نے یکم اگست سے ۳۱ر اگست تک کے لئے پیرول پر رہائی کی اجازت مانگی ہے۔ میں نے لکھا ہے کہ اس مدت کے لئے ضمانت وغیرہ دینے کے تیار ہوں اور چھوٹنے پر پہلی ٹرین سے اجمیر جاؤں گا، اور کل مدت وہیں رہوں گا۔ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ میں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میری بیوی کی حالت معلوم کرنے کے لئے گورنمنٹ اجمیر کے سول سرجن کا سرٹیفکٹ حاصل کرسکتی ہے۔ بہرحال مجھے امید کم ہے کہ یہ سرکار انسانیت

کا ذرا سا بھی اظہار کرے اور غالباً تکلیف کا یہ زمانہ تمھیں میرے بغیر ہی گذارنا پڑے
لیکن میری جان، میری تمام تمنائیں اور آرزوئیں تمھارے ساتھ ہیں، اور میں اس
اُمید پر زندہ ہوں کہ جلدی سے اس مرحلہ سے فارغ ہوکر تم "دونوں" یہاں آکر
مجھ سے ملو۔

اس کے علاوہ کوئی اور بات کہنے کی نہیں ہے۔

بابا ابھی یہاں نہیں ہیں۔ شاید الہ آباد میں ہیں۔ ایک دو دن میں آئیں گے
میری طبیعت اچھی ہے، اور "مزاج" بھی اچھا ہے، آج کل لکھنے کی مشغولیت
رہتی ہے، اور اس محنت کے بعد ایک طرح کی خوشی بھی ہوتی ہے کہ اس بیہودہ اور
روح فرسا جگہ میں کم از کم میرا دماغ اتنا تو صحیح ہے کہ تھوڑا بہت کوئی اچھا کام
کیا جا سکتا ہے۔ اگر گرمی اور بند ہونے کی تکلیف اور اُلجھن روز روز کی نہ ہوتی
تو شاید اس کام کی QUALITY بہتر ہوتی۔

میری جان سے زیادہ عزیز! تمھارا خیال ہر وقت دل و دماغ میں بسا
ہوا ہے۔

صرف تمھارا

بنے

ڈیڈی ممی کو آداب کہنا۔ اپنے بھائیوں اور ڈکی کو دعائیں۔

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۲۳ر جولائی ۱۹۳۰ء

میری اچھی پیاری "حسین" بیوی رضیہ۔ تم گھبراؤ بالکل نہیں۔ زندگی میں اونچ نیچ تو ہوتا ہی ہے۔ یہ جدائی زیادہ دیر تک نہیں رہے گی اور پھر جب ملیں گے تو یہ آج کل کی کم بخت جدائی اس وقت کی مسرت کو بڑھانے کا باعث ہو جائے گی۔

میں نے حسب دستور گذشتہ ہفتہ بھی تم کو دو خط بھیجے۔ منگل اور جمعہ کو۔ تعجب ہے کہ ۲۰ر جولائی تک تمھیں وہ خط نہیں ملے۔ اب سنسر کو کہاں تک سمجھائیں، خوشامدیں کریں، گالیاں دیں، یہ بد انتظامی ہے، ورنہ میرے خطوط میں "انقلابی مادہ" تو ذرا سا بھی نہیں ہوتا۔

پیاری تمھارے درد کا حال سُن کر بہت تشویس ہوئی۔ لیکن یہ معلوم کر کے کہ اب افاقہ ہے کچھ اطمینان ہوا۔ اب تھوڑے ہی دن میں یہ مرحلہ طے ہوا جاتا ہے۔ تمھیں تکلیف تو بہت ہو گی۔ لیکن یہ مت بھولنا کہ میں دل و جان سے ہر وقت ہر لحظہ، ہر دم تمھارے پاس ہوں۔ میرا جسم محبوس ہے تو کیا، اور مجھے تو یقین

ہے کہ سب کچھ بخیر و خوبی ہو جائے گا۔ اس لئے کہ وہ تمام حالات موجود ہیں جن کی ضرورت ہے۔ تمھاری صحت اچھی ہے اور بہترین ڈاکٹری انتظام ہے تو پھر گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں۔ اپنا دل مضبوط رکھنا پیاری، باقی سب ٹھیک ہو جائے گا۔

میں اچھا ہوں، کوئی خاص بات نہیں۔ کل منے بھیا ملنے آئے تھے تو اُن سے بہت باتیں رہیں۔ اب تو ملنے کا وقت بھی بیس منٹ سے بدل کر ایک گھنٹہ ہو گیا ہے۔ آج اس وقت (گیارہ بجے دن) بابا بھی ملنے آئے تھے، ان سے مل کر بہت خوشی ہوئی، کیونکہ ان کی صحت ان چھٹیوں میں کافی بہتر ہو گئی ہے۔ ان کی ناسازی طبیعت کی خبر غلط تھی۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ تمھاری فیس ادا کر دی گئی ہے اور یہ بھی کہ چچا صاحب نے کہا ہے کہ تم حاضری کا خیال کر کے پریشان مت ہونا۔ وہ (MATERNITY) کے لئے خاص رخصت دے دیں گے۔ اس پر کافی ہنسی ہوئی۔ افسوس کہ تم بھی اس ہنسی میں شریک ہونے کے لئے یہاں موجود نہ تھیں۔

کل سے خوب پانی برس رہا ہے۔ آج صبح کو اتنی ٹھنڈ تھی کہ میں نے شیروانی پہنی میرا لکھنے کا کام بدستور ٹھیک سے جاری ہے۔ یہ سُن کر تمھیں خوشی ہوگی۔ امید کرتا ہوں کہ ستمبر کے خاتمے تک میری تاریخ کا پہلا حصہ ختم ہو جائے گا، یعنی دو سو صفحے کی کتاب۔ اس کے بعد دوسرا حصہ اور پھر تیسرا، چاہے جیل کے اندر رہوں یا اگر اس وقت تک رہائی کی کوئی صورت نکلے تو باہر رہ کر اس کام کو ضرور ختم کر دوں گا۔ اب جب تم یہاں آؤ گی تو اس کتاب کی (BUSINESS SIDE) طے کی جائے گی۔

اگلے خط میں لکھنا کہ زچگی کے کام کے لئے ڈاکٹرنی اور ہسپتال کی فیس کیا طے ہوئی

ہے۔ تاکہ میں اس کا انتظام کروا دوں۔ ڈیڈی کا مزاج کیسا ہے۔ لکھو، اور تمھارے بھائی صاحبان سب اچھے ہیں؟ اور تمھاری بہن یعنی بی ڈکلی آخر وہ مجھے خط کیوں نہیں لکھتیں۔ کہنا کہ ابھی تو وہ بہت چھوٹی ہیں۔ اگر لکھیں گی تو کسی کو گمان نہ ہوگا کہ نامۂ محبت ہے۔

اچھا پیاری اب دو دن کے لیے رخصت۔ جمعہ کو پھر تمھیں خط لکھوں گا اور امید ہے کہ اس اثنا میں میرے سب خط تمھیں مل گئے ہوں گے۔

آخر میں ایک بہت ضروری بات کہنا چاہتا ہوں جسے مہربانی کرکے بھولنا مت، اور وہ یہ کہ میں تم پر دل و جان سے مرتا ہوں۔

پیار سو ہزار بار

تمھارا

بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۲۶ر جولائی ۱۹۳۲ء

جان جہاں! تمہارے خط ملے، اندر پرسوں والے خط سے یہ معلوم کر کے کہ آخرش میرے خط تم کو مل گئے۔ اگرچہ ایک ہفتہ بعد کبھی قدرے اطمینان ہوا، حتی المقدور خط وقت سے پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن نامہ بر کو کیا کروں کیا میرے خط اتنے لمبے یا دلچسپ ہوتے ہیں کہ سنسر کو پڑھتے پڑھتے کئی دن لگ جاتے ہیں۔ تمہاری تکلیف کا حال معلوم کر کے تشویش ہوتی ہے۔ مگر پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ تو ہر عورت کو برداشت ہی کرنا پڑتی ہے۔ ابھی تک عقل انسانی نے اس تکلیف پر قابو پانے کی صورت نہیں نکالی۔ یہ کافی تعجب کی بات ہے بلکہ تہذیب و تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ یہ تکلیف غالباً بڑھ ہی گئی ہے۔ غیر مہذب اور وحشی قبائل کی عورتوں کو درد زہ بہت کم ہوتا ہے تو بیگم! تم کو جو اتنی پریشانی ہو رہی ہے تو اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تم گریجویٹ ہو اور آدھی ایم اے ہو۔ یہی خیریت ہے کہ پوری ایم اے نہیں ہو، ورنہ کیا معلوم

شاید اور زیادہ تکلیف ہوتی۔ خیر جی تم زیادہ پریشان نہ ہو۔ چند روز کی بات ہے پھر یہ تکلیف خوشی سے بدل جائے گی!

تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ برسات میں بچہ پیدا ہونا ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہندوستان کی ایک بڑی برگزیدہ اور دلچسپ ہستی کی ولادت اسی موسم میں ہوئی تھی۔ یاد کرو کہ جب کرشن جی پیدا ہوئے تھے تو رات کے بارہ بجے تھے اور پانی موسلا دھار برس رہا تھا، سخت طوفانی موسم تھا۔ اسی وجہ سے تو اُن بے چارے کی جان بچ گئی ورنہ اُن کی ماں پر تو پہرہ بٹھا دیا گیا تھا۔ باقی قصہ تو تم جانتی ہی ہو اور اگر نہ جانتی ہو تو اپنی اماں جان سے پوچھنا۔ تمہارا بچہ تو ایسے طوفان میں پیدا ہو رہا ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ ساری دنیا کی عمارت ڈگمگا رہی ہے اور اس کی ماں نہیں بلکہ باپ بیمار ہے!

کل یہاں ایک گھنٹہ اتنی سخت بارش ہوئی جیسی آج تک اس سال نہیں ہوئی۔ تمام جیل خانہ جل تھل ہو گیا۔ اور ہماری چھت خوب ٹپکی۔ خیریت ہوئی کہ دن تھا اور وہ گوشہ جس میں پلنگ تھا محفوظ رہا۔ آج سنتے ہیں کہ چھتوں کی مرمت کی جائے گی۔

تین چار دن سے میں نے کچھ لکھا نہیں ہے بلکہ نوٹ تیار کر رہا ہوں۔ آج کتاب کی لکھائی پھر شروع کروں گا۔ کل سوچ رہا تھا کہ اس کتاب کو تمہارے اس طریقے پر معنون کروں گا۔ "اپنی محبوبہ کے نام جس کے طعنہ اور تشنیع کے بغیر یہ کبھی نہ لکھی جاتی"۔ ٹھیک ہے نا؟ بھئی یہ تو پرانی مثل ہے کہ "ہر فرعون را موسیٰ" تو گویا تم ہماری کلیم اللہ ہو۔

میں نے اپنے گذشتہ خط ۲۳ر جولائی والے میں تمھیں لکھا تھا کہ تمام اخراجات کا اندازہ مجھے لکھ دینا۔ اس کی طرف پھر توجہ دلاتا ہوں۔

آج کل یہاں ایک ہندی ماسٹر، پنڈت جی سے ہفتہ میں دو مرتبہ ہندی کا سبق لیتا ہوں۔ کافی تیزی سے سیکھ رہا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ جلدی ہی اچھی ہندی جان جاؤں گا۔ ایک ڈکشنری ہندی کی منگوائی ہے اور ایک ماہوار رسالہ "ہنس" (بنارس) جو جیل کی طرف سے ملتا ہے، وہ بھی پڑھتا ہوں، لیکن لکھنے کی ابھی بالکل مہلت نہیں۔ کاپی منگوائی ہے، اس کی بھی مشق کروں گا۔

تمھاری پیاری دوست اُمتہ الحفیظ کی شادی ہوگئی؟ تم نے پچھلے خط میں لکھا تھا کہ اُن کی منگنی ہوگئی ہے۔ میری طرف سے اُن کو پوچھنا۔

اچھا میری جان! اب تمھیں دوشنبہ یعنی ۲۹ر جولائی کو پھر خط لکھیں گے اس لیے تین دن کے لیے چھٹی دے دو۔ لیکن یہ کہے دیتا ہوں کہ اس درمیان بھی تم بدستور میرے دل و جان کی ملکہ بنی رہو گی۔

بہت سا پیار
تمھارا
بنّے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۳۰ر جولائی سنہ ۴۳ء

میری پیاری، میری جان! تمہارا آخری خط جو تین دن ہوئے ملا تھا، بہت مختصر سا تھا جس میں تم نے لکھا تھا کہ تمہاری طبیعت اچھی نہیں ہے۔ اس لئے اور زیادہ نہیں لکھ سکتیں۔ پھر لکھوں گی۔

اب کیسی ہو پیاری! کل شاید تمہارا کوئی اور خط مجھے ملے۔ اور اُمید ہے کہ اس درمیان تمہاری طبیعت ٹھیک ہوگئی ہوگی۔ ڈیڈی سے کہہ دینا کہ اگر کوئی خاص بات ہو تو بذریعہ تار مجھے اطلاع دے دیں۔ یہاں اگر تار دن کو آگیا تو اسی دن مجھے دے دیا جائے گا۔ اب تو ہر لمحہ تمہارا ہی خیال رہتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ منٹ منٹ پر تمہاری خیریت معلوم ہوا کرے۔ جس دن تمہاری طبیعت اچھی نہ ہو تو ڈیڈی سے کہہ دیا کرو کہ مجھے لکھ دیا کریں۔ آخر انھوں نے اتنی مدت سے مجھے لکھا بھی تو نہیں ہے۔

آج مُنّے بھیّا ملنے آئے تھے۔ اُنھوں نے بتایا کہ انھیں INFORMAL

طریقے سے معلوم ہوا ہے کہ یو۔پی گورنمنٹ کو میرے اجمیر میں گھر پر رکھے جانے پر اعتراض نہ ہوگا۔ بشرطیکہ گورنمنٹ آف انڈیا بھی اسے منظور کرے۔ اور اجمیر گورنمنٹ مجھے وہاں رکھنے پر تیار ہو۔ تم ڈیڈی سے یہ بات کہہ دینا۔ ممکن ہے کہ اگر ادھر سے کوئی تحریک ہو سکے تو اس وقت یہ کام ہو جائے۔ میری پیرول کی عرضی غالباً گورنمنٹ آف انڈیا گئی ہے۔ اس کا ابھی تک کوئی جواب نہیں آیا۔

تم نرسنگ ہوم جاؤ گی تو وہاں اندازاً کتنے دن تک رہنا ہوگا۔ اس بیچ میں تمھاری ڈاکٹرنی اور ڈاکٹر نے بھی تو تمھیں دیکھا ہوگا۔ وہ لوگ کیا کہتے ہیں؟

آج کل تو اجمیر اور لکھنئو کا ٹمپریچر قریب قریب یکساں ہوتا ہے۔ لیکن وہاں کی راتیں یہاں سے کچھ زیادہ ٹھنڈی ہیں۔ بارش کا کیا حال ہے۔ یہاں تو تین دن سے پانی نہیں برسا اور اب تو اگر بھی برسے تو کہیں خطرہ نہیں کیونکہ یہاں کی چھتوں کی دوبارہ مرمت ہو گئی ہے۔

بابا ایک مقدمے میں حیدر آباد گئے ہیں۔ ۸ تاریخ کو انھیں ایک مقدمے میں جے پور بھی پہنچنا تھا۔ مگر شاید اب نہ پہنچ پائیں، لیکن اگست میں اُن کا جانا اس طرف ضرور ہوگا تو تم سے بھی ملیں گے۔

ممی کیسی ہیں؟ تم نے بہت دن سے اُن کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ آج کل تو خواجہ صاحب کے عرس کا زمانہ ہے۔ شاید ان کی نمازیں اور دعائیں اور بھی زیادہ ہو گئی ہوں۔ بھئی تمھاری ماں درحصل بڑی ہی اچھی بی بی ہیں میری طرف سے بہت بہت آداب عرض کرنا۔

یہاں کے حالات بدستور ہیں، کوئی نئی بات نہیں۔ سوا اس کے کہ میری کتاب

روز بروز آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

بھئی اب تو یہ جی چاہتا ہے کہ تم کہیں اس مرحلے سے نجات پا بھی چکو، تا کہ تمھاری روزمرہ کی بڑھتی ہوئی تکلیف کا خاتمہ ہو۔ اور پھر تم پہلی سی ہلکی پھلکی ہو کر ادھر ادھر گھومتی نظر آؤ۔ اگر تمھارے اوپر ایک عدد بچّے کا بوجھ لدنا ہی ہے تو کم از کم یہ تو ہو کہ جب چاہے اُسے پلنگ پر رکھ سکو۔ ہے نا؟ میری جان! میری دلنواز محبوبہ، تم گھبرانا نہیں اور اپنا دل چھوٹا نہ ہونے دینا۔ یہ مشکل کا زمانہ کٹ جائے گا۔ اس وقت تو بس یہ ضروری ہے کہ بخیر و خوبی اس تکلیف دہ مرحلہ سے فراغت حاصل کر لو۔ ہاں یہ سچ ہے کہ میرا جسم تمھارے پاس نہیں، لیکن میری تمام محبت، بے شمار آرزوئیں ہماری مستقبل کی مشترکہ زندگی کے درخشاں خواب۔ گذشتہ مسرتوں کی چمک دار یادیں، سب تمھارے ساتھ وابستہ و پیوستہ ہیں۔ اسے تم یقین مانو اور یہ بھی یاد رکھو کہ دنیا میں ایک دل ہے، میرا، جو بغیر تمھاری محبت کے سونا اور مردہ ہوتا۔ تمھاری محبت نے اُس میں جان ڈال دی ہے۔

بہت بہت پیار کے ساتھ

تمھارا

بنے

سنٹرل جیل

لکھنؤ ـ ۲ر اگست ۱۹۴۲ء

میری جان! تمھارے دو خط ۳۱ر جولائی کو، اور ایک بہت پیارا خط، جو تم نے فرطِ محبت سے وقت سے پہلے ہی لکھ دیا۔ مجھے کل ملے اور یہ سُن کر بڑی خوشی ہوئی کہ اس ہفتے میرے خط تمھیں نسبتاً جلد مل گئے۔ تمھارے خطوں سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس ہفتے تم اچھی رہیں اور کوئی غیر معمولی بات نہیں ہوئی۔ تم ہر خط میں اپنی صحت کے متعلق ضرور لکھا کرو، تاکہ حال معلوم ہوتا رہے۔ لکھنؤ میں بھی گذشتہ تین چار دن میں خوب پانی برسا۔ جب پانی برستا ہے تو کچھ ٹھنڈک ہو جاتی ہے، لیکن اس وقت شاید صبح کے ۱۰ بجے ہیں، بارش رک گئی ہے، اور بڑی گرمی ہو گئی ہے۔ یہاں کی چھت کے متعلق تم فکر نہ کرو۔ اس کی ہر دوسرے تیسرے ہفتے مرمت ہوتی ہے۔ لیکن پانی زور سے برسنے پر پھر رحمتِ الٰہی کی افراط سے کمرے میں بھی اکثر پہنچ جاتا ہے۔ ہاں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ پلنگ پر بھی پانی ٹپکا ہو۔ کتابوں پر تو میں اوپر نیچے کمبل ڈال دیتا ہوں اور پلنگ کو ٹپکے کی زد سے الگ کر لیتا ہوں۔ بھیگنے کا کوئی زیادہ خطرہ نہیں ہے۔

تم میری صحت کے بارے میں بالکل فکر نہ کرو۔ جب گرمی کے مہینے کٹ گئے تو اب تو اچھا زمانہ ہے۔ رات کو میں کھانا کم کھاتا ہوں اور پیاز اور سرکہ نقوی صاحب کی (WEAKNEAS) نکلے۔ انھوں نے آنے کے ساتھ ہی ایک پوری بوتل سرکے کی منگوا کر رکھ لی ہے۔ اور پیاز تو شاید سیروں ہی کھا ڈالی گئی۔ آج کل میں اور وہ ایک ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔ اُن کا کھانا یہیں پکتا ہے۔

جیل کی زندگی کی چھوٹی چھوٹی دلچسپیاں اور بڑی بڑی تکلیفیں بھی عجیب ہیں ذراسی بات پر بہت غصہ آجاتا ہے۔ ذراسی الجھن، معلوم ہوتا ہے دم گھونٹ دے گی۔ بات یہ ہے کہ زندگی اس قدر زیادہ محدود ہو جانے سے دل و دماغ بھی محدود ہو جاتے ہیں، مثال کی طور پر لو ——— آفاق صاحب کی عادت ہے کہ دن ریں ریں ریں ریں مناجات اور جگر کے بعض اشعار بار بار دہرایا کریں۔ نقوی صاحب کی عادت ہے کہ رات دن پلنگ پر پڑے پڑے دس پندرہ کتابیں بیک وقت پڑھتے ہیں، برابر میں جو اینگلو انڈین لڑکا رہتا ہے وہ بے چارہ ایک لمبا سا بید لئے تڑاتڑ مکھی اور مچھر مارا کرتا ہے، میں کس حماقت میں مبتلا ہوں، معلوم نہیں لیکن کوئی نہ کوئی اسی قسم کی مہمل عادت ضرور ہوگی جس کا اندازہ میرے ساتھ کے دوسرے قیدیوں کو ہو گا ——— خیریت یہی ہے کہ ہم لوگوں کو دوسرے قیدیوں کی طرح ایک بیرک میں رہنا نہیں ہوتا، بلکہ الگ الگ کوٹھریاں ہیں نہیں تو ضرور آپس میں جھگڑا ہو جائے۔

خیر اس قصے کو چھوڑو۔ یہ معلوم کر کے کہ تمھارے بھائی اس سال الہ آباد رہیں گے، بہت خوشی ہوئی، کچھ دن وہاں رہ کر دیکھنا۔ اگر تکلیف ہو تو اجمیر واپس چلی

جانا۔ اس سال نہیں تو آیندہ سال ایم۔اے کر لینا۔ بہر حال ابھی تو کچھ دن الہ آباد جا کر رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں معلوم ہوتا، اور کیا معلوم ممکن ہے کہ سیاسی حالات میں تبدیلی ہو اور میں بھی الہ آباد پہنچ کر تمھیں گلے لگا سکوں۔

میرا "مریخ" کیسا ہے! بدستور تمھیں لاتیں لگاتا ہے یا آج کل کچھ سکون ہے۔ میری پیرول کی درخواست کا ابھی تک کوئی جواب نہیں آیا۔ اور اس حکومت سے اُمید بھی یہی تھی۔ اب میں تو یہی معنی نکال رہا ہوں کہ درخواست منظور نہیں ہوگی۔ اور ہم اس برسات میں نہیں۔ اگلے سال برسات میں اجمیر میں ایک ساتھ ہوں گے۔ کیوں کہ میں برسات میں ضرور وہاں رہنا چاہتا ہوں، اور تم کو "اناساگر" اور ارد گرد کے پہاڑوں کو ایک ساتھ دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس وقت بھی میری آنکھوں کے سامنے یہی نقشہ ہے۔ لیکن تم وہاں نہیں لیکن میرے بہت قریب، میرے دل میں بیٹھی ہوئی، ہنستی ہوئی معلوم ہو رہی ہو۔ یہ بھی نہیں، تم تو دل سے بھی زیادہ قریب ہو۔

از حد پیار
تمھارا

بنے

مکرر آنکہ میرے خط تمھیں میرے لفافوں میں ملتے ہیں یا سرکاری میں؟ اگر سرکاری میں ملتے ہوں تو میں اپنے اچھے لفافے ضائع نہ کیا کروں۔

بنے

سنٹرل جیل ۔ لکھنؤ

۱۲ر اگست

میری بہت پیاری، اچھی، از حد عزیز بیوی ۔ آج شام کو ساڑھے چھ بجے ڈیڈی کا بھیجا ہوا تار مجھے ملا جس سے تمھاری خیریت اور بچی کی ولادت کی خبر معلوم ہوئی کچھ عجیب دل کی کیفیت ہے ۔ ایسی حالت میں تم سے سیکڑوں میل دور ہونا حد سے زیادہ تکلیف دہ ہے ۔ اور جو خوشی اس خبر سے ہوئی : کہ اب تمھارے اور ہمارے بیچ محبت کی ایک جیتی جاگتی ننھی سی نشانی موجود ہو گئی ، اور یہ کہ ان انتظار کے دنوں کا خاتمہ ہوا اور تم اس تکلیف دہ مرحلے سے بخیر و خوبی نجات پاگئیں ۔ یہ تمام خوشی اس ناقابلِ برداشت فراق کی بدولت اضطراب میں بدل گئی ہے ۔ اس وقت مجھے تمھارے پاس ہونا چاہیئے تھا ۔ قہرِ درویش بجانِ درویش ۔ سوائے برداشت کے چارہ ہی کیا ہے ؟

امید ہے کہ اس خط کے پہنچنے تک تم نسبتاً اچھی ہو چکی ہو گی ۔ سب سے مشکل وقت نہ گزر گیا ۔ اب تو روز بروز حالت نارمل ہوتی جائے گی ۔

بچی کیسی ہے؟ چھوٹی سی یا بڑی سی؟ اس کا وزن کیا ہے۔ ابھی تو وہ صرف رونا، سونا اور دودھ پینا ہی جانتی ہو گی۔ آنکھ بھی شاید مشکل ہی سے کھلتی ہو، بھئی مجھے تو لڑکی ہی کی خواہش زیادہ تھی۔ تمھیں البتہ لڑکا نہ ہونے سے شاید کچھ افسوس ہوا ہو۔

کل یہ خط جائے گا لیکن اس سے پہلے گھر سے تمھارے یہاں تار جائے گا، دل وہیں تمھارے پاس اٹکا ہے۔ یہ معلوم کرنے کو دل تڑپ رہا ہے کہ تمھاری صحت کیسی ہے۔ خدانخواستہ کسی طرح کی تکلیف کسی پیچیدگی کی وجہ سے تو نہیں۔ اُمید ہے کہ ڈکی بی یا ممی مجھے لکھتی رہیں گی تاکہ اس زمانے میں جب تم ضعف کی وجہ سے مجھے خود نہ لکھ سکو تو مجھے برابر تمھاری خیریت معلوم ہوتی رہے۔

میں اچھا ہوں یعنی میرا جسم، دل دماغ اور روح تو سب وہیں تمھارے پاس اور تمھاری ننھی بچّی کے پاس ہیں۔ اب خط ختم کرتا ہوں۔ اس لئے کہ شاید طولانی خط پڑھنے میں تمھیں ضعف سے دقت ہو۔

تم دونوں کو بہت بہت پیار اور دونوں کو جلد از جلد دیکھنے کی تمنائیں نقوی صاحب آداب و مبارک باد کہتے ہیں۔

بیقرار۔ تمھارا

بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۵ اگست سنہ ۱۹۴۲ء

میری جان سے زیادہ پیاری، اب کیسی ہو۔ ڈیڈی کا ایک تار اور دو خط ملے۔ خطوں سے تمہاری اور بچّی کی خیریت تفصیل کے ساتھ معلوم ہوئی۔ اطمینان ہوا۔ طبیعت از حد بے چین ہے۔ اور جی چاہتا ہے کہ اُڑ کر کسی طرح تمہارے اور تمہارے بچے کے پاس جلد سے جلد پہنچ جاؤں۔ اپنی مجبوری سے سخت عاجز ہے۔ میرا دل۔ میری تمام تمنائیں، احساسات، محبت، خیالات اس وقت اور ہر وقت وہیں تمہارے پاس رہتے ہیں۔ آج ڈیڈی کے خط سے یہ معلوم کر کے کہ ولادت گھر ہی پر ہوئی مجھے تعجب ہوا۔ اس لئے کہ مجھے شروع میں جو اطلاع ملی تھی، وہ تو یہ تھی کہ تم نرسنگ ہوم میں جاؤ گی، لیکن گھر پر ممی اور دوسرے اعزا کا ہر وقت موجود رہنا باعث تقویت رہا ہوگا۔

ابھی تک تو تم کافی کمزور ہوگی، اس لئے اس خط کا جواب دینے کی کوشش مت کرنا۔ ہاں وہاں سے ایک خط روزانہ کوئی نہ کوئی مجھے لکھ دیا کرے جس میں

تمھاری اور بچّی کی خیریت بالتفصیل لکھی ہوئی ہو۔

میری نظروں میں بس ہر دم تمھاری ہی صورت رہتی ہے۔ پلنگ پہ لیٹی ہوئی نحیف، پاس تمھاری ماں اور نرسس۔ اور شاید دوسرے کمرے میں بچی ممی کے پاس، یا تمھارے ہی کمرے میں رہتی ہے۔ تم کو بچّی کی شکل وصورت پسند ہے؟ ابھی تو مشکل سے ناک نقشہ کا پتہ چلتا ہوگا۔

میں نے یوں تو بچّی کے کئی نام سوچے ہیں اور آخری فیصلہ تو تم جب یہاں آؤگی تو تم سے مشورہ کرکے کیا جائے گا۔ لیکن ابھی جو نام مجھے سب سے زیادہ پسند آرہا ہے وہ "نجم السحر" یا اگر فارسی کی ترکیب پسند کرو تو نجم سحر ہے۔ صبح کے ستارے سے بڑھ کر دلکش اور کوئی چیز نہیں ہوتی، دوسرے یہ کہ یہ بچی ایسے وقت پیدا ہوئی جب دنیا میں ایک نئے دور کا آغاز ہو رہا ہے اور تیسرے یہ کہ ہماری محبت کی مشترکہ زندگی کا ستارہ ہے: بتاؤ تم کو اور ڈیڈی ممی کو یہ نام پسند ہے یا نہیں۔

ایک یا دو دن میں جبار یہاں سے بچی کے لئے کپڑے وغیرہ دے کر بھیجا روانہ کیا جائے گا۔

بابا حیدرآباد سے ایک خوش خبری لائے ہیں اور وہ یہ کہ مبے میاں نے حیدرآباد میں جو لڑکی چُنی تھی، اس کے والدین یعنی نواب مہدی یار جنگ نے اس نسبت کو قبول کرلیا۔ انھی کی دوسری لڑکی سے شاید ابنِ حسن کی نسبت لگ رہی ہے۔ میں جسمانی طور پر اچھا ہوں اور ہر وقت تمھارے اور تمھاری ننّی سی بچی کے بارے میں سوچا کرتا ہوں۔

بے انتہا پیار اور محبت کے ساتھ

تمھارا اپنے

سنٹرل جیل، لکھنؤ

۱۸ر اگست

میری جان، میری بچی کی ماں، میری پیاری اچھی بیوی! ولادت کے بعد میں تم کو دو خط بھیج چکا ہوں جو ملے ہوں گے۔ اب یہ دستی جائے گا ۔منن میاں لے کر جائیں گے۔ وہ تم کو اور بچی کو خود دیکھیں گے اور پھر وہاں سے آکر یہاں تم دونوں کا حال مجھے بتائیں گے۔ تین دن سے تمہارے گھر سے کوئی خط نہیں آیا تعجب ہے۔ حالانکہ میں نے یہ لکھ دیا تھا کہ دو حرف روزانہ کوئی نہ کوئی خیریت کے لکھ دیا کرے، معلوم ہوتا ہے، ڈیڈی اور ممی نواسی پیدا ہونے کی خوشی میں یہ بھول گئے۔

تم تو ابھی کمزور ہوں گی۔ میری پیاری اب تو تم ماں ہو گئیں، کیسا پیارا لفظ ہے۔ تم اپنی خیریت کے متعلق کسی سے بالتفصیل لکھوا دو۔ کوئی بات نہ چھوٹے ولادت کے بعد ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟ ان کی ہدایات کیا ہیں۔ تمہاری غذا کیا ہے؟ کب تک چل پھر سکو گی؟ اور نارمل زندگی کب سے بسر کرو گی؟ میری جان! ڈاکٹروں کی ہدائت پر پورا عمل ہونا چاہیئے۔ یہ زمانہ سخت احتیاط کا ہے تم اُٹھ کر چلنے

پھرنے میں یا غذا کے معاملے میں جلدی اور بار احتیاطی نہ کرنا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ میں تم سے جلد از جلد ملنا چاہتا ہوں اور بچی کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ لیکن اس معاملے میں قطعی جلد بازی سے کام نہ لینا چاہیئے اور جب تک تم پوری طرح مضبوط نہ ہو جاؤ، یہاں آنے کا خیال نہ کرنا۔ رہ گیا الہ آباد کا معاملہ اور وہاں حاضری کا قصہ تو وہ بھی طے ہو جائے گا۔ تم اس کی فکر نہ کرنا۔

کیا تم بچی کو دودھ پلانے لگی ہو۔ دودھ کافی ہوتا ہے یا نہیں اور اس سلسلے میں کوئی تکلیف تو تم کو نہیں ہے اور کوئی تو شکایت نہیں۔ سب تفصیل سے لکھوانا۔

میں اپنے اس کے پہلے والے خط میں بچی کا نام تجویز کر کے تمھیں لکھ چکا ہوں۔ مجھے تو یہ نام "نجم السحر" روز بروز زیادہ پسند آتا جاتا ہے۔ اُمید ہے کہ تم اور تمھارے والدین بھی پسند کریں گے۔ عرف نجمہ بھی بہت اچھا خوش گوار اور خوش آواز ہے۔ اس نام میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ معمولی نہیں، ممتاز ہے۔

میری جان! میں بہت خوش ہوں اور بہت مغموم، خوش چونکہ اب یہ چھوٹی سی معصوم جان ہمارے اور تمھارے درمیان میں عشق و محبت کی نشانی اور سند۔ بہترین اور عزیز ترین سند موجود ہو گئی ——— رنج اس لئے کہ ہم ایسی خوشی کے وقت میں ایک دوسرے کے پاس اس کم بخت ظالمانہ، بے رحم نظام کی وجہ سے نہیں ہو سکتے۔ لیکن تم نے جس ہمت اور بہادری کے ساتھ اس سخت تکلیف دہ مرحلہ کو کاٹ دیا ہے۔ اس سے میرے دل کو سکون اور تقویت پہنچتی ہے! ایسی بہادر بیوی، جانباز ماں، اور سچے ساتھی پر کون مرد فخر نہ کرے گا۔ تمھاری بچی بھی

جب بڑی ہو گی تو اس زمانے کو کبھی نہیں بھول سکتی ۔

اگر ممکن ہو اور زیادہ زحمت نہ ہو تو اپنی، اپنی ضرور اور بچی کی ایک ساتھ کھنچی ہوئی تصویر مجھے منن میاں کے ہاتھ بھیج دنہ ۔ اگر اس میں ابھی زحمت ہو تو بعد کو بھیجنا ۔ مگر براہِ راست یہاں نہ بھیجنا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ تصویر اِدھر اُدھر پولیس اور جیل خانے کے دفتروں میں ماری پھرے ۔ اُسے منّے بھیا کے پاس بھیج دینا رجسٹر کر کے وہ دوسرے دن مجھے بھیج دیں گے ۔

پیاری تم موجودہ حالات کے نامساعد ہونے کی وجہ سے زیادہ پریشان مت ہوا کرو ، اور اپنے دل میں طرح طرح کے وسوسے اور افکار مت اُٹھنے دیا کرو میری قید ، ہم دونوں کے لئے ، تکلیف دہ ضرور ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ زمانہ دیر تک نہیں رہے گا ۔ یورپ میں معاملات جلد فیصلہ کن صورت اختیار کریں گے ۔ رہ گیا دوسرا سوال ؟ آئندہ کسب معاش کا تو اس کے بارے میں بھی میں نے کئی فیصلے اور تجاویز سوچے ہیں ۔ جو ہمیں اس طرف سے مطمئن کر دیں گے ۔ تم جب یہاں آؤ گی تو اس کے بارے میں گفتگو کریں گے ۔

میری زندگی حسب دستور ہے اور یہاں کوئی نئی بات ہو بھی کیا سکتی ہو ۔ وہی صبح اٹھنا ، ناشتہ ، اخبار ، نہانا اور پھر نو بجے سے بارہ بجے تک تحریر ، اس کے بعد آرام ۔ پھر بیڈ منٹن ، نہانا ، چہل قدمی ، رات کا کھانا ۔ پھر نو بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک لکھائی ۔ میری کتاب قریب الختم ہے ۔ نقوی صاحب کے آجانے سے پہلے کے مقابلے میں بہت فرق ہو گیا ہے ۔ ایک ہم جنس و ہم نوا کی بات ہی اور ہوتی ہے ۔ ورنہ رات دن جرائم کی کہانیاں اور جیل کے چھوٹے

چھوٹے مسائل پر گرما گرمی بس یہی رہتا تھا۔

منشی جی کے "منتظر خوش خبری" مجھے بھی بہت بڑی ہنسی آئی۔ بابا کل یہاں سے الہ آباد گئے۔ اُن کو بچی کی ولادت کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ لہٰذا منشی جی کو "خوش خبری" پہنچ گئی ہوگی۔

تمھیں اخباروں کے ذریعے شاید خبر مل چکی ہوگی کہ فیض اور زین بھی چند روز ہوئے اُسی دفعہ کی رو سے گرفتار کر لیے گئے جیسے میں۔ وہ الہ آباد جیل میں رکھے گئے ہیں۔

بھئی تم اب اگر لکھ سکتی ہو تو خود ذرا اپنی بچی کے بارے میں لکھو کہ اس کی عادات کیا ہیں۔ رونی زیادہ ہے یا سوتی زیادہ ہے۔ فسادی ہے یا نیک اور شکل صورت رنگ کیسا ہے اور کیسا ہوتا جا رہا ہے۔ یہاں سُنتا ہوں کہ رضو میاں خوب خوشیاں منا رہے ہیں کہ چلو ہماری دلہن کا انتظام ہوگیا! اور ہاں یہ بھی تو کیسی مبارک بات اور کیسا اتفاق ہے کہ تمھاری بچی کی ولادت خواجہ صاحب کے قل کے دن ہوئی بھئی واہ!

تم اپنی ڈاکٹرنی میکملن اور ڈاکٹر سورج نرائن اور سب نرسوں وغیرہ کا میری طرف سے شکریہ ادا ضرور کر دینا۔

ممی کو نواسی پسند ہے؟ اور اس کی خالہ جان صاحبہ، ڈکلی بی بی کی اُس کے متعلق کیا رائے ہے۔ اب تو جس دن تمھارے اپنے ہاتھ کا لکھا خط مجھے ملے گا، مجھے سب سے زیادہ خوشی ہوگی۔ نقوی اور آفاق صاحب تمھیں تسلیم اور مبارک باد کہتے ہیں بہت بہت پیار اور تمھیں بھینچ کر۔

گلے لگانے کی آرزو کے ساتھ

تمھارا بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۲۸؍ اگست سنہ ۱۹۴۲ء

میری جان، کل جبار اجمیر سے واپس آیا۔ اس سے تمھاری خیریت معلوم ہوئی اور ولادت کے بعد تمھارے ہاتھ کا لکھا پہلا خط ملا۔ اس سے پہلے ممی کے بھی دو خط مجھے مل چکے ہیں، اور ایک خط میں گذشتہ جمعہ کو انھیں براہِ راست بھیج چکا ہوں۔ امید ہے کہ ملا ہوگا۔ تمھارے خط سے تمھاری کمزوری کا حال معلوم کرکے تشویش ہوئی۔ ایسی حالت میں الہ آباد جانا کہاں تک ٹھیک ہے۔ اگر تمھاری چھٹی ستمبر کے آخر تک بڑھ سکے تو بڑا اچھا ہو۔ یونیورسٹی میں تقرری کا خیال تو تم جانتی ہو کہ مجھے پسند ہے۔ لیکن صحت اس سے زیادہ مقدم ہے۔ اور یہ زمانہ ایسا نازک ہوتا ہے کہ زچہ اور بچے کی صحت زندگی بھر کے لئے بن یا بگڑ سکتی ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے تمھارے اوپر بھروسہ نہیں ہے کہ تم اکیلے رہ کر اپنی صحت کا جیسے چاہیے خیال کروگی۔ بہر حال میرے لئے یہاں بیٹھ کر، اس معاملے میں کوئی قطعی رائے دینا ممکن نہیں تم ڈیڈی اور ڈاکٹروں کی رائے پر عمل کرو۔ اگر

ڈیڈی الہ آباد لکھ دیں گے تو تقرری کا معاملہ بھی غالباً تین ہفتے ٹل سکے گا۔

بچی کا تم نے جو حال لکھا ہے۔ اُسے پڑھ کر میرا دل اُسے دیکھنے کے لئے تڑپ گیا۔ تمھیں اس کی صورت میری جیسی معلوم ہوتی ہے۔ میں دیکھوں تو شاید تمھاری سی معلوم ہو۔ بہر حال آنکھ کا معاملہ تم نے مشکوک لکھا ہے:۔ اچھا ہی ہے کہ اس کی آنکھیں میری سی نہیں ہیں۔ اس لئے میری آنکھیں تو کوئی خاص حسین نہیں ہیں۔ مجھے اس بات کا غصہ ہے کہ وہ آسانی سے پیدا نہیں ہو گئی، اور اس کی وجہ سے تمھیں اتنی تکلیف اُٹھانی پڑی اور اب بھی کمزوری ہے۔ میری طرف سے اس خطا پر اُس کے کان اینٹھ دینا۔

جبار نے یہاں آکر کہا کہ بٹیوا چھوٹی سی ہے اور اچھی ہے اندر دُلھن بھی اچھی طرح ہیں، میں خود اس سے مل نہیں سکا۔ اس لئے زیادہ تفصیل سے اور حالات پوچھ نہیں سکا۔ اس کی البتہ بہت خوشی ہے۔ میرا رکھا ہوا نام تمھیں اور سب کو وہاں پسند آیا۔

امن میاں یہاں سے ببنے میاں کا امام ضامن لے کر حیدر آباد گئے تھے اور تین چار دن ہوا وہاں سے واپس آ گئے۔ اب حیدر آباد سے دو بیبیاں کل، ببنے میاں کو امام ضامن باندھنے، یہاں لکھنؤ آئی ہیں۔ ۲۷ر رجب کو امام ضامن بندھے گا۔ تین چار دن ہوئے مجھ سے ملنے آئے تھے بہت خوش ہیں۔ اس لئے کہ خود جا کر حیدر آباد میں ان صاحبزادی کو اپنے لئے چن آئے تھے۔ ابھی شادی کی تاریخ مقرر نہیں ہوئی ہے۔

میں اچھا ہوں اور یہاں کی زندگی میں کوئی خاص تغیر نہیں۔ پانی

کم بہنے سے گرمی کافی ہوتی ہے۔

تم کو اور بچی کو بہت سا پیار

تمھارا

بیٹے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۴ر ستمبر سنہ ۴۲ء

میری جان ۔ تمھاری بھیجی ہوئی تین تصویریں بچی کی ملیں ۔ ان تصویروں کو دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے ۔ جدیہ بہت بھولی اور نیک معلوم ہوتی ہے ۔ پیشانی کشادہ اور خوب صورت ، اور جب ابھی سے اس کی آنکھیں اتنی اچھی ہیں تو بڑے ہونے پر تو اور بھی اچھی لگیں گی ۔

تم دونوں کیسی ہو؟ مجھے اس تصویر کے علاوہ ایک ہفتہ سے کوئی اطلاع تمھارے یہاں کی نہیں ہے ۔ برائے مہربانی حسب دستور دوسرے دن مجھے خط لکھتی رہو ۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اب تمھاری مشغولیت بہت بڑھ گئی ہوگی ۔ لیکن خطوں کا وقت نکال لیا کرو ۔ دل نگار رہتا ہے اور خط نہ آنے پر طرح طرح کے خیالات آتے ہیں ۔

تمھارے یہاں آنے کے بارے میں کیا طے ہوا ، اور اب تمھاری صحت بالکل نارمل ہے ، یا ابھی کچھ کمزوری باقی ہے ۔ پرسوں نبے میاں کی

امام ضامن کی رسم ہو گئی۔ جنوری میں غالباً شادی کا ارادہ ہے۔ یہاں ہوتے ہوئے
بھی شریک نہ ہو سکا۔ بہت کوفت ہوئی!

میں اچھا ہوں اور تمھاری اور نجمہ کی یاد کیا کرتا ہوں۔

بہت سا پیار
تمھارا
بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۲؍ ستمبر سنہ ۴۲ء

میری جان! دس دن سے تمہارا کوئی خط جو جیل کے پتے پر ہو نہیں ملا۔ اس درمیان صرف بچہ کی تین تصویریں ملیں۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہارے پاس سے کئی خط آئے ہیں لیکن یہاں تو مزید بندشیں عائد ہوتی رہتی ہیں، وہ خط ابھی تک سنسر کے پاس ہیں، مجھے بہت تشویش ہے۔ دس دن سے مسلسل کوئی خط نہ ملنا اور خیریت نہ معلوم ہونا بہت تکلیف دہ ہے، تم سے کیا کہوں کہ برابر لکھتی رہو، کیونکہ تم تو لکھتی ہی ہوں گی۔ خیر امید ہے کہ تم دونوں ماں بیٹی اچھی ہوں گی۔ یہ بھی لکھو کہ ڈاکٹر تمہاری صحت کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ اب سفر کر سکتی ہو یا نہیں۔ ممکن ہے کہ اس خط کے پہنچنے تک تم الہ آباد کے لئے روانہ ہو چکی ہوں۔ کیونکہ ایک خبر یہ بھی تھی کہ تم ۱۰ اگست کو الہ آباد پہنچو گی۔

اب یہاں کا موسم بہت خوشگوار ہو گیا ہے۔ صبح کو خنکی ہوتی ہے اور ہر وقت ہوا چلتی رہتی ہے جس کی وجہ سے گرمی بالکل نہیں ہوتی، بارش

بالکل بند ہو چکی ہے۔

میری صحت بُری نہیں۔ کتاب قریب قریب ختم ہو چکی ہے۔ کوئی ۲۰ صفحے لکھنے باقی ہیں۔ خاتمہ کا انتظار ہے۔ اس لئے کہ ذہنی طور پر کافی تھک گیا ہوں۔ ختم کرنے کے بعد خوب سست ہو کر پڑ جاؤں گا، تاکہ چند دن میں یہ تھکاوٹ مٹ جائے۔

اور کیا لکھوں؟ تمھارے خطوط نہ ملنے سے طبیعت پریشان اور مضمحل ہے۔ اپنے آنے کی اطلاع وزیر منزل کر دینا۔ اس لئے کہ اگر تمھارے خط دیر میں بھی ملیں، تب بھی مجھے اطلاع ہو جائے۔

تم دونوں کو از حد پیار کے ساتھ

تمھارا

بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۰؍ ستمبر سنہ ۴۰ء

میری پیاری رضیہ، میرے بچے کی ماں! میں نے تمھیں ۴ تاریخ کو آخری بار لکھا تھا۔ اسی دن مجھے ڈیڈی کے دو خط ملے جن میں سے ایک منظوم تھا، یعنی ۳۰؍ اور ۳۱؍ اگست کا خط، یعنی چھ روز بعد تمھارا کوئی خط ابھی تک مجھے نہیں دیا گیا، غالباً یہاں دفتر میں آیا ہوگا۔ اور نئی پابندی کے مطابق یہاں سے سپرنٹنڈنٹ پولیس کے دفتر میں جائے گا۔ اس کے بعد کہیں مجھے ملے گا تو گویا اب اگر ہمارے خطوط ایک ہفتہ کے بعد مل جائیں تو سمجھو کہ "ٹھیک" ملے یہ اتنی ہی مدت ہے جتنی دیر میں ہوائی ڈاک یہاں سے لندن پہنچا کرتی ہے۔ میں نے اس تاخیر کے بارے میں جیل کے عہدہ داروں سے شکایت کی ہے، لیکن انھوں نے اپنی لاچاری کا اظہار کیا۔ اب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو لکھوں گا کہ وہ "مہربانی فرماکر" اس طرف توجہ کریں اور خطوں کے حوالے کئے جانے میں زیادہ دیر نہ لگایا کریں، لیکن نتیجہ جو نکلے گا وہ ظاہر ہی ہے۔

ڈیڈی کے خطوں سے خیریت معلوم کر کے بڑا اطمینان ہوا۔ اُمید ہے کہ تمھاری صحت بھی اب جلد نارمل ہو جائے گی۔ بجمہ بی بی کا وزن تو پیدا ہونے کے بعد سے کچھ گھٹا ہی ہوگا۔ کیونکہ یہ تو فطری امر ہے، اور شاید معدہ بھی کچھ نادرست رہا ہو، مگر اب تو اُسے اچھا ہونا چاہیے۔ تم بچی کو اپنے ساتھ پلنگ پر تو نہیں سلاتیں، میرا خیال ہے کہ ڈاکٹری اصول سے یہی بہتر سمجھا جاتا ہے کہ بچہ کھٹولے پر ماں یا نرس سے علیحدہ سوئے۔ یہ صحت کے لئے بھی مفید ہے اور عادت بھی نہیں بگڑتی۔ تم کو تو آج کل بچی کی دیکھ بھال میں بڑی مشقت کرنی پڑتی ہوگی۔ دودھ پلانا، نہلانا، دھلانا اور سلانا ہی چوبیس گھنٹے کا مسلسل کام ہے۔ رات کو اُٹھ کر بچی روتی تو نہیں اور تمھیں سونے کو کافی ملتا ہے یا نہیں؟ اگر سونا اور غذا ٹھیک رہے تو پھر تو تم بہت جلد مضبوط ہو جاؤ گی۔ کمزوری تو اب بالکل رفع ہو جانی چاہیے۔ ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟ کیسی کمزوری ہے؟ الہ آباد تو اب غالباً دسہرے کی چھٹیوں کے بعد جاؤ گی۔ اچھا ہے۔ اس وقت تک بچی بھی ذرا اور بڑی ہو جائے گی، اور تم بھی زیادہ مضبوط۔ تمھاری کتاب جو تم لکھ رہی تھیں اس کا کیا ہوا؟ کیا جامعہ والے چھاپنے کو تیار ہیں۔ تم نے انجمن ترقی اردو کو بھی تو اس کے متعلق لکھا تھا۔ آج کل تو شاید تمھیں کورس کی کتابیں پڑھنے کا بھی وقت نہ ملتا ہو۔ اور الہ آباد کے تقرر کے سوال کا کیا نتیجہ نکلا؟ غالباً کچھ مہینوں کے لئے وہ معاملہ ملتوی کر دیا گیا ہو!

میری جسمانی حالت اچھی ہے اور سوائے موسم کے کسی دوسری حالت میں تغیر نظر نہیں آتا۔ تم دونوں کو خوب سا پیار

تمھارا - بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۴ ستمبر

میری پیاری رضیہ۔ معلوم نہیں تم کو میرے خط بھی ملتے ہیں یا نہیں کیونکہ تمھارے خط اس درمیان میں کم بھی آئے۔ اور وقفہ بھی زیادہ تھا لیکن غالباً یہ سنسر شپ کی زیادتی کی وجہ سے ہے۔ مجھے یہ معلوم کرکے تو خوشی ہوئی کہ اب تمھیں الہ آباد جلدی آنے کی ضرورت نہیں رہی۔ جب تک تمھاری صحت خوب اچھی نہ ہو جائے اور تم مضبوط نہ ہو جاؤ اس قسم کا رسک لینا اچھا نہیں ہوتا۔

بچہ کیسی ہے؟ کچھ غوں غاں کرنے لگی یا نہیں۔ اپنی تصویر میں تو وہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ لگتی ہے۔ اُمید ہے کہ اب شرارت کرنے لگی ہوگی۔ کیونکہ سنجیدہ بچے ذرا بے وقوف لگتے ہیں!

اس مہینے (ستمبر) کے ساقی میں ایک بہت ہی دلچسپ افسانہ ہے "برج اور میری مایوسی" اس کا عنوان ہے۔ کسی خاتون نے لکھا ہے۔ تم ضرور پڑھنا

کچھ ہمارے حسب حال ہے۔ میں تو پڑھ کر بہت ہنسا!

تمھیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ جو کتاب میں لکھ رہا تھا وہ ختم ہو گئی ہے۔ لیکن یہ خیال کر کے افسوس اور الجھن ہے کہ معلوم نہیں کب رہائی ہو اور کب وہ چھپے۔ میری پہلی کوشش تو یہ ہو گی کہ انجمن ترقی اردو اسے خرید لے یا پھر جامعہ یا مکتبہ اردو لاہور۔ ابھی اسے دوہرانا، نظر ثانی کرنا اور دیباچہ لکھنا باقی ہے۔ غالباً ایک ہفتہ یا دس دن میں یہ کام ہو جائے گا۔ اس کے بعد پھر ایک اور کتاب کی تحریر شروع کروں گا۔ لیکن یہاں آرام "کہاں ؟ جو اصل تکلیف ہے۔ دل کی کڑھن اور عجیب سی اندھیرا کی جو اس حبسِ بے جا سے ہے وہ جسمانی آرام سے کب کم ہو سکتی ہے۔

اب موسم بدل رہا ہے۔ صبح خنکی ہوتی ہے۔ دن کو خوش گوار ہوا چلتی ہے۔ اور رات کو شفاف چاندنی۔ ہمارے چھوٹے سے باغیچے میں گل مہندی کے پھول کھل آئے ہیں۔ کوٹھری کے سامنے ایک رات رانی ہے جو آج کل مہک اٹھی ہے۔ اور فاختہ کا ایک بہت خوب صورت جوڑا صبح اور دوپہر میرے قریب کی چھت پر آ کر نغمہ سرائی کرتا ہے۔ لیکن یہاں کی دنیا بھی عجیب ہے۔ فطرت کی تمام دلاویزیاں، یہ نیلا آسمان، ہوا، پھول، چڑیاں، رات کی ٹھنڈک جتنی اچھی ہیں، اس سے زیادہ تکلیف دہ ہیں۔ سکون سے بے چینی بڑھتی ہے۔

تمھاری یاد ہر وقت رہتی ہے

تمھارا ۔ بنے

سنٹرل جیل لکھنؤ

۱۴ ستمبر سنہ ۱۹۴۰ء

میری پیاری رضیہ۔ تمھارے دو خط ملے۔ ایک دوسری کا اور دوسرا نویں کا لکھا ہوا۔ خیریت معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ لیکن اب پھر ایک ہفتہ ہو گیا اور کوئی اطلاع نہیں۔

آج شبرات ہے اور مجھے پار سال کی شبرات یاد آرہی ہے، جب ہم دونوں یہ تہوار منانے الہ آباد سے آئے تھے، اور میں نے "پھلجھڑیاں" جلائی تھیں، اور تمھیں تعجب ہوا تھا کہ یہ بے اصول بات میں نے کیسے کرڈالی!

کتاب ختم کرنے کے بعد ابھی تک میرے آرام کا سلسلہ جاری ہے جس کے معنی ہیں ناول اور اردو رسالے۔ مولانا آزاد کی تفسیر قرآن (جو مذہبی عقیدت کی وجہ سے نہیں بلکہ اردو اسلامی تاریخ کا مزید علم حاصل کرنے کے لئے ہے) پڑھتا ہوں، میری صحت فی الجملہ اچھی ہے۔ دانتوں کی تکلیف ہے جس کے لئے باہر کے ڈاکٹر کے علاج کا بندوبست کرنے کے لئے جیل والوں نے گورنمنٹ آف انڈیا سے اجازت مانگی ہے امید کرتا ہوں کہ دو تین مہینے بعد یقینی اجازت مل جائے گی۔ اس لئے اس جانب سے

بھی بحمد اللہ اطمینان ہے۔

یہ اچھا ہوا کہ الہ آباد کی نوکری کا معاملہ فی الحال ملتوی ہوگیا۔ حاضری کے بارے میں کیا ہوا، اس کی کمی کا سوال تو نہ اُٹھایا جائے گا۔

نجمہ بی بی کیسی ہے؟ مجھے تو جب اس کی یاد بہت ستاتی ہے تو تصویر میں دیکھ لیتا ہوں۔ کل ایک بارگی یہ خیال آیا کہ ہر روز جو گذرتا ہے اس کی زندگی کا ایسا زمانہ ہے جو میرے لئے، ہمیشہ کے لئے یوں کھو جائے گا کہ اس کی کوئی ذہنی تصویر بھی میرے پاس نہ رہے گی۔ اور یہ ایک یا دو دن یا ایک دو ہفتے نہیں، مہینوں کا سوال ہے، تمھاری صحت کیسی ہے؟ بالتفصیل لکھو۔

ڈیڈی اور ممی کو آداب کہنا۔ بھائیوں اور ڈکی کو دعائیں

پیار بہت سا پیار

تمھارا

بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۲۴ ستمبر سنہ ۱۹۴۲ء

میری پیاری اچھی شریکِ زندگی! کیسی ہو۔ اب تو ایک ایک ہفتہ گذر جاتا ہے اور تمھارا خط نہیں ملتا۔ طبیعت پریشان ہوا کرتی ہے۔ بجمہ بی کیسی ہیں، اُن کا شغل کیا رہا کرتا ہے، کیا کھلونوں سے کھیلنے کی صلاحیت اُن میں پیدا ہوئی۔ اب تو اس کا نقشہ اور بھی واضح ہو گیا ہو گا؟ کیسی صورت لگتی ہے۔

میں اچھا ہوں۔ کوئی خاص بات لکھنے کی نہیں ہے۔ اس ہفتے میں نے نیاز فتح پوری کی کتاب جمالستان پڑھی۔ اور ان کا رسالہ "نگار" بھی جیل کی طرف سے میرے پاس آتا ہے۔ ان کے مضامین اور کتاب پڑھ کر افسوس ہوتا ہے کہ ایک شخص جس کی ادبی صلاحیت اتنی بلند ہو، محض اپنی نظر کے محدود ہونے کی وجہ سے بالکل ذہنی ترقی نہ کر سکا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ سوائے باتوں کو بار بار دہرانے کے اُن سے کچھ نہیں بنتا۔

آج کے اخباروں میں بچوں کے جہاز کے ڈوبنے کی خبر پڑھی بہت قلق

ہوا - اور انسانوں کی بربریت اور وحشت ناکی پر افسوس! لندن پر گولہ باری کی خبریں بھی میرے لئے بڑی تکلیف دہ ہیں۔ وہ جگہیں جہاں میں رہا ہوں، جہاں میں نے تحصیل علم کی ہے۔ جہاں سے میرے دل و دماغ کو وسعت و گہرائی ۱۳۱
نصیب ہوئی، آج ویران و برباد پڑے ہوں گے، اور وہاں کے اکثر ۲
بے قصور باشندے آشفتگی و تباہی سے جان بچانے کے لئے اُفتاں و خیزاں!

بس اب تو جیسے دل میں صرف ایک ہی خواہش باقی رہ گئی ہے اور وہ یہ کہ اس دنیا کے رہنے والے جلد سے جلد صلح کریں، دنیا میں پھر امن قائم ہو، اور ہم تم اس خوشی میں شریک ہوں

تم کیسی ہو۔ بالتفصیل لکھیے، تجمہ کو میری طرف سے پیار کرنا، اور تمہارے لئے تو میری محبت کے تمام ہارے۔

تمہارا

بیٹے

سنٹرل جیل لکھنؤ

۱ر اکتوبر سنہ ۴۲ء

میری اچھی رضیہ۔ تمھارا ۲۱ر ستمبر کا خط مجھے کل اتوار کو ملا یعنی لکھنے کے نو دن بعد! میرے خطوں کا بھی یہی حشر سمجھ لو۔ میں برابر تم کو ہفتے میں دو خط لکھتا ہوں۔ (ہر منگل اور ہر جمعہ کو)، اس لئے ہفتہ میں دو خط تمھیں مل جانے چاہئیں۔ چاہے ایک ہفتہ بعد ہی کیوں نہ ہوں۔ اس میں بھی دیر ہونے کے معنی میری سمجھ میں نہیں آتے۔ بہر حال آئندہ سے تم اپنے ہر خط میں میرے خط کی رسید سے مطلع کر دیا کرو۔ اس طرح سے مجھے معلوم ہوتا رہے گا کہ میرا کب کا لکھا خط تمھیں کب ملا، اور میں سپرنٹنڈنٹ پولیس سے اس کے متعلق تفتیش کر سکوں گا۔

میں بالکل اچھا ہوں، تم فکر نہ کرو۔ لکھنؤ میں رہنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ لائبریری سے کتابیں مل جاتی ہیں۔ اب موسم بھی خوش گوار ہو گیا ہے۔ اس لئے زیادہ تر وقت پڑھنے میں صرف ہوتا ہے۔ ستمبر کے وسط سے میں نے کوئی تحریری

کام نہیں کیا۔ ادھر ادھر کی کتابیں پڑھتا ہوں، اور اگر طبیعت موزوں ہوئی تو دو چار دن بعد پھر کوئی تحریری کام شروع کر دوں گا۔

مجھے اطلاع ملی ہے کہ مکتبہ جامعہ دہلی کے مہتمم یہ کہتے تھے کہ انھوں نے میرے ڈرامے بیمار کا حساب کر دیا ہے، اور اس کے بقیہ چالیس روپے تمھارے پاس منی آرڈر کر دئے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟ کیونکہ ان لوگوں کی باتوں کا اعتبار مجھے ذرا کم ہے، اس لئے یقین نہیں آتا۔ بہر حال اگر یہ روپے نہ آئے ہوں، تو ان کو لکھو کہ یہ روپے انھیں بھیج دیں۔ اس معاملے کو اب ڈیڑھ سال سے زیادہ ہو گئے اور وہ لوگ روپے دینے کا نام ہی نہیں لیتے۔ "لندن کی ایک رات" کے دوسرے ایڈیشن کا معاملہ ابھی طے نہیں ہوا۔ مکتبہ اردو، لاہور (ادب لطیف والے) اسے چھاپنے کو تیار ہیں۔ لیکن سنا جاتا ہے کہ وہاں بڑی بے اطمینانی ہوتی ہے۔ اس لئے ابھی یہ فیصلہ نہیں ہو سکا ہے کہ کس کو دیا جائے۔ پنجاب میں چھپنے سے یہ فائدہ ضرور ہوتا کہ اشاعت خوب ہوتی۔

پنجاب کے ایک جدید افسانہ نویس راجندر سنگھ بیدی کے افسانوں کا مجموعہ چھپا ہے۔ اُن کے دو تین افسانے بہت پسند آئے۔ فلک پیما یعنی عبدالعزیز (وہی جن کی لڑکیاں سیوائے ہوٹل میں قیامت ڈھائے تھیں) کا بھی ایک مجموعہ پنجاب میں چھپا ہے۔ اس کو بھی میں نے منگوایا ہے۔

نجمہ بی تو اب غوں غوں کرنے لگی ہوں گی۔ اور شرارتیں بھی۔ مجھے امید ہے کہ وہ کافی شور و غل مچاتی ہوں گی۔ اس لئے کہ مجھے ضرورت سے زیادہ خاموش اور بہت نیک بچے کچھ بے وقوف معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن یہ تو تصویر سے

بھی کافی "جان نثار" معلوم ہوتی ہے۔ فی الحال تو اس کا معیار یہی ہے کہ تم کو کافی اچھی طرح ستا لیتی ہے۔ کبھی تو اس کو دیکھنے کو اتنا دل چاہتا ہے کہ اپنی مجبوری اور پابندی کا خیال کر کے کلیجہ جیسے خون ہو جاتا ہے۔

خیر، تم کیسی ہو بھئی؟ یہ کیا ہے کہ اپنا حال کسی خط میں نہیں لکھتیں۔ صرف 'میں اچھی ہوں' سے اطمینان نہیں ہوتا۔ لکھو کہ تمہارا وزن کیا ہے، غذا کیا ہے؟ کوئی ٹانک استعمال کرتی ہو، خون کی کمی تو نہیں ہے۔ ڈاکٹر صحت کو نارمل بتاتے ہیں یا نہیں۔ اور یہ کہ اُن کی رائے میں تم اکتوبر میں سفر کر سکتی ہو، اور کالج وغیرہ جانے کی تمہاری صحت متحمل ہو سکتی ہے، اچھی طرح تفصیل سے اور صاف صاف لکھو، کچھ چھپانا مت۔ اس خاموشی سے اور وہم ہوتے ہیں۔

تم کو گلے لگا کر بہت سا پیار
اور تم کو اس سے بھی زیادہ

تمہارا
سبنے

سنٹرل جیل لکھنؤ

۱۴؍ اکتوبر سنہ ۴۲ء

میری جان سے زیادہ پیاری۔ یہ معلوم کر کے کہ تم ۱۲ تک الہ آباد پہنچ جاؤگی، بہت خوشی ہوئی۔ امید ہے کہ تم اور نجمی اچھی طرح ہوں گے۔ الہ آباد پہنچنے کے بعد تم جلد ہی دو چار دن کے لئے مجھ سے ملنے یہاں آ جانا۔ مجھے اس بات کی ذرا گھبراہٹ یوں ہے کہ اخباروں میں ہم نظربندوں کو دیولی بھیجنے کی خبر پھر چھپی ہے۔ حالانکہ یہاں گھر سے درخواست بھیجی گئی ہے کہ مجھے لکھنؤ سے منتقل نہ کیا جائے۔ لیکن اس سے پہلے بھیجی ہوئی درخواستوں کا جو حشر ہوا اس کو دیکھتے ہوئے مجھے منظوری کی امید کم ہی معلوم ہوتی ہے۔

تم دونوں کو دیکھنے کو بہت دل چاہتا ہے۔ ماں بننے کے بعد اب تم نہ معلوم کیسی لگتی ہو؟ مجھ سے پیار تو تم نے یقینی طور پر کم کر دیا، اس لئے کہ خط بہت کم لکھتی ہو اور وہ بھی بہت مختصر! کہیں ایسا نہ کرنا کہ ننھی نجمہ سے مجھے رشک ہونے لگے!

میں اچھا ہوں۔ آج کل کافی وقت اپنے چھوٹے سے احاطے میں باغبانی میں صرف کرتا ہوں۔ جاڑوں کے فصل کے پھول لیے جا رہے ہیں، زمین تیار کرنا، کھاد ڈلوانا، کیاریاں درست کرنا، آبپاشی، تخم ریزی، قلمیں لگانا، کافی دلچسپ مشغلہ ہے۔ ایک سوکھے ہوئے پودے کو مرنے سے بچا لیا، زمین کو روز غور سے دیکھ رہے ہیں کہ بیج جم گیا کہ نہیں اس کی پریشانی کہ کہیں نہ نہ اُگے، اور اُگنے پر روز روز اس کی نشو و نما کو دیکھنا، ایک ایسی دنیا ہے جس میں انسان تھوڑی دیر کے لئے اتنا مشغول ہو جاتا ہے کہ باقی باتیں پریشان نہیں کرتیں اور پھر پڑھنا تو خیر ہے ہی۔ دماغ کبھی کبھی تھک کے چور ہو جاتا ہے، تو پھر لگاتار سونا، آج سے رمضان شریف شروع ہے۔ ہمارے احاطے کے چار پانچ کام کرنے والے قیدی مسلمان ہیں، سب روزہ سے ہیں اور میں ڈر رہا ہوں کہ غصہ اور جلال کا پارہ چڑھا کر کہیں آپس میں لڑنے نہ لگیں۔

اچھا پیاری بہت بہت پیار

تمہارا

بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۸ر اکتوبر سنہ ۴۲ء

میری بہت پیاری۔ آٹھ دن سے زیادہ ہوگئے۔ اور تمھارا کوئی خط نہیں ملا اُمید ہے کہ سب خیریت ہوگی چونکہ تم نے ۱۲ر تک الہ آباد پہنچنے کا خیال ظاہر کیا تھا۔ اس لئے یہ خط وہیں کے پتے پر لکھ رہا ہوں۔ اُمید ہے کہ تم دونوں ماں بیٹی کا سفر بخیر و خوبی طے ہوگیا ہوگا اور اس کی وجہ سے تمھیں اور نجمہ بی بی کو کوئی تکلیف نہ ہوئی ہوگی۔ بہرحال بالتفصیل لکھو۔ الہ آباد کی آب و ہوا کیسی ہے اور عام حالت مکان وغیرہ کی کیسی ہے۔ تم اپنے ساتھ بچی کے لئے کوئی آیا لائی ہو یا احمدی بوا کو بلوا لوگی یونیورسٹی جانا شروع کیا؟ تم کو اور نجمہ کو دیکھنے کو بہت دل چاہتا ہے۔ اس لئے جلد سے جلد کسی سنیچر اتوار کے لئے یہاں آجانا۔ اس طرح تمھاری حاضری کو بھی ناغہ نہ ہوگا۔

اگر تم جبار کی ضرورت سمجھو تو اُسے بلا کر رکھ لینا۔ اس کے علاوہ ایک دوسرا نوکر بھی بڑے گاؤں سے آیا ہے جو درزی ہے، تم چاہو تو وہاں بھیجا جا سکتا ہے۔

شاید جبار سے زیادہ اچھا کام کر سکے۔

میں اچھی طرح ہوں اور تم سے ملنے، اور تمھیں گلے لگانے کے لئے بیقرار

اس لئے جلد آؤ

تمھارا

بنے

مکرر۔ آیندہ سے تم مجھے جیل کے پتے پر خط مت لکھا کرو، بلکہ وزیر منزل کے پتے پر بھیج دیا کرو، وہاں سے مجھے بھیج دیا جائے گا۔ اس طرح شاید کچھ جلدی ہو جائے۔ مجھے معلوم بھی ہو جائے گا کہ خط آیا ہے اور سفر سے تقاضا کر سکوں گا۔ بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۱ر اکتوبر سنہ ۱۹۴۰ء

جانِ جہاں! یہ خط بھی الہ آباد کے پتے سے بھیج رہا ہوں اس لئے کہ اس کے پہنچنے تک ایک ہفتہ تو لگے ہی گا اور اس وقت تک، تم ضرور الہ آباد آ چکی ہوں گی۔ ۸ر اکتوبر کو بھی میں نے تمھیں الہ آباد ہی کے پتے سے خط لکھا تھا۔ خطوں کی تاخیر کی وجہ سے بہت کوفت ہے اور پریشانی ہوتی ہے، باہر کی دنیا سے یہی ایک رشتہ باقی ہے۔ اس پر بھی خواہ مخواہ کی پابندی اور دیر —— تمھارا یکم اکتوبر کا خط مجھے ۹ر کو ملا یعنی پورے آٹھ دن بعد اب اس میں جو باتیں لکھی ہیں، ان کا جواب دوں تو دیر کی وجہ سے بے کار ہو جاتا ہے۔

تم سے اور بچی سے ملنے کے لئے بے حد جی چاہتا ہے۔ جب تک تم اجمیر تھیں تو اتنی بے چینی نہ تھی۔ یہ بھی خیال تھا کہ کمزوری میں سفر کرنا اچھا نہیں، اب جب تم اتنی پاس ہو تو جی چاہتا ہے کہ فوراً جلد سے جلد اُڑ کر میرے گلے سے لگ جاؤ۔ تم سے ملے ہوئے چار مہینے کے قریب ہو گئے۔

خط میں بالتفصیل لکھنا کہ الہ آباد پہنچنے پر تمھاری اور نجمہ بی بی کی طبیعت کیسی رہی۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ الہ آباد اور اجمیر کے موسم میں فرق کی وجہ سے تمھاری طبیعتوں پر اثر نہ پڑے۔ وہاں کے مقابلے میں تو یہاں گرمی ہو گی تم برآمدے میں سوتی ہو یا اندر؟ اگر اندر سوؤ تو اس کمرے میں سونا جس میں تمھاری اسٹڈی ہوتی تھی۔ سب سے روشن اور ہوادار وہی کمرہ ہے اندر والے بڑے کمرے میں مت سونا، وہ اندھیرا ہے اور اس میں دھوپ بالکل نہیں آتی، نم بھی ہے۔

تم احمدی بوا کو ضرور بلوا لینا۔ اگر آیا ساتھ لائی بھی ہو تو بھی ایک خادمہ سے کام نہیں چلے گا۔ تمھارا اپنا کام کرنے کے لئے احمدی بوا اچھی رہیں گی۔

میں اچھی طرح ہوں، ہر وقت تمھارا اور بچی کا خیال رہتا ہے، تم بھی میرے بارے میں کبھی سوچتی ہو؟

تمھارا دور افتادہ

بنّے

سنٹرل جیل ۔ لکھنؤ

جانِ تمنا۔ تم بہار کی طرح آکر چلی گئیں! یہاں بس اب صرف تمھاری معطر یاد باقی ہے۔ ابھی تک کوئی خط بھی تمھارا نہیں ملا۔ یہ بتاؤ کہ کیسی ہو؟ اور ہماری وہ پھول سی بچی؟

گذشتہ منگل کو میں نے جامعہ والوں کو خط بھیجا ہے کہ "بیمار" کا حساب تم سے کرلیں۔ غالباً چالیس روپے کے قریب اُن کو دینے ہیں۔ دیکھیں ٹالتے ہیں یا ایمانداری کرتے ہیں۔ اور میں نے تمھاری چاروں کتابیں اقبال کی بانگِ درا اور بالِ جبریل اور جوشؔ کے دیوان واپس کردئے ہیں۔ بابا کے ساتھ الہ آباد جائیں گے، ضربِ کلیم یہاں نہیں ہے۔ غالباً وہیں کہیں ہوگی۔

یہاں زندگی کی یکسانیت ایسی ہی ہے جیسی پہلے تھی، وہی خاکی دیواریں اور روز و شب کی ہموار تکرار، صبح اور شام ——— لیکن رات ہمیشہ جیسے ایک نئی شان کے ساتھ آتی ہے، آج ہلال ہے توکل اور بڑا چاند۔ تارے اپنی جگہ گھومتے رہتے ہیں۔ رات کی روشنی جیسے برکت برساتی ہے، اگر یہ آسمان کا ٹکڑا جسے ہم

اس تنگ احاطے سے دیکھ سکتے ہیں، نہ ہوتا تو زندگی اور مشکل ہو جاتی۔ آٹھ بجے رات تک کھلا رہنا بھی ایک نعمت ہے۔

جب سے تم آکر چلی گئی ہو، میری تمام یادیں اور تمنائیں تمہاری اندر مجسمہ کی شکل کے ارد گرد جیسے گردش کرتی رہتی ہیں، اور کبھی کبھی یہ سوچتا ہوں کہ تم آخر تھوڑی دیر کے لئے میری یاد سے فراموش کیوں نہیں ہوتیں، لیکن کیوں ایسا ہو، تم تو میری ہو نا؟

الہ آباد کے حالات لکھو۔ تمہاری طبیعت تو اچھی ہے۔ سفر بخیریت گذرا؟ اب تو سردی بڑھ گئی ہے اور صبح ۸ بجے سے ۱۱ بجے تک نیم کے پیڑ کے نیچے بیٹھ کر لکھتا پڑھتا ہوں۔ چنانچہ اس وقت بھی وہیں ہوں اور تمہاری یاد دل کو تڑپا رہی ہے۔

تمہارا

بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۶ر نومبر سنہ ۴۰ء

میری جان! تمھارے پاس سے ۲۵ر نومبر کے بعد سے کوئی خط مجھے نہیں ملا۔ اور نہ یہی پتہ چلتا ہے کہ آیا میرے خط بھی تمھیں ملتے ہیں یا نہیں بہت پریشانی ہے۔ آخر ماجرا کیا ہے امید ہے کہ تمھارے یہاں سب خیریت ہوگی معلوم ہوا تھا کہ بابا اندور گئے ہیں اور پھر وہاں سے جے پور جائیں گے، لیکن ننھے میاں پہنچ گئے ہوں گے اس لئے کوٹھی میں تنہائی نہ ہوگی۔

سردی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے اور اس وقت میں باہر صحن میں دھوپ میں بیٹھا تمھیں یہ خط لکھ رہا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ تم بھی ہمارے کمرے کے سامنے والے برآمدے میں بیٹھی بی نجمہ کے ساتھ دھوپ کھا رہی ہوں گی۔ وہیں جہاں پار سال ہم دونوں بیٹھا کرتے تھے، یا اب تم باہر لان پر بیٹھی ہو؟ اور وہ سامنے والے مکان کی بیوی اب بھی اس کھڑکی میں سے جھانکتی ہیں یا نہیں؟

دو دن ہوئے میرے لگائے ہوئے فصلی پھولوں میں سے پہلا پھول کھلا، ایک کونے میں کوئی ایک فٹ اونچے دبلے پتلے پودے کی سب سے اونچی پھنگی پر، ایک چھوٹا سا سرخ آٹھ پتیوں کا شرمایا ہوا سا پھول! جس کے بیچوں بیچ کا حصہ زرد تھا۔ اس چھوٹے سے مغرور پودے کو دیکھ کر جو آس پاس کے خالی پودوں کے مقابلے میں تاج اور کلغی سے سجا ہوا تھا، کیسی خوشی ہوئی۔ اس کی مہربانی تو دیکھو۔ ابھی اس کے پھولنے کی فصل تو کئی ہفتہ بعد شروع ہوگی لیکن یہ رحیم وکریم شاید اس خیال سے کہ جیل کی چہار دیواری میں ہونے کی وجہ سے اس کی ذمہ داری بڑھ گئی ہے۔ پہلے ہی سے ہم سے ملنے کے لئے نکل آیا، اور اس طرح اس غریب نے اپنی قدرتی زندگی کے دن کم کر لئے۔ اس احاطہ میں ہمارا کام کرنے کے لئے جو پانچ چھ قیدی رہتے ہیں یہ بے چارے سیدھے سادے کسان ہیں جو زمین پر جھگڑا کر کے مصیبت میں پھنس گئے۔ وہ بھی سب باری باری سے اس اکیلے پھول سے ملنے کیلئے آئے اسے دیکھ کر سب خوشی سے ہنس دیئے، معلوم نہیں وہ کون سی دل کشی تھی اس ذرا سی چیز میں کہ اتنے دکھی دلوں کو تھوڑی دیر کے لئے بھلا گئی!

میرے دل کی ملکہ! لکھو، جلد لکھو اور بہت بہت سا لکھا کرو۔ بتاؤ کہ کیسی ہو، کیا کرتی ہو، اور مجھے یاد کرتی ہو یا نہیں۔ مجھے تو تمھاری یاد جب ستاتی ہے، اور اس جاڑے کے ایام میں رات اور دن کا کون سا لمحہ ہے۔ جب یہ نہیں ہوتا تو سوچتا ہوں کہ یہی دھوپ اور صاف نیلا آسمان، اور رات کے چاند تارے جنھیں دیکھ کر یہی دل چاہتا ہے کہ

میں تم سے بہت پاس ہوتا، یہی سب تمھارے آس پاس ہیں، تمھیں دیکھ رہے ہیں، چھو رہے ہیں، تو پھر تو ہم ایک دوسرے کے بہت نزدیک ہوں گے کیوں؟

جلدی سے لکھو کہ مجھے بہت چاہتی ہو
تمھارا

بنے

بنمہ کچھ موٹی ہوئی؟

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۲۰ر نومبر سنہ ۴۲ء

میری اچھی رضیہ! کل بہت دنوں بعد تمھاری خیریت معلوم ہوئی۔ اطمینان تو کسی قدر ضرور ہوا، مگر تمھاری پریشانی سے دُکھ اور رنج بھی ہوا۔ پیاری! یہ مصیبت اور پریشانی کے دن زیادہ دیر نہیں رہیں گے، تم گھبراؤ نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہندوستان میں اور یہاں سے باہر جلد صلح اور امن ہو گا۔

میں فی الجملہ اچھا ہوں، کوئی خاص بات نہیں۔ صرف کہنی کی تکلیف کی وجہ سے تحریری کام کم ہوتا ہے جس کی وجہ سے پریشان ہوں، بچہ کو گائے کے دودھ کی فیڈنگ کی وجہ سے معدہ کی شکایت تو نہیں ہوئی۔ دودھ تم ڈیری کا منگوانا، اور بند بوتل میں، اِدھر اُدھر کا دودھ SAFE نہیں ہوتا۔ الہ آباد میں تو منی کی ڈیری کا دودھ سب سے اچھا ہوتا ہے۔

بالتفصیل خط لکھو، اور ہاں میری ہاتھ کی گھڑی کا پتہ چلا یا نہیں وہ گھڑی تمھارے استعمال میں تھی، جب تم پہلی بار (مئی میں) لکھنؤ آئی

تھیں۔ اس لئے کہ اس زمانے میں تمھاری اپنی دستی گھڑی بگڑی ہوئی تھی اگر نہ گھڑی کھوگئی تو مجھے بڑا افسوس ہوگا۔ ڈیڈی نے مجھے بڑی محبت سے دی تھی۔ اور ہاں مکتبہ جامعہ والوں نے تم کو جواب دیا؟

جلدی جلدی خط لکھا کرو۔

بہت سا پیار

تمھارا

بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۲۵ نومبر سنہ ۴۲ء

جان! پھر بہت دن گذر گئے، جو بہت سے معلوم ہوتے تھے، مگر تمہاری خبر نہیں ملی ——— کیوں؟ کیا آج کل کام بہت ہے؟ اُمید ہے کہ تم اور نجمہ اچھی طرح ہوں گی۔

کیا لکھوں؟ تحریری کام قریب قریب بند ہے، دماغ پر عجیب قسم کی افسردگی ہے، پڑھائی کا حال بھی بہت اچھا نہیں ہے۔ کبھی بہت سی کتابیں ایک ساتھ پڑھنے کو جی چاہتا ہے جس سے دماغ کا انتشار معلوم ہوتا ہے۔ پھر کوئی کتاب مل جاتی ہے جس کو چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا، اور کام کا پروگرام بالکل گڑبڑ ہو جاتا ہے۔ پھر کئی صبحیں ایسی ہوتی ہیں کہ پڑھنے کے خیال ہی سے وحشت ہوتی ہے۔ اس وقت پودے، باغ، پھول اور یہاں کی چڑیاں دل بہلاتی ہیں، کل صبح عجیب واقعہ ہوا۔ میں اپنی کوٹھری کے سامنے والے برآمدے میں بیٹھا چائے پی رہا تھا (جیسا کہ روز کا دستور ہے)، کہ یکبارگی سامنے والے جامن کے

پیڑ سے کئی چڑیوں کے چہکنے کی آواز آئی، اس موسم میں پہلی مرتبہ بلبلوں کا ایک چھوٹا سا جھنڈ قید خانے کے اس غم کدہ میں آپہنچا! کیسا آسمانی نغمہ تھا ان کا ———
یہاں موسیقی کی اجازت نہیں، نہ گانے کی، نہ کسی قسم کا کوئی باجہ رکھنے کی، اور یہ تو جانتی ہی ہو کہ باہر کا کوئی ملنے والا ہماری شان دار کوٹھریوں میں آکر ہم سے مل نہیں سکتا۔ مگر یہاں تو ایک نہیں کئی مہمان تھے، اور کتنے بے تکلف، کبھی گیندے کے سنہرے پھول سے لپٹ گئے تو کبھی گلاب کی ڈال پر جھولنے لگے۔ غرض جتنی دیر رہے خوب خوش رہے، اچھلتے رہے، کودتے رہے، ہنستے بولتے رہے، اور پھر تھوڑی دیر میں جس طرح آئے تھے، جیل کی اونچی اونچی دیوار پھاند کر ویسے ہی نکل گئے، اور جاتے جاتے بھی گنگناتے گئے! اس دیدہ دلیری سے انھوں نے جیل کے ہر قاعدے کو توڑا کہ تھوڑی دیر کے لئے معلوم ہونے لگا کہ ہم بھی قید نہیں بلکہ آزاد ہیں، جس سے چاہیں ملیں، اور بے کھٹکے اور بے رکاوٹ گانے سنیں! اپنے ان بن بلائے مہمانوں کا کس طرح شکریہ ادا کروں؟ بتاؤ!

تمھاری پڑھائی کیسی ہو رہی ہے، کالج روز جاتی ہو؟ اور تمھارے سب پروفیسروں کا کیا حال ہے؟ نجمہ بیگم کو گائے کا دودھ ٹھیک سے ہضم ہونے لگا ہے کہ مرتبہ شسنتی دیتی ہو؟ وہ پہلے کے مقابلے میں کچھ موٹی ہوئی، جب یہاں آئی تھی بہت دُبلی پتلی سی تھی بے چاری۔ اور احمدی بُوا؟ بدستور ہیں نا؟ اُن کی لڑکی ہے؟

بیگم تم یہاں سے ڈیڑھ سو میل کے فاصلے پر ہو۔ اس کا مجھے یقین نہیں آتا۔ تجھ سے بالکل قریب ہو، کبھی چپ رہتی ہو، کبھی غم گین، کبھی مسکراتی،

کبھی ہنستی، کبھی غصہ میں، کبھی خوش، کبھی ناخوش، جب یہاں خاموشی ہوتی ہے اور میں اکیلا ہوتا ہوں تو تم موجود ہوتی ہو اور اس وقت میرے پاس تمام دنیا کی دولت ہوتی ہے۔

میرا سارا پیار اور سب محبت
تمہارا
بینے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۴ر دسمبر ۱۹۴۲ء

میری جان۔ تمہارا ۲۴ر نومبر کا خط، جو جیل کے پتے سے بھیجا تھا، مجھے تین دن ہوئے ملا، اور اب پھر اتنے دن ہوگئے کہ تمہاری کوئی خبر نہیں کیا وجہ ہے تم نے لکھا ہے کہ میرے خط تم کو نہیں ملتے، سمجھ میں نہیں آتا کہ ماجرا کیا ہے؟ میں حسبِ دستور تمہیں، برابر ہفتہ میں دو خط لکھتا ہوں، ہاں دیر کی ایک وجہ ضرور ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ میں نے اپنے خطوں پر غلطی سے ۱۹ نمبر لکھ دیا ہے۔ بجائے ۱۵ نمبر کے۔ لیکن بابا کا نام بھی اُن لفافوں پر تھا۔ اس لئے خطوں کو گم نہ ہونا چاہیے تھا بہر حال تم ۱۹ نمبر پر کسی ملازم کو بھیج کر پوچھوا لینا کہ کہیں میرے خط وہاں تو نہیں پڑے ہیں۔

غالباً جس دن تمہیں یہ خط ملے گا، اُسی دن (۱۰ر دسمبر) ہماری شادی کی دوسری سال گرہ ہوگی! مجھے یاد ہے پار سال ہم لوگ دن بھر کے لئے جمنا کی سیر کو گئے تھے۔ وہ صاف شفاف دن، کیسی اچھی دھوپ تھی۔ وہ کھلی ہوئی کشادہ

فضا، چاروں طرف ہرے بھرے کھیت، بیچ میں لہراتا ہوا چوڑا دریا، بندوق کے فیر کی بار بار آواز ——— اور اس سب کے بیچ میں تم، جوان اور حسین اور تمھاری وہ لال ساری! ——— آج معلوم ہوتا ہے۔ یہ چہار دیواری نہیں ہے اور میں بھی وہیں الہ آباد میں ہوں، دل رنج سے بھرا ہے۔ آخر ہم ساتھ کیوں نہیں۔ اس سال ساتھ ہوتے تو نجمی بھی ہوتی۔ یہ آفت ہمارے سر سے آخر کب ٹلے گی؟ دل کہتا ہے کہ اب شاید زیادہ دیر نہ ہو اور جلدی سے ہندستان اور دنیا میں صلح ہو، امن و امان ہو، جدو جہد و کش مکش کا دور ختم ہو کر تعمیری دور شروع ہو۔ معلوم نہیں یہ دل کی اُمنگ اور اُمید ہی ہے، یا اس میں اصلیت بھی شامل ہے۔

تم نے میاں کی شادی کے لئے چند دنوں کے لئے تو یہاں آنہ گی ہی، اب تو اس دن کا انتظار رہے کہ تم کو اور نجمی کو جلد دیکھوں، یہ تو اچھا ہوا کہ نبے میاں کا تقرر الہ آباد میں ہو گیا۔ اس کی وجہ سے بابا کی تنہائی بھی کم ہو گی۔ اب یہاں دو سیاسی قیدی اور آگئے ہیں، جن کی وجہ سے تنہائی کی وہ تکلیف جو نقوی صاحب کے چلے جانیکے بعد سے پیدا ہو گئی تھی، اب دور ہو گئی ہے۔

میں اچھا ہوں لیکن کہنی کا درد کم بخت ساتھ نہیں چھوڑتا۔ بائیں ہاتھ سے بیڈمنٹن کھیلنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن اگر آدھ گھنٹے بھی لکھتا ہوں تو درد بڑھ جاتا ہے، تم کیسی ہو، نجمہ کیسی ہے۔ اب تمھارے خط مدتوں نہیں ملتے، بڑی پریشانی ہوتی ہے۔

بہت سی یاد، تمناؤں اور پیار کے ساتھ

تمھارا بنے

سنٹرل جیل لکھنؤ

۱۰ر دسمبر سنہ ۱۹۴۳ء

میری پیاری! آج دسمبر کی دسویں تاریخ ہے، اور یہاں تم سے دور اکیلے میں دل جیسے خون ہو رہا ہے۔ معلوم نہیں کب پھر ہم اور تم ملیں گے۔ یادیں بھی کتنی تکلیف دہ ہو سکتی ہیں اور سب سے زیادہ وہ جو سب سے زیادہ خوشگوار ہوتی ہیں۔ آج مجھے اجمیر یاد آتا ہے۔ جب میں نے پھولوں کی لڑیوں سے ڈھکا ہوا، تمھارے چہرے کا ہلکا سا پرتو پہلی بار آئینے میں دیکھا تھا، میرا دل خوش تھا، متجسس تھا، اور کچھ کچھ حیران بھی! سوچتا تھا کہ آگے چل کر یہ دو زندگیاں کیسے ملیں گی، کیا کریں گی کیسے ایک ساتھ بڑھیں گی، اور پھر ایک سال بعد، پارسال یاد ہے؟ جب ہم تم جمنا میں ایک کشتی میں دھیرے دھیرے بہتے جا رہے تھے آج دل و دماغ پر وہ نقوش دہکتے ہوئے انگاروں کی طرح جل رہے ہیں اور ساری ہستی بس تمھیں پکار رہی ہے۔ لیکن اس سنسان ویرانے میں اسے کوئی جواب نہیں ملتا۔ سوائے ایک بازگشت کے! اُفوہ! بس یہ پہاڑ کی سی

مُصیبت جلد ہی سر سے ٹلے یہ خوش گوار دھوپ، یہ خنک ٹھنڈک، یہ رقیق نیلا آسمان ہم دونوں کو ایک ساتھ دیکھیں۔

تم کو اب کی جیسے ہی چھٹی ملے، یہاں آ جانا، اور اسی سلسلے میں نبے میاں کی شادی میں بھی شرکت کرنا، پرسوں منے بھیا بھی گرفتار ہو گئے، لیکن وہ یہاں نہیں رکھے گئے، بلکہ ڈسٹرکٹ جیل میں ہیں۔ میں نے درخواست بھی دی تھی کہ وہ یہاں رکھے جائیں مگر شاید گورنمنٹ نے حکم نکالا ہے کہ نظر بند لوگ ستیاگرہ کرنے والوں سے الگ رکھے جائیں گے۔ کیا مصیبت ہے کہ بھائی بھائی پاس ہوتے ہوئے بھی نہ مل سکیں!

تمھاری صحت اب کیسی ہے؟ معلوم نہیں میرے خط تمھیں ٹھیک سے ملنے لگے کہ نہیں! چھوٹی بچی کیسی ہے۔ اب تو وہ کافی بڑی ہو گئی ہو گی، بیٹھنے لگی کہ نہیں، اور باتیں کیسی کرتی ہے۔ پار سال اس جاڑے کے زمانے میں تمھاری صحت اچھی نہیں رہتی تھی، میں تو سمجھتا ہوں وہ کمرہ کافی روشن نہیں، تم سامنے والے چھوٹے کمرے میں رہا کرو تو زیادہ اچھا ہو، وہاں خوب دھوپ رہتی ہے۔ اب تو سردی کافی بڑھ گئی ہے۔

میں اچھی طرح ہوں۔ خط بھی اگر دیر کو ملیں تو فکر نہ کرنا۔ اگر کوئی خاص بات ہو گی تو تمھیں اطلاع بھیج دی جائے گی، تم البتہ جلد جلد لکھو۔ کم از کم ہفتے میں ایک بار ضرور لکھا کرو۔ ورنہ بہت الجھن اور پریشانی ہوتی ہے۔ جیل کی زندگی میں ذرا ذرا سی بات پر گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے۔

میری سب یادیں تمھارے لئے ہیں۔ تمھارا بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۳ دسمبر

میری جان۔ کیسی ہو؟ تم یہاں کرسمس کی چھٹیوں میں ضرور آجانا۔ بچی کے لئے دودھ کا انتظام کچھ مشکل نہیں۔ ملٹری ڈیری میں اطلاع کروا دینا، وہاں سے بہترین دودھ مل سکے گا۔ یہ تو ٹیلیفون ہی کے ذریعے سے ہو سکتا ہے۔ اچھا تو یہ ہو کہ جس دن بابا آدیں تو تم بھی اُن ہی کے ساتھ آجاؤ۔ میں اچھا ہوں۔ کہنی کا درد تو معلوم ہوتا ہے، اب مستقل ہو کر رہ گیا۔ اس لئے اب میں نے پھر اپنا داہنا ہاتھ استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ نہ کرنے سے تو کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔ علاج تو یہاں کرنل جعفری کا ہے، جو بہترین ہے، کسی دوسرے ڈاکٹر کو دکھلانے سے کیا فائدہ! بہرحال تم تشویش نہ کرو۔

ابھی ابھی رفیع صاحب گرفتار ہو کر اسی جیل میں آئے ہیں۔ اور اُن سے باہر کے تازہ ترین حالات معلوم ہوئے۔ منے بھیا یہاں نہیں رکھے گئے، اس کا بڑا افسوس ہے۔ اب کُل ملا کر چار سیاسی نظر بند

اور ایک راجہ ہتھوڑا ہیں، اور اب یہاں مزید جگہ نہیں۔ نجمہ بیگم کیسی ہیں۔
اب تم جلد آؤ اور مجھ سے ملو۔

بہت سا پیار
تمھارا

بنے

سنٹرل جیل لکھنؤ

۵ر جنوری سنہ ۴۲ء

میری پیاری! سارا کرسمس اور جنوری کے ۶ دن گذر گئے۔ اس درمیان میں تمھارا انتظار رہا۔ پہلے خیال تھا کہ ۲۲ر کو آؤ گی، پھر ۲۶ر کی خبر آئی مگر اب تو وقت ہی نکل چکا۔ کل سے شاید یونیورسٹی بھی کھل جائے۔ بابل سے ۲۳ر کو ملاقات ہوئی تھی، اُن سے تمھاری خیریت معلوم ہوئی تھی۔ اب تم وہاں بالکل اکیلی ہو۔ معلوم نہیں تمھارے بھائی صاحب بھی ہیں یا نہیں، بچی کی طبیعت اچھی نہیں ہے، کیا دانت نکل رہے ہیں؟ کچھ قبل از وقت سا معلوم ہوتا ہے۔ بہت تردد اور فکر ہے، معلوم نہیں اس جاڑے میں تمھاری اپنی طبیعت کیسی رہی۔ پارسال کی طرح نزلہ اور گلے کے درد کا سلسلہ نہ کہیں ہو جائے۔ تم اُن ڈاکٹر بنرجی کا ہی علاج کرنا، جن سے تم کو فائدہ ہوتا تھا اور بچوں کے لئے تو وہ خاص طور پر بہت اچھے سمجھے جاتے ہیں۔ افوہ! یہ کم بخت بیماریاں، جیسے ان کے بغیر ہمارے لئے کافی دکھ اور پریشانیاں نہیں ہیں۔

آج کل میرے ساتھ جیل میں کوئی دوسرا سیاسی قیدی نہیں ہے۔ ایک طرح کی تنہائی کی سی سزا ہے۔ لیکن اس کی شکایت کیا؟ گورمنٹ کی یہی بڑی عنایت ہے کہ مجھے لکھنؤ میں رکھا ہے جس کی وجہ سے کھانے اور عزیزوں سے ملنے کی سہولت ہے۔ اس درمیان میں میری طبیعت بھی کچھ بہت اچھی نہیں رہی۔ ایک تو تمھارے پاس سے دو ہفتے سے کوئی اطلاع نہ آئی جس کی وجہ سے طبیعت بہت پریشان رہی، خاص طور پر جب روز آنے کا انتظار لگا۔ دوسرے خفیف سی نزلہ کی شکایت تھی، جس کی وجہ سے گلے اور سر میں درد رہتا تھا۔ آج سے طبیعت رو بہ اصلاح ہے۔

اور کیا لکھوں۔ تمھارے خطوں کا جواب مشکل سے ہفتے میں نو کا اوسط ہو گیا ہے، اور پھر ان سے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ میرے خط تمھیں ملتے ہیں یا نہیں یا یہ کہ تم مجھ سے آج کل کچھ خفا ہو یا کیا بات ہے؟ غرض یہ کہ بڑی الجھن اور ادھیڑ بن میں زندگی کٹ رہی ہے۔ جس کی وجہ سے سنجیدہ قسم کی پڑھائی یا کوئی تحریری کام بھی بند ہی سا سمجھو!

اب میں بابا سے کہہ دوں گا کہ وہ منشی جی کو ہدایت کر دیں کہ وہ نجمہ کی اور تمھاری خیریت کے دو خط ہر ہفتے مجھے بھیج دیا کریں، تم جو خط لکھو گی وہ اس کے علاوہ ہوں گے (میں حسبِ دستور بلا ناغہ تمھیں ہفتے میں دو خط بھیجا کروں گا۔) اس کی وجہ سے شاید میری چوبیس گھنٹے کی گھبراہٹ میں کچھ کمی ہو جائے۔

ان باتوں کے علاوہ میری زندگی کی صبح و شام پہلے کی طرح ہوتی

ہے۔ آج کل پھولوں کے علاوہ میں نے دوستی کا ایک نیا سلسلہ پیدا کیا ہے۔ وہ اس احاطے کی چڑیوں کی صحبت ہے۔ دو مینائیں، چار پانچ چڑیاں کچھ کبوتر، دو فاختہ، ہر روز صبح کو ناشتے کے وقت میری میز کے ارد گرد آجاتے ہیں اور میرے ناشتے میں شریک ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ایک طویل اور ایسی داستان ہے، جس کے لکھنے کے لئے طبیعت اس وقت بالکل موزوں نہیں۔ اس وقت تو میرا دل اپنی پیاری چڑیا نجمی اور اس کی ماں کی طرف لگا ہوا ہے اور بس صرف یہ سننے کو جی چاہتا ہے کہ دونوں اچھی طرح ہیں۔

شغل

اچھا پیاری اب رخصت
تمھارا بہت غم گین
بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۶ر جنوری سالِ ۱۹۴۲ء

میری بہت پیاری بیوی۔ خیریت سے واپس پہنچ گئیں۔ شاید ایک دو روز میں تمہارا خط ملے۔ تمہارے جانے کے کچھ دن بعد تک بہت برا لگتا ہے، اور طبیعت بہت مضمحل رہتی ہے۔ آج تمھیں یہاں سے گئے چار دن ہوئے اب کہیں جا کر جیل کی نارمل زندگی شروع ہوئی ہے۔

میں اچھا ہوں، دو تین دن سے سردی کم ہے۔ ٹھنڈی ہوا نہیں چلتی۔ موسم بہت خوش گوار ہو گیا ہے۔ لیکن جی ڈرتا ہے کہ اب رفتہ رفتہ دن بڑے ہوتے جائیں گے اور دو مہینے بعد گرمیاں شروع ہو جائیں گی، اور پھر تو جیل جہنم سے بدتر ہو جاتا ہے، خاص کر راتیں، جب مجبوراً کوٹھری میں بند ہو کر سونا پڑتا ہے، معلوم نہیں یہ لڑائی کمبخت کب تک چلے گی۔ خواہ مخواہ کو جیل میں پڑے سڑ رہے ہیں، توبہ طبیعت عاجز آ گئی ہے۔

ایک اچھی "اندرونی خبر" یہ ہے کہ ہمارے احاطے میں دو سُرخ گلاب

آج کل پھر بہار پر ہیں، انسان میں سے ایک، تو پھولوں سے لدا ہے، حالانکہ میں پیڑ پر لگے ہوئے پھول کو میز کے گلدستے پر ترجیح دیتا ہوں، لیکن یہاں تو اتنے بہت سے پھول تھے کہ میں نے تین توڑ کر اپنے شیشے کے گلاس میں بالکل سامنے میز پر لگا لئے ہیں، اور اس وقت ان سے چھ انچ کے فاصلے پر بیٹھا ان کی تعریفیں تمھیں لکھ رہا ہوں۔ بے چارے شرم سے لال ہوئے جا رہے ہیں۔ تم نے "دانہ و دوام" پڑھا، تمھاری ان افسانوں کے متعلق کیا رائے ہے۔ "لیڈر" کی وہ کٹنگ ضرور بھیجنا جس میں تمھارا افسانہ چھپا تھا۔

بابا جب آنے لگیں تو ان کے ہاتھ ٹی کوزی بھیجنا مت بھولنا، اور سب سے زیادہ خیال تو 'TIME' یا کوئی اور میگزین ہوں تو اُن کے میرے پاس بھیجنے کا کرنا — اس قسم کی چیزوں سے بہت دل بہلتا ہے، اور ایسی خبریں بھی معلوم ہوتی ہیں جو عام طور پر ہمارے اخباروں میں نہیں ہوتیں۔

نجمہ بیگم تو بہت ہی پیاری ہو گئی ہیں، اور روز بروز ہوتی جائیں گی، تم ان کی اور اپنی (اپنی ضرور) تصویریں، تازہ ترین ضرور بھیج دو۔ تم کہتی ہوں گی کہ بس بھیجنے ہی بھیجنے کا ذکر ہے، اس کے بدلے میں کیا بھیجوں۔ سوا اپنی سب سے زیادہ قیمتی چیز —— پیار اور محبت کے۔

تمھارا

بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۸ر جنوری سنہ ۴۲ء

جان! کیسی ہو، اُمید ہے کہ نجمہ بی بی کی طبیعت اچھی ہوگی۔ کسی ڈاکٹر کو دکھایا تھا؟ میں اچھا ہوں۔ پرسوں تمھیں خط بھیج چکا ہوں جو غالباً مل گیا ہوگا۔ اس بیچ میں نئی بات یہ ہوئی کہ آچاریہ نریندر دیو نظر بند ہو کر یہاں ہی آگئے ہیں اور وہ جو میرے لئے قیدِ تنہائی کی مصیبت تھی۔ اب رفع ہوگئی ہے اور چونکہ وہ بڑے عالم و فاضل بھی ہیں، اس لئے اور بھی اچھا ہے۔ میں اپنی ہندی کی قابلیت بڑھا سکوں گا، اور ان کے صلاح و مشورے سے تحریری کام میں مدد مل سکے گی۔ مگر کیا معلوم شاید وہ بھی یہاں سے ٹرانسفر کر دیئے جائیں۔ ابھی تک تو خیال ہے کہ شاید یہیں رہیں۔

میری صحت حسبِ معمول اچھی ہے۔ اگر شکایت ہے تو یہی کہ کہیں وزن ضرورت سے زیادہ نہ بڑھ جائے۔ ورزش تو کافی کرتا ہوں، لیکن یہاں کی زندگی میں مجبوراً زیادہ تر وقت بیٹھے یا لیٹے گذرتا ہے، اور میری معمولی زندگی

جس سے تم خفا رہتی تھیں ، زیادہ تر گھومنے پھرنے کی تھی ۔

تم اجمیر خط بھیجو تو اپنے ڈیڈی اور ممی کو میرا آداب لکھ دینا اور ننگی بی بی کو اِن کی "عید مبارک" کا شکریہ ۔ اس ہفتہ تو میں دونوں خط تمھیں کو بھیج رہا ہوں ، اگلے ہفتے شاید تمھیں ایک خط ناغہ دے کر وہاں لکھوں ممی کی طبیعت اب کیسی ہے ، میں تم سے پوچھنا ہی بھول گیا ، اور ڈیڈی کیسے ہیں ، الہ آباد کب آئیں گے ۔

وزیر منزل سے معلوم ہوا ہے کہ بابا کسی مقدمے میں جے پور گئے ہیں تو تم وہاں اکیلی ہی ہوں گی ۔ معلوم نہیں کب یہ کم بخت دوری دور ہو گی اور اس قید فرنگ سے رہائی ملے گی خط جلد جلد لکھتی رہو ، ناغہ مت کرنا اور بجمہ کی تصویر ضرور کھنچوا کر بھجواؤ

بہت پیار
تمھارا
بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۲۱ر جنوری ۱۹۴۲ء

میری جان! تم کیسی ہو، اور نجمہ بی بی کا کیا حال ہے، آج تو ایسی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں ٹھٹھری جاتی ہیں۔ لیکن آسمان بالکل صاف ہے۔ نیلا اور دھلا ہوا۔ اور دھوپ بہت اُجلی اور شفاف، خوب گرم کپڑے پہن رکھے ہیں۔ اور اس موسم سے لطف اُٹھا رہا ہوں۔ ہمارے باغ میں اب فصل کے پھول ہر طرح کے کچھ کچھ نکل آئے ہیں۔ ہفتے دو ہفتے میں تو باغ و بہار کا عالم ہوگا۔ لیکن جیل کے اندر کے پھول اپنی دلفریبی کے ساتھ کچھ کچھ دل کو مغموم بھی کر دیتے ہیں، اور جیسے یہ کہتے ہیں کہ "ہم تم دونوں ہی کہاں آکر پھنسے" انھیں دیکھنے والا ہی یہاں کون ہے؟ بچے نہیں ہیں کہ انھیں توڑنے کے لئے لپکیں اور اِن سے کھیلیں، عورتیں نہیں ہیں کہ اُن سے اپنے بال اور گلے سجائیں اور میز پر اگر میں نے رکھ بھی لئے، گلدستہ بنا کر، تو کہاں! ایسی بھونڈی کالی سلاخوں دار کوٹھری میں نکمی سی چوکور میز پر اور پھر اکیلے دیکھ کر خوش ہو لئے

تم نے کبھی محسوس کیا ہے کہ آئینے میں قدرت کا حسن بھی غم گین کرتا ہے، جتنا زیادہ حسن ہوتا ہے اتنا ہی رنج اپنے ساتھ لاتا ہے، کیسے کیسے خیال ہیں جو دل میں آتے ہیں، کبھی تم یاد آتی ہو۔ کبھی بجمہ کے ہونٹ آنکھوں کے سامنے پھرتے ہیں۔ کبھی گزشتہ مسرتوں کا یہ لمحہ دل میں چٹکیاں لیتا ہے، کبھی کسی دوسری خوشی کا خیال ستاتا ہے۔

پرسوں یہاں آچاریہ نریندر دیو کے علاوہ ایک اور ساتھی ہمارے پنڈت موہن لال گوتم بھی آگئے۔ تو گویا اب دو سیاسی نظر بند میرے علاوہ یہاں اور ہیں۔ اور اب اس سے پہل پہل کافی بڑھ گئی ہے۔ سنا جاتا ہے کہ ایک دو سیاسی قیدی بھی اندر ہماری بیرک میں آنے والے ہیں۔ پھر تو یہ "خانہ" بالکل بھر جائے گا۔ میں نے آج کل ہندی سیکھنے پر زیادہ وقت صرف کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس لئے کہ آچاریہ جی سے بہتر استاد کبھی بھی نہ مل سکے گا۔ موقعہ غنیمت ہے، اس لئے پورا فائدہ اٹھاؤں۔ کیا معلوم کب تک یہ ساتھ رہے گا۔

کیا تم محرم کی چھٹیوں میں یہاں آؤ گی، اگر آسکو تو اچھا ہو، بجمہ بی بی کی خیریت لکھو۔ ان کا نزلہ بالکل اچھا ہو گیا یا نہیں۔ اور اب ان کو دودھ کے علاوہ اور بھی کچھ دینا شروع کیا؟ میری سب یادیں تمھاری ہیں

تمھارا

بنے

سنٹرل جیل، لکھنؤ

۲۵ر جنوری ۱۹۴۲ء

میری جان! تم کیسی ہو؟ اور تمھاری بجمہ؟ آج کل تو تم وہاں بالکل اکیلی ہوں گی۔ بابا تو ابھی واپس نہ آئے ہوں گے۔ تمھیں اس زمانے میں تنہائی کی کیسی تکلیف ہو گی! اور میری تنہائی تو ظاہر ہی ہے! کیا زندگی ہے! نہ معلوم یہ بے معنی زندگی کب ختم ہو گی؟

میں آج سمترانندن پنت (ہندی کے مشہور شاعر) کی نئی چھپی ہوئی نظموں کی کتاب "گرامیا" پڑھ رہا ہوں، اس میں ہندوستان کے دیہات کی زندگی کے بارے میں نظمیں چھپی ہیں اور بعض تو بہت ہی اچھی ہیں — اب جو ذرا ہندی سمجھ میں آنے لگی ہے تو ان میں بڑا لطف آتا ہے، میں نے سوچا ہے کہ جب یہ پوری کتاب ختم کر لوں گا تو پھر ان میں سے دس پندرہ نظموں کا انتخاب ہندی سے اردو نثر میں ترجمہ کروں گا، اور تمھارے پاس بھیجوں گا، تاکہ تم اردو اور ہندی کی جدید ترقی پسند شاعری کا مقابلہ کر سکو۔

کل "نگار" کا سالانہ نمبر ملا، اب کی اس میں جدید اردو شاعری کے مختصر انتخابات ہیں۔ ابھی میں نے اسے سرسری طور پر دیکھا ہے۔ نیاز صاحب نے اس بات کی خاص کوشش کی ہے کہ جدید مضامین پر اشعار اور نظمیں اس انتخاب میں نہ رکھیں جوش اور احسان دانش کے کلام کے انتخاب سے بھی "ڈنک" نکال کر انھیں بے ضرر بنا دیا ہے۔ "ادب لطیف" کا سالانہ نمبر اب کی بہت اچھا ہے، تمھیں مل سکے تو ضرور دیکھنا، بیدی، کرشن چندر، سعادت حسن منٹو کے افسانے بہت اچھے ہیں اور اس کے علاوہ بھی کئی اچھی اچھی چیزیں۔ فیض احمد فیض لاہوری کی ایک مختصر سی نظم بہت پسند آئی اپنے حسب حال ہونے کی وجہ سے تمھیں تحفہ بھیجتا ہوں۔

بام و در خامشی کے بوجھ سے چور — آسمانوں سے جوئے درد رواں
چاند کا دکھ بھرا فسانۂ نور — شاہراہوں کی خاک میں غلطاں
خواب گاہوں میں نیم تاریکی
مضمحل لئے رباب ہستی کی
ہلکے ہلکے سروں میں نوحہ کناں

بہت پیار اور بے انتہا آرزوؤں کے ساتھ
تمھارا
بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۳۱ر جنوری

میری بہت پیاری بیوی! کیسی ہو تم اور نجمہ بیگم؟ بہت دنوں بعد تمھاری خیریت معلوم ہوئی اور اطمینان ہوا۔ اب تو تمھارے امتحان کے دن قریب آتے جاتے ہیں۔ اس لئے پڑھنے میں زیادہ مشغول ہونا ہی ہوگا۔ یہ وقت کاٹنے کا ایک ذریعہ سمجھو، اور تنہائی کا شغل۔ میرا دل تم سے اور نجمہ سے ملنے کو بہت چاہتا ہے اور نجمہ کی صورت تو ہر دم آنکھوں کے سامنے رہتی ہے لیکن اس خیال سے کہ اب تم کو پڑھنے کی فرصت ہونی چاہیے تمھیں یہاں بلانے پر اصرار نہیں کرتا۔

میں اچھا ہوں روز بروز نئے نئے بہار کے پھولوں کو کھلتے ہوئے دیکھ کر دل کو خوش کرتا ہوں۔ تھوڑی سی سویٹ پی بوئی تھی، وہ خوب پھولی ہے۔ اور ابھی دو تین پھول توڑ کر میں نے اپنی میز پر گلدستہ سجایا ہے اس کی بھینی بھینی خوشبو جب آتی ہے تو مجھے پار سال کی وہ معطر دوپہر

یاد آئی تھی۔ جب ہم تم خسرو باغ گئے تھے اور وہاں سویٹ پی کے لہلہاتے ہوئے تختوں پر گھومتے تھے۔ یاد ہے؟ یہ یادیں بھی کیسی ہوتی ہیں؟ جتنی شیریں اتنی ہی تلخ۔

میری لکھائی پڑھائی آج کل زیادہ تر ہندی تک محدود ہے۔ سمترانندن پنت کی شاعری مجھ پر چھائی ہوئی ہے، اس کا ایک ہدیہ تمھارے پاس بھیجتا ہوں۔ نثر میں کرنے سے اس کا بہت سا حسن ختم ہوگیا۔ لیکن پھر بھی:۔

یہ آفتاب و ماہتاب کی دنیا جہاں ہزارہا جھنڈ میں تارے ہنستے ہیں
جہاں چڑیاں چہکتی ہیں۔ جہاں بجلی سے روشن ہو جانے والے بادل ہر ہر لمحہ رنگ بدلتے ہیں۔
یہاں سبزہ ہے اور کھیتوں کی ہریالی۔
یہاں پھول ہیں، یہاں شبنم، یہاں کوئل اور آم کی ڈالی ہے۔
یہ سب یہاں رہتے ہیں اور نیلا آسمان اور بوئی ہوئی زمین۔
سورج کی وسیع روشنی، چاندنی کا چپ چاپ حسن۔
یہ ارضِ قدرت، جہاں تنکا تنکا، ذرہ ذرہ شگفتہ، زندہ۔
یہاں اکیلا انسان ہی ہمیشہ مضمحل ہے۔ نہ زندہ مگر مردہ

از حد پیار
تمھارا بنے

سنٹرل جیل لکھنؤ

۸ر فروری ۱۹۲۱ء

جان من، تمہاری خیریت معلوم ہوئی، اطمینان ہوا۔ لیکن یہ معلوم کرکے فکر ہے کہ تم نے احمدی بوا کو جواب دے دیا۔ اگر وقتی غصہ آگیا ہو تو اُسے پی جانا اور پھر بلوا لینا کیونکہ ایسی ہمدرد اور چاہنے والی کھلائی بچے کے لئے مشکل سے ملے گی۔ تمہاری بھی یہی رائے تھی کہ اس کو مستقل رکھو گی۔

میں اچھا ہوں، کہنی کی تکلیف بھی اب کم ہو گئی ہے۔ بالکل غائب تو نہیں ہوئی ہے، لیکن اب داہنے ہاتھ سے بیڈمنٹن کھیلنے لگا ہوں اور تحریری کام بھی کافی دیر تک کرسکتا ہوں۔

موسم ایسا ہوتا جاتا ہے کہ بہت وحشت ہوتی ہے، ہوا کی نرمی، پھول چاندنی میں ملاحت، چاک دامانی کے دن اور یہ قیدِ گراں بار، کبھی کبھی تو بڑی دیر تک یاس و حسرت کے دورے رہتے ہیں، میں نے اس

درمیان میں ہندی شاعری پر بیس پچیس صفحے لکھے ہیں۔ سوچتا ہوں کہ باہر نکل کر میرے ادبی مضامین کا جو کافی ذخیرہ ہو گیا ہے۔ اس کی اب ایک کتاب چھپ سکے گی، لیکن کب؟ اب مجھے یہاں گیارہ مہینے ہو گئے۔

نجمی بیگم کی تصویر، ٹی کو زی، اپنی تصویر، مربہ ٹائم رسالہ۔ یہ سب کب بھیجو گی، اب انتظار ہے۔ بچی کو میری طرف سے بہت سا پیار

تمہارا ہی

بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۲ار فروری

میری بہت پیاری بیوی! پھر بہت دنوں سے تمھارا کوئی خط نہیں آیا، طبیعت پریشان ہے۔ گذشتہ اتوار کو ڈیڈی آئے تھے ان سے تمھیں میری خیریت اور حالات معلوم ہوئے ہوں گے۔

بھائی کا بھی ایک خط وزیر منزل آیا تھا اس میں تمھاری اور رجی کی خیریت تھی، مگر جب تک تمھارا اپنا خط نہیں آتا دل کو اطمینان نہیں ہوتا۔ احمدی کے جھگڑے سے تمھیں کافی پریشانی ہوئی ہوگی۔ خصوصاً آج کل جبکہ تمھارا امتحان بھی بالکل قریب ہے! امتحان کی تاریخیں کیا ہیں، اور اس سے تم کو کب فراغت ہوگی۔

میں اچھی طرح ہوں، کوئی خاص بات نہیں۔ آج کل میری پڑھائی لکھائی اچھی ہو رہی ہے۔ نجمہ بی بی کی تصویر کا بہت انتظار ہے اور تم نے جو دوسری چیزیں بھیجنے کو کہا تھا، وہ کب بھیجو گی!

اجمیر سے ڈیڈی میرے لئے بہت سے عمدہ عمدہ اچار اور چٹنیاں لاکر دے گئے ہیں۔ بھئی در اصل بات تو یہ ہے کہ تمھارے یہاں کھانا بہت اچھا پکتا ہے، اور تم لوگ واقعی لذیذ کھانے کے عادی ہو، جبھی تو تم وزیر منزل کے بامزہ میٹھے کھانوں سے چڑھتی تھیں!

اچھا اب خدا حافظ۔ خط جلد جلد لکھو

بہت سا پیار

تمھارا

بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۴ر فروری سنہ ۱۹۴۱ء

میری جان! دو ہفتہ سے تمھارا کوئی خط نہیں ملا، کتنا ظلم ہے! میں نے جیل کے دفتر سے بار بار دریافت کیا، معلوم ہوا کہ خط سنسر کے پاس گئے ہیں، وہ تو مجھے معلوم ہی تھا، کیوں کہ یہ تو میں جانتا ہی ہوں کہ تم برابر لکھتی ہو۔

کل کے اخبار میں ہوم ممبر صاحب نے جو گالیاں ہمیں سنائی ہیں وہ پڑھیں اور اپنے مخالفین کی عقل و دانش و تہذیب کا اندازہ اُس سے ہوا اور عبرت ہوئی۔ یہ ہمارے حکمران ہیں!!

تمھارے امتحان کی تیاری کیسی ہو رہی ہے، آج کل تو تم بہت مصروف ہوں گی۔ معلوم نہیں نجمہ بی بی کیسی ہیں۔ ان کی خیریت معلوم کرنے کو دل بہت بے چین ہے۔ اب تم دونوں سے ملے ایک ماہ سے زیادہ ہوا۔ بھئی اب امتحان وغیرہ ختم کر کے جلد آجاؤ، اور کچھ دن یہاں رہو پھر اجمیر چلی جانا۔

یہاں کے حالات بدستور ہیں۔ موسم کی تبدیلی اپنے ساتھ بڑی بے چینیاں لائی ہے۔ ہمارے پھول روز بروز زیادہ ہوتے جاتے ہیں اور ان کو دیکھتا ہوں تو بس تم ہی یاد آتی ہو۔ کل رات جب گیارہ بجے لکھ پڑھ کر بستر سے اٹھا تو لوہے کے جنگلے سے باہر چاندنی دودھ کی سی سفید شفاف پھیلی تھی، جہاں میں تھا وہاں سے کوئی دس قدم کے فاصلے سے اس نورانی چادر کا فرش شروع ہوتا تھا، لیکن وہاں تک پہنچنا ممکن نہ تھا۔ اب خود خیال کرو کہ اس بے بسی پر دل کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ خیر یوں بھی سہی، ایک دن تو ہم تم ساتھ چاندنی میں پھر گھومیں گے۔ کیوں،

خط جلد جلد لکھو

بہت پیار کے ساتھ

تمہارا

بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۸ر فروری

میری جان! تمھارے تین خط، بڑے اچھے اور پیارے خط ۴، ۸، اور ۱۲ر فروری کو الہ آباد سے پوسٹ کئے ہوئے مجھے کل یعنی ۱۷ر کو ایک ساتھ ملے تم سمجھ سکتی ہو کہ اس دو ہفتے میں مجھے کتنی پریشانی رہی ہوگی۔ بہرحال یہ شکایت منجملہ اور شکایتوں کے، جس دن سے گرفتار ہوا ہوں بدستور قائم ہے اور شاید تا رہائی اس کا کوئی تدارک نہ ہو سکے گا۔ مگر بہرحال، تم ہفتہ میں دو تین بار ضرور لکھ دیا کرو، خط کبھی جلدی، کبھی دیر میں مل ہی جاتے ہیں۔ یہ کیا کم ہے! اور پھر تمھارے خط، اتنی خوشی ہوتی ہے، یا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہاں کی گھبراہٹ اور پریشانیوں میں اتنی کمی ہو جاتی ہے، جس کا اندازہ تم مشکل سے کر سکتی ہو، یہ خط باہر کی دنیا سے ہمارا رشتہ جوڑتے ہیں۔ وہ دنیا جس سے ہم بالکل محروم ہیں اور جس کے لئے دل ہر وقت تڑپا کرتا ہے۔ یہ چھوٹی سی خبر کہ نجمہ بی بی کے دو دانت نکل آئے، اور یہ کہ اب وہ گر پڑ کر تھوڑا سا بیٹھ لیتی ہے۔ میرے لئے

بہت بڑی خبر ہے، اس لئے کہ اب کئی دن تک بار بار اسی کا خیال آئے گا، اس کی صورت نظر کے سامنے اور اس کی غوں غوں کی بازگشت گانوں کے لئے سب سے اچھی موسیقی ہوگی، تو گویا یہ ہماری عید ہوئی! کیوں کہ یہاں تو جتنی خوشیاں ہیں وہ سب خیالی ہی خیالی ہیں۔ تکلیفیں بھی جسمانی اتنی نہیں ہیں جتنی روحانی۔ سب سے بڑی تو یہ کہ تم کو تکلیف ہے، تم اکیلی ہو اور اپنی تنہائی کے علاوہ بچی کا سارا بار بھی اس وقت تمہارے ہی سر پر ہے۔

کیسی غم گین باتیں کرنے لگا نا؟ حالانکہ خط لکھنے بیٹھا تھا تو بجّہ بیگم کے خیال ہی سے خوشی ہو رہی تھی، کیسی پیاری ہے بے چاری۔ ہے نا کہ نہیں؟ پاس نہیں پھر بھی اپنے تذکرے سے اپنے مقیدابا کو خوش کر دیتی ہے لیکن دل کا حال بس یہ سمجھ لو کہ گھڑی بھر کو خوش ہے تو دو گھڑی مغموم اور زیادہ تر سب سے بدتر یعنی کسی قسم کے احساس سے خالی! میری جان! یہ جیل بڑی بری جگہ ہے اور گیارہ مہینے کے تجربے نے مجھے یہ اچھی طرح بتا دیا ہے کہ انسان کی انسانیت کو ختم کرنے اور اس کے کیرکٹر کو پست کرنے کا اس سے بہتر کوئی اور ذریعہ نہیں طبیعت چھوٹی ہو جاتی ہے، ذرا ذرا سی تکلیفوں کا ایک پہاڑ بن جاتا ہے۔ فیاضی اور سخاوت کا جذبہ فنا ہو جاتا ہے۔ تخئیل میں جدت اور ندرت مفقود ہو جاتی ہے، اور آدمی کے لئے اپنی انسانیت کو برقرار رکھنا دوبھر ہو جاتا ہے۔ یہاں آکر آزادی کی قدر اور بڑھتی ہے، اور محکوم اقوام کی حقیری اور خواری، روحانی اضمحلال اور دماغی پستی کا راز جیسے کھل جاتا ہے۔ تمھیں یاد ہے اقبال کا وہ شعر

بیضہ آسا تنگِ بال و پر ہے یہ کنج قفس ازسرِ نو زندگی ہو گر رہا ہو جایئے

میں اچھا ہوں۔ یعنی اگر یہ سب لکھنے کے بعد تمھیں اس بات کا یقین آ سکے

حال میں ایک اچھی سی کتاب پڑھتا رہا ہوں، شاید تم نے بھی پڑھی ہو، "اردو شاعری پر ایک نظر" از کلیم الدین احمد (پٹنہ) ترقی پسند شاعری کی خوب دھجیاں اڑائی ہیں، اور تمھارے "شاعر" مجاز کو بری طرح لتھاڑا ہے مجھے ان کی بہت سی باتوں سے سخت اختلاف ہے، کیونکہ اور بہتیرے رجعت پسندوں کی طرح وہ بھی ترقی پسندی کو پوری طرح سمجھ ہی نہیں پائے ہیں، پھر بھی اس کتاب کے مصنف فن شاعری کے اعتبار سے اچھی تنقید کرتے ہیں اور اِن کی تنقید یقیناً ایسی ہے جو اردو شاعری کے لئے مفید ثابت ہوگی۔

تمھارا امتحان کب سے ہے؟ اور تم نے یہ نہیں لکھا کہ احمدی بوا کا کیا حال ہوا؟ تم نے انھیں رکھ لیا یا نہیں؟ تمھاری اور بجی کی تصویر کا انتظار ہے تم تصویروں کو تو وزیر منزل بھیج دینا۔ جیل کے خطوں کا ٹھیک نہیں۔ بہت سے ہاتھوں میں جانے کے بعد مجھے ملتے ہیں اور اس گڑبڑ میں تصویریں کھو سکتی ہیں۔

تم منے بھیا سے ملنے نینی جیل گئی تھیں، وہ کیسے ہیں، بھائی تو ابھی وہیں ہیں۔ اُن کی وجہ سے الہ آباد کے گھر میں چہل پہل ہو گی۔ تمھارا دل بھی بہلتا ہوگا۔

اچھا پیاری میری بجمی کو میری طرف سے خوب گلے سے بھینچ کر پیار کرنا اور اس کے دانتوں کو چومنا، خدا کرے اب وہ جلدی سے تمھیں زور سے دانت کاٹ سکے۔

بہت سا پیار، یادیں، آرزوئیں

تمھارا اپنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۲ر فروری سنہ ۴۱ء

میری جان! پرسوں تمھیں لکھ چکا ہوں، تمھاری بھیجی ہوئی نجمہ کی دو تصویریں ملیں۔ شکریہ۔ اس سے بہتر اس جیل خانے میں اور کوئی تحفہ نہیں ہو سکتا تھا۔ تصویر دیکھ کر تو تمھاری بچی کی بہت تعریف کرنے کو دل چاہتا ہے۔ مگر اس خیال سے کہ کہیں تم یہ نہ سمجھو کہ نظر لگ جائے گی، خاموش رہتا ہوں۔

میں اچھا ہوں تمھارا آخری خط ۱۲ر فروری کا لکھا ہوا ملا تھا اور اب دیکھیں اس کے بعد کے خط کب ملتے ہیں۔ تمھارا امتحان کس تاریخ سے ہے، اس کے بعد غالباً زبانی امتحان بھی ہوگا اور تم الہ آباد سے یہاں کب آؤ گی، یہ سب اگلے خط میں ضرور لکھنا۔ اب تم سے اور نجمہ بی سے ملنے کو بہت دل چاہتا ہے۔ اور ہر وقت یہی خیال لگا رہتا ہے کہ ملاقات کب ہوگی۔ بھائی تو اب تک الہ آباد ہی ہیں۔ ان کا کیا پروگرام ہے، تم جب امتحان ختم کر کے آؤ تو اس وقت تک رہو جب تک گرمی زیادہ نہ بڑھے، پھر اجمیر چلی جانا۔

میری ہندی کی تعلیم جاری ہے۔ خطرہ یہ ہے کہ اچاریہ جی کا کسی دوسری جیل میں ٹرانسفر ہو جائے گا۔ اگر ایسا ہوا تو پھر گڑبڑ ہو جائے گی۔ وہ آج ایک فرانسیسی کتاب کا ترجمہ کر رہے ہیں، وہی جو تم نے مجھے بھیجی تھی۔ اس میں میں ان کی مدد کرتا ہوں۔ کچھ متفرق قسم کی ادبی چیزیں بھی لکھتا رہتا ہوں۔ اب ایک ادبی مضامین کی کتاب بھی دو سو صفحے کی تیار ہونے والی ہے۔

تم کیسی ہو؟ پڑھائی کا کیا حال ہے؟ نجمہ بیگم کیسی ہیں۔ دوسرا دانت پورا نکل آیا؟

بہت بہت پیار
تمھارا
بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۲۴ر فروری سنہ ۴۱ء

میری جان! پھر بہت دن گذر گئے اور تمہارا کوئی خط نہیں ملا، وہی ۳ر فروری کا خط آخری تھا جو ۱۷ر کو ایک ہفتہ بعد ملا تھا، کیا قیامت ہے! خط تمہارے ضرور آئے ہوں گے، مگر مجھے کیسے ملیں؟ ہاں بھابی تین چار دن ہوئے الہ آباد سے واپس آئیں۔ اُن کی زبانی تمہاری بچی کی خیریت معلوم ہوئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ احمدی ہے، بس اطمینان ہوا۔

واہ بیگم صاحب! آپ نے وعدہ تو اتنی بہت سی چیزوں کا کیا تھا اور پورا صرف ایک ہی ہوا۔ نجمہ بی کی تصویر والا! نہ TIME بھیجا نہ مربّہ اور اب تو میں بھول بھی گیا کہ اس کے علاوہ اور کیا وعدے تھے شاید معلوم ہوتا ہے، تم بھی سب بھول گئیں، خیر بھئی تمہارا امتحان قریب ہے، بچی کی دیکھ بھال بھی کرتی ہو، اس لئے زیادہ شکایت نہیں کرتا۔ اچھا اب اگر کچھ کسی کے ہاتھ بھیجو تو میرا چینی ڈریسنگ گاؤن بھی بھیج دینا۔ اس کا موسم

آگیا ہے۔ وہ میرے غسل خانے کی کھونٹی پر ٹنگا تھا۔ وہیں کہیں ہوگا۔

تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ امتحان کی تیاری کیسی ہے؟ نجمہ کا کیا حال ہے؟ میری طرف اُسے بہت سا پیار کرنا۔

میں اپنے بارے میں کہوں، جسمانی طور سے اچھا ہوں۔ دماغ کافی پریشان ہے، دل مضطرب اور بے چین، نزلہ وغیرہ کی شکایت موسم کی تبدیلی سے، تھوڑی بہت، بہت ہی خفیف سی ہوگئی تھی، ایک دو دن رہی اب طبیعت بالکل اچھی ہوگئی ہے، دماغی پریشانیوں سے بچنے کے لئے اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ہنستا بولتا رہتا ہوں، تمہاری اور بچی کی یاد ہر وقت ستاتی ہے اور اس قسمت کو کوستا ہوں جس نے یہاں پہنچا دیا، دیکھیں یہ بلائیں ہم تینوں کے سر سے کب ٹلتی ہیں۔ اب تو مجھے یہاں آئے قریب ایک سال ہوگیا

تم یہاں کب آؤ گی پیاری! امتحان کے بعد جلد آجانا، اور کچھ دن رہنا اب تم سے ملنے کو بہت دل چاہتا ہے۔

بہت پیار اور محبت کے ساتھ

تمہارا

بنے

مکرر۔ ابھی خط بھیج ہی رہا تھا کہ مجھے تمہارے دو خط ملے۔ ۱۷ اور ۱۹ کے لکھے ہوئے۔ پہلے میں نجمہ بی بی کی ناسازی طبیعت کا ذکر تھا، دوسرے میں ان کی صحتیابی کا غالباً موسمی تبدیلی کی وجہ سے بیمار پڑی ہوگی اس طرح کی خبروں سے طبیعت بڑی بے چین ہوتی ہے کہ ایسے وقت

میں تمھاری پریشانیوں کو بانٹنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ خیر میری جان! تم نے اتنے دن تو بہادری سے کاٹ دیئے، بڑی مدت تو کٹ گئی، اب شاید تھوڑا ہی زمانہ باقی ہے۔ امید ہے کہ نجمہ اب ٹھیک ہوگی۔ میرا اس کو بہت سا پیار۔ بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنو

۲۸ فروری سنہ ۴۱ء

میری جان، میری پیاری، اچھی بیوی، تم کیسی ہو! دیکھو کیسی پریشان کرنے والی ہوائیں چلنے لگی ہیں اور مجھے تو ہر وقت یہی خیال لگا رہتا ہے کہ تم دونوں ماں بیٹی فصلی زکام، کھانسی بخار سے بچی رہو۔ اور اب تو یہ تین چار ہفتے تمھارے لئے بہت سخت گذریں گے، امتحان قریب ہونے کی وجہ سے۔ خط پہلے کے مقابلے میں تو اب جلدی ملتے ہیں، لیکن بجائے ہفتے میں دو بار کے ایک مرتبہ دو خط مل جاتے ہیں، یہ بھی بہت غنیمت ہے: میری طبیعت فی الجملہ اچھی ہے گلے میں کچھ درد تھا۔ بار بار غرغرا کرکے اس پر قابو پالیا ہے، باقی زندگی نارمل ہے، یعنی وہی صبح اُٹھنا، ناشتہ کرنا، اخبار پڑھنا، پڑھنا یا لکھنا یا دونوں دوپہر کو لیٹ کر کچھ ہلکی چیزیں پڑھنا، تیسرے پہر گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے بیڈمنٹن، پھر ہاتھ منہ دھو کر کھانا، آٹھ بجے کوٹھری میں مقفل ہو جانا، اور پھر رات

کو ساڑھے دس گیارہ بجے تک لکھ پڑھ کر پلنگ پر لیٹ جانا، لیکن ان تمام مشغولیتوں میں تمھاری یاد اور بی نجمہ کی تمھارے ساتھ ساتھ ایک مستقل اور مسلسل چیز ہوگئی ہے، جو صبح اٹھتے وقت اور رات کو سونے سے پہلے بہت شدت کے ساتھ بھڑک اٹھتی ہے، کبھی سوچتا ہوں کہ اس ہمہ گیر قید میں جہاں انواع و اقسام کی بندشیں اور پابندیاں عاید ہیں خیال کی اس آزادی کو بہت بڑی پریولج حاصل ہے۔ لیکن ہر خوشی کی اس دنیا میں قیمت ہے اور تمھاری یادوں کی بھی ہے، کیونکہ وہ بہت درد و حسرت کی حامل ہوتی ہیں۔

الہ آباد میں گاندھی جی کے آجانے سے بہت چہل پہل رہی ہوگی، تم ان سے جاکر ملی تھیں؟ آج اخبار میں پڑھا کہ یہاں سے پورنما جی الہ آباد لے جاکر چھوڑ دی گئیں، بھئی اب ہم کب چھوٹیں گے؟ اس کوردہ جگہ میں رہتے رہتے جی عاجز ہوگیا!

تمھارا امتحان کب ختم ہوگا؟ اور تم اور نجمہ لکھنؤ کب آوگی۔ مجھے ابھی سے اطلاع دے دو، تاکہ مجھے جو کتابیں الہ آباد سے منگوائی ہیں، ان کی فہرست تم کو بھیج دوں، میرا چینی ڈریسنگ گاؤن جو تم نے میرے لئے خریدا تھا وہ ضرور لیتی آنا۔

"ادبی دنیا" (فروری) میں ایک کہانی "گرجن" کرشن چندر کی پڑھی، بہت پسند آئی۔ کشمیر کے برفستانوں کا ایسا بیان ہے کہ معلوم ہوتا ہے، پڑھنے والا وہیں موجود ہے، تم یہاں آوگی تو تمھیں وہ رسالہ دوں گا۔

ایک بات یہاں بڑی تکلیف دہ ہوئی۔ آچاریہ نریندر دیوجی کا تبادلہ یہاں سے گورکھ پور جیل ہوگیا۔ میری ہندی کی تعلیم پھر گڑبڑ ہوگئی اور ایک عالم اور زندہ دل شخصیت کی صحبت سے محروم ہوگیا۔

این ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر

اچھا پیاری، بہت پیار کے ساتھ رخصت

تمھارا

بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۷ر مارچ ۱۹۴۲ء

میری جان! پرسوں میں نے تم کو خط روانہ ہی کیا تھا کہ تمھارا ۲۴ر فروری کا خط مجھے مل گیا۔ خیریت معلوم کرکے اطمینان ہوا، البتہ اس بات سے ذرا تشویش ہوئی کہ ڈاکٹر نے ٹیکہ لگانا اس لئے ملتوی کردیا کہ بچی کے منہ پر کچھ دانے تھے، یہ کیسے دانے تھے؟ اور اب کیسے ہیں اور ٹیکہ اب کب لگے گا؟

ابھی تک تم نے مجھے یہ نہیں لکھا کہ تمھارا امتحان کب سے ہے؟ اور کب تک رہے گا، اور تم امتحان سے فارغ ہوکر یہاں کب آسکوگی؟ غالباً اس مہینے کے آخر تک ختم ہو جائے گا پھر تو تم یہاں آسکوگی؟

بہرحال اپنا پروگرام لکھ بھیجو۔ باہر کے لوگوں کو اس بات کا احساس ذرا کم ہوتا ہے کہ یہاں کی زندگی کس قدر اُن سے وابستہ ہوئی ہے ہمارے لئے تو سوا ان کے یادوں اور ملاقاتوں کے باقی موت ہے۔ اندھیرا ہی اندھیرا

ہے، اُن کے لئے زندگی کی بہت سی مشغولیتوں اور دلچسپیوں میں ہم شاید ایک چھوٹا سا، تکلیف دہ جزد ہوں گے!

جب یہ خط تمھیں ملے گا تو تم اپنے امتحان کی تیاری میں ڈوبی ہوں گی - یہ پڑھائی کی بھی اچھی مصیبت گلے پڑ گئی - خیر اب تو یہ آخری قصہ ہے - مجھے یقین ہے تم پھر فرسٹ کلاس پاؤگی! ہے نا؟

گرم ہوائیں ہمارے پھولوں پر اداسی لاتی جاتی ہیں - سوا چند کے جو بعد میں کھلے تھے - باقی سب پژمردہ ہوتے جاتے ہیں، بالکل ویسے ہی جیسے آج کل میرا دل، ایک عجیب سی بے چینی اور گھبراہٹ رہتی ہے اور کسی چیز میں جیسے دل نہیں لگتا - رات کو سوتے سوتے آنکھ کھل کھل جاتی ہے اور دیر تک پریشان خیال آتے رہتے ہیں -

مجھے ادھر گلے کی تکلیف نے کافی ستایا - اب جا کر کچھ حالت اچھی ہوئی ہے خیریت ہوئی کہ بخار وُخار نہیں آیا - ورنہ جیل میں بڑی کوفت ہوتی - مجھے ایک اچھا سا خط لکھو اور جلد آؤ -

تمھارا

بنّے

مکرر یہ کہ ڈریسنگ گاؤن جو تم نے بھیجا تھا، مل گیا - شکریہ، بھابی کے ہاتھ کوئی رسالہ بھیجا تھا، وہ اُن کے نوکروں نے جیل میں گم کر دیا، وہ کہتی تھیں کہ اگر نام لکھ بھیجو تو دوسرا خرید دیں، تمھارے باقی وعدے کیا ہوئے؟

بنّے

سنٹرل جیل ۔ لکھنؤ

۷ر جون ۱۹۴۱ء

جانِ جہاں ۔ خدا خدا کر کے کل تمہارے دو خط ایک ساتھ ملے تو جان میں جان آئی ۔ ایک خط (پہلا) اجمیر پہنچنے کے دوسرے دن کا لکھا تھا اور اس کے بعد والا ایک دن ناغہ دے کر تھا ۔ بیچ کا ایک خط مجھے نہیں ملا ۔ غالباً ایک دو دن میں مل جائے گا، تم خط لکھنا کم نہ کرنا ۔ تمہارے خط میرے لئے میسحائی کرتے ہیں جس طرح میرے جسم کو برسات کی ٹھنڈی ہوا سے فرحت حاصل ہوتی ہے ۔ اسی طرح میرے دل کو تمہاری تحریر دیکھ کر بے انتہا مسرت اور سکون حاصل ہوتا ہے ۔ تم اس بات کا اندازہ مشکل سے کر سکتی ہو، بلکہ شاید کر ہی نہیں سکتی ہو، کیونکہ تم باہر "دنیا" میں ہو ۔ جہاں ہزاروں باتیں دل و دماغ کو اپنی طرف متوجہ کرتی رہتی ہیں، یہاں کی خوشیاں بہت محدود اور یہاں کے احساسات بہت تنگ، دائرے میں گھرے ہوتے ہیں ۔ اس وجہ سے اُن میں گہرائی اور تیزی بھی بہت ہوتی ہے ذرا سی بات سے خوشی رنج سے بدل جاتی ہے، اور وہی دل جو محبت کے چند

کلمے سُن کر لذت و سرور سے لرزاں ہو جاتا ہے، دوسرے لمحہ میں غم گین خیالوں کی لہر اُسے درد اور بے چینی کے طوفان میں غرق کر دیتی ہے۔

اچھا اب ایک خوش خبری سُنا دوں، کل پنڈت امرناتھ جھا کا ایک خط میرے پاس آیا جس میں اُنھوں نے میرے خط پہنچنے کی رسید بھیجی ہے اور یہ لکھا ہے:-

I HAVE YOUR LETTER OF MAY 27, REGARDING RAZIA'S FUTURE CAREER. I AM GLAD SHE HAS DONE SO WELL IN HER M.A. HER TEACHERS HAVE SPOKEN OF HER IN TERMS OF VERY HIGH PRAISE.

لو بھئی اب تو تمھارے وائس چانسلر صاحب بھی تمھاری قابلیت کا دم بھرنے لگے!

یہ سن کر کہ تمھاری طبیعت سفر کی تکان سے ناساز ہو گئی تھی، تردد ہوا اُمید ہے کہ اب بالکل اچھی ہوں گی۔ تم نے اجمیر کی برسات اور ٹھنڈی ہواؤں کا ذکر کر کے غضب کر دیا! میری آنکھوں میں وہاں کے پہاڑ، تال، سنگ مرمر کی بارہ دری، صاف اور اجلی چاندنی، یہ سب پھرنے لگے۔ اور وہ رات جب ہم دونوں بمبئی سے واپس آئے تھے اور باہر چبوترے پر لیٹے تھے، یاد ہے؟ وہ کیسی رات تھی میری جان! جس کی خوشبو سے میری روح

اب معطر ہے۔ اور اب یہ کم بخت، بے خطا و قصور، بے مقدمہ و باز پرس، بے میعاد قید جس کی ابتدا معلوم ہے، لیکن انتہا معلوم نہیں، دل کی ہر تمنا اور خواہش کو بے رحمی سے جیسے مسل کر گذشتہ مسرتوں کے نقوش بھی رفتہ رفتہ مٹاتی جارہی ہے، اور ایک اتھاہ درد اور رنج اور بے حسی ساری ہستی پر قابو پاتے جاتے ہیں۔

اب گل سے نظر ملتی ہی نہیں اب دل کی کلی کھلتی ہی نہیں
اے فصلِ بہاراں رخصت ہو ہم لطفِ بہاراں بھول گئے

تم میری صحت کے بارے میں تردد نہ کرو۔ جب تک مجھے یقین رہے گا، کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو، تم میری ہو، اس وقت تک کوئی سختی اور تکلیف میرے لئے بڑی بات نہیں۔ اس لئے کہ اس وقت تک زندگی میرے لئے معنی رکھتی ہے۔ اس وقت تک میں سوچ سکتا ہوں کہ باہر نکل کر تم کو خوش رکھنا، تمھاری مسکراہٹ کا تحفہ حاصل کرنا۔ ایک ساتھ زندگی کا ایک عجیب پیچیدہ پراسرار سفر طے کرنا، ایک ساتھ خوش ہونا، شریک غم ہونا، وسیع اور بلند مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے مل جُل کر جدو جہد کرنا، ایک دوسرے کا ہمدرد ہونا۔ مختصر یہ کہ ایک دوسرے سے محبت کرنا، یہ زندہ، تندرست اور صحیح سلامت رہنے کے لئے بہت کافی ہے۔

میں کل کیا کرتا ہوں؟ پارسال کے مقابلے میں پروگرام ذرا بدلا ہوا ہے ایک تو یہ کہ بہت سویرے اُٹھتا ہوں۔ پانچ بجے یا اس سے بھی چند منٹ پہلے نہانا، دھونا، ساڑھے چھ بجے باہر برآمدے میں ناشتہ۔ آج کل میز پر

پر ایک طشتری میں بھرے ہوئے بیلے کے پھول بھی رہتے ہیں جن کے بیچ میں دو چھوٹے چھوٹے گلاب کے پھول رکھے ہوتے ہیں۔ یہ اور ان کی خوشبو تم ہو۔ تمھاری یادیں، تمھاری نشانی یعنی یہ کہ تم یہ نہ سمجھنا کہ میں اکیلا ہوں بلکہ تم اجمیر میں سہی میں تمھیں اپنے پاس سے ہٹنے نہیں دیتا! اچھا پھر اس کے بعد اخبار آجاتے ہیں، ہم سب چار پانچ قیدی مل کر انھیں پڑھتے ہیں اور بحث مباحثہ کرتے ہیں پھر میں پڑھنے کی میز پر بیٹھ جاتا ہوں، یا ہندی کا سبق یا کچھ فلسفہ یا تاریخ کی کتاب پڑھتا ہوں۔ گیارہ بجے تک اس کے بعد کھانا، پھر بارہ کے بعد پلنگ پر لیٹ کر ناول وغیرہ پڑھتا ہوں، پھر ناشتہ، شربت، بسکٹ پھل، پھر بیڈ منٹن، پھر نہانا، کھانا، تھوڑی دیر گپ شپ، اس کے بعد کوٹھری میں بند ہوجاتا ہوں۔ رات کو کم پڑھتا ہوں، ساڑھے نو دس بجے تک سو رہتا ہوں، تمھارے خیال کیے گلے لگائے۔ اگر قسمت اچھی رہی تو صبح کو جاگا، ورنہ رات میں ایک دو بجے سے آنکھ کھل جاتی ہے، اور پھر صبح تک بڑی الجھن رہتی ہے۔ اب یہاں برسات شروع ہوگئی ہے اور اس کی وجہ سے ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگی ہیں، اور بے خوابی کی شکایت کم ہے۔

ڈیڈی نواب غالباً واپس آگئے ہوں گے۔ اُن سے میرا آداب کہنا اور اُن کی خیریت بالتفصیل لکھنا ببو میاں کو امتحان کی کامیابی پر مبارک باد دینا، اب ان کا کیا قصد ہے؟ ڈلی بی بی کو میری طرف سے دعائیں، ممی کو آداب عرض اور کہنا کہ اُن کی دعائیں ضرور قبول ہوں گی، اس لیے اُن سے بڑھ کر پر خلوص دعائیں میرے لیے کون مانگ سکتا ہے، مگر یہ بھی کہنا کہ پریشان نہ ہوں، یہ بُرے دن جلد

ختم ہوں گے۔

میرا وزن یوں تو کافی گھٹ گیا ہے، دو مہینے میں پندرہ پونڈ، احتیاطاً میں گورنمنٹ کو اپنے پھیپھڑوں کی اکس رے لینے کی درخواست بھی دے رہا ہوں مگر تم تشویش نہ کرنا اور میرے خیال سے اپنے اجمیر کے قیام کو کم نہ کرنا۔ ظاہر ہے کہ تم جتنی جلد آؤ گی مجھے خوشی ہوگی، لیکن اس بات سے بھی مجھے کچھ کم اطمینان اور خوشی نہیں ہے کہ تم وہاں آرام سے ہو۔ میری طرف سے بچہ کو بہت سا پیار کرنا، اور لکھو کہ تم کو مجھ سے محبت ہے اور تم میری ہو......

تمہارا

بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

یکم جولائی سنہ ۱۹۴۱ء (رات)

میری جان۔ تمھارے دو خط ملے۔ یہاں کا حال کیا پوچھتی ہو؟ گذشتہ ہفتہ میں نے اقبال کا ارمغانِ حجاز پڑھ ڈالا، زیادہ تر فارسی ہے اور کچھ اردو! بہت مایوسی ہوئی۔ یہ اُن کا آخری کلام ہے۔ اتنی فلاعوذیت اور دقیانوسیت آگئی ہے کہ جس کی حد نہیں، وہی مردِ مومن، جس کو وہ فقیر اور عقاب، بیک وقت بنانا چاہتے ہیں۔ امیروں کو دولت کا امین بنانا چاہتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ آخر میں ایک چھوٹی سی نظم حضرتِ انسان البتہ مجھے پسند آئی۔ اس کے چند شعر تمھیں تحفہ بھیجتا ہوں:۔

کوئی دیکھے تو ہے باریک فطرت کا حجاب اتنا
نمایاں ہیں فرشتوں کے تبسم ہائے پنہانی
یہ دنیا دعوتِ دیدار ہے فرزندِ آدم کو
کہ ہر مستور کو بخشا گیا ہے ذوقِ عریانی

فلک کو کیا خبر یہ خاکداں کس کا نشیمن ہے
غرض انجم سے ہے کس کے شبستاں کی نگہبانی

۲ر جولائی صبح

تم نے اوستھی صاحب کے بارے میں اپنے خط میں پوچھا تھا یہ صحیح ہے کہ ان کو معدے کی شکایت تھی اور آنتوں کے ٹی بی کا شک ہو گیا تھا۔ اسی بنا پر کل گورنمنٹ نے اِن کو رہا کر دیا۔ اس درمیان وہ یہاں نہیں بلکہ ہسپتال میں رہے۔ کل رہائی کے وقت چند منٹ کے لئے ملاقات ہوئی تھی میں نے تمھاری طرف سے مزاج پُرسی کر دی۔ رہائی کی وجہ سے وہ اتنے خوش تھے کہ بیمار ہی نہیں لگتے تھے۔ ابھی اُن کی بیوی کے یہاں ولادت نہیں ہوئی، کہتے تھے دو چار دن میں ہوگی۔

اخباروں میں تم نے جو لکھنؤ جیل کی شکایت پڑھی ہوگی وہ اس جیل کی نہیں بلکہ یہاں سے متصل کیمپ جیل کے متعلق تھی۔ ہمارے یہاں سکون اور امن ہے چند آدمی ہیں، صلح پسند اور روادار، جھگڑا کیوں ہو، جیل میں اگر تکلیف ہے تو وہ جیل والوں کی وجہ سے نہیں۔ جیل میں بند رہنے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ یہ ہولناک دیواریں، یہ جنگلے، یہ تالے مجھے تم سے زبردستی علیحدہ کئے ہیں، زندگی سے اور محبت سے محروم!

ڈیڈی کے متعلق تم نے بھی لکھا تھا کہ آئیں گے اور میں نے بھی کچھ دن ہوئے ان کو لکھا تھا کہ مجھ سے مل جائیں۔ اب کب آئیں گے، تمھیں پہنچانے غالباً آئیں گے۔

کل معلوم ہوا کہ مُنّے بھیا اس مہینے کے آخر یعنی ۲۸ تک الہ آباد جیل سے رہا ہوں گے، وہاں سے حیدر آباد جائیں گے، اور پھر بھابی کو لے کر یہاں آئیں گے۔

مسز وجے لکشمی پنڈت نے، پنڈت جواہر لال نہرو کے کہنے پر، مجھے ایک بڑی اچھی سی کتاب تحفہ بھیجی ہے۔ یہ کتاب ہے "راج ترنگنی" یا دریائے شاہاں" RIVFR OF KING ایک پرانی سنسکرت کتاب کا انگریزی ترجمہ۔ جو مسٹر پنڈت کا کیا ہوا ہے۔ بڑی سی، ضخیم کتاب جسے ایک کشمیری برہمن نے ۱۱۵۰ء عیسوی کے قریب تصنیف کیا تھا، اس میں کشمیر کی پرانی تاریخ ہے، منظوم، جس میں نہ صرف بادشاہوں کے حالات ہیں بلکہ ازمنہ وسطیٰ کے ہندوستان کے معاشرتی حالات کا بھی بڑا دلچسپ تذکرہ ہے، بیچ بیچ میں فلسفیانہ نکات، شاعرانہ پرواز خیال، رنگین عشقیہ تذکرے سب کچھ ہیں۔ اور جب اس خطہ جنت نظیر کے سر بفلک برفستانوں، صنوبر کے درختوں، سرسبز مرغ زاروں، مست ہواؤں کے حالات پڑھتا ہوں تو بار بار میرے دل میں ہوک سی اُٹھتی ہے کہ ہم تم بھی کبھی وہاں چلیں، انسانوں کی بستیوں سے دور اور خوب گھومیں، سیریں کریں، یہاں تک کہ تھک کر چور ہو جائیں اور پھر رات کو عشق و محبت کے افسانے ایک دوسرے کو سناتے سناتے سو جائیں۔

اچھا پیاری اب خط کافی لمبا ہو گیا۔ نجمہ بیگم کو تو تمھیں آج کل ڈبل پیار کرنا ہی چاہیئے، ایک اپنی طرف سے اور ایک میری طرف سے، اس کو تم بولا

سمجھو، میں تمہارا مقروض رہوں گا۔ باہر نکل کر ایک ایک پائی کا حساب چُکا دوں گا، اور اتنا کہ تم، محبت کی افراط سے عاجز آ جاؤ، اور بس بس، اور باقی آئندہ کہنے پر مجبور ہو جاؤ۔

بہت سی تمناؤں کے ساتھ

تمہارا

بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۴ر اگست ۱۹۴۱ء

میری جان - پرسوں علن بھیا مجھ سے ملنے آئے تھے۔ (اب میری ملاقات سنیچر کے دن ہوتی ہے) ان سے معلوم ہوا کہ چُنّو بی بی دوبارہ ٹائیفائیڈ میں مبتلا ہیں۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ حجّے کے انتقال کے بعد یہ چیز کس قدر تکلیف دہ ہوگی۔

مجھے معلوم ہے کہ تم مجھے ہفتے میں چار پانچ یا کم از کم تین خط ضرور لکھتی ہو، پیاری، مگر خداوندانِ جیل اور سنسر کے قبضۂ قدرت سے نکل کر کب وہ میرے پاس آتے ہیں، اس کا حال نہ پوچھو، کبھی دو تین ایک ساتھ کبھی بیچ میں پانچ پانچ چھ چھ دن کا ناغہ، یعنی یہ کہ قیدیوں کو جو حقوق حاصل بھی ہیں، ان پر عمل اس خوب صورتی سے ہوتا ہے کہ بس خدا ہی یاد آتا ہے۔ لیکن پھر بھی تمھارے خطوط، چاہے جب بھی ملیں، میرے مضمحل دل و دماغ کے لئے اکسیر کا حکم رکھتے ہیں۔ تم برابر لکھتی رہو! اور میں بھی جتنا ممکن ہوگا بلا ناغہ تم کو لکھتا رہوں گا۔

یہاں کا موسم دو دن سے بہتر ہو گیا ہے۔ کل رات کو خوب بارش ہوئی اور

یوپی میں عام طور پر بھی پانی برسا۔ اس کی وجہ سے جو قحط کا ڈر ہو چلا تھا وہ کسی قدر کم ہو جائے گا۔ حالانکہ چیزوں کا بھاؤ بڑھتا جا رہا ہے۔

پیاری تم کیسی ہو؟ اپنے بارے میں تم کبھی تفصیل سے لکھتی کیوں نہیں ہو؟ اس کی وجہ سے مجھے بہت پریشانی ہوتی ہے۔ تمھارے خطوں میں صرف یہ لکھا ہونا میرے لئے کافی نہیں ہے کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو، یہ بھی لکھو کہ تم کیسی ہو، کس سے ملتی ہو، دن کیسے کٹتے ہیں، گھر میں کیا بات چیت اور مشاغل رہتے ہیں، اور کبھی ادھر آنے کا بھی قصد کرتی ہو یا نہیں۔ (آیا کرو اِدھر بھی مری جاں......)

میں تم کو اپنے بارے میں کیا لکھوں۔ مجھے تو اس کا بھی یقین نہیں آتا کہ تمھیں میری باتوں میں بھی کوئی خاص دلچسپی ہوتی ہوگی۔ یہاں کی جان لیوا یکسانیت، آسمان کے بادلوں، پھولوں کی بہار، چڑیوں کے نغموں کو بھی مغموم بنا دیتی ہے۔ شام کو جب شفق پھولتی ہے، اور سب قیدی بند ہو جاتے ہیں اور جیل میں سناٹا چھا جاتا ہے تو میں بنگلے کے باہر سے سورج کا ڈوبنا دیکھتا ہوں۔ اور تم کو یاد کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ کب ہم ایک دوسرے کے ساتھ کسی دریا کے کنارے کھڑے ہو کر برسات کے رنگین آسمان کا منظر دیکھیں گے۔ کب؟

تم اجمیر دیر تک رہو۔ یہاں آنے کی جلدی مت کرو، یہاں کیا رکھا ہے، ایک تمھارا مقید ساتھی، دوسرے طرح طرح کی پریشانیاں لڑائیاں جھگڑے!

میری جان یہ دن کب پلٹیں گے؟ پلٹیں گے یا نہیں؟

بجّہ کو پیار اور تم کو اس سے بھی زیادہ

تمھارا

بینے

مگر یہ کہ اس ہفتے بابا مجھ سے ملنے آ رہے ہیں۔ کیا ڈیڈی بھی اس درمیان آئیں گے۔ یہ خط شاید تمھیں بجّہ بی بی کی سالگرہ کے آس پاس ملے، میری پیاری۔ اس موقع پر میری طرف سے بہت سی مبارکباد دیں۔ اور بہت سا شکریہ قبول کرو! میں کبھی نہیں بھولوں گا کہ جب میں اپنے فرائض کو ادا کرنے کے لیے موجود نہیں تھا تو تم نے باوجود ہزار مشکلوں کے اس ننھی سی جان کو پیدا کیا! اب تو بس یہی دعا ہے کہ آئندہ سال ہم دونوں مل کر اس کی دوسری سالگرہ منائیں!

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۴ ر اگست سنہ ۱۹۴۱ء (رات)

جان! گذشتہ دنوں میں خطوں کا انتظام اچھا رہا، اور مجھے تمھارے ۲۹، ۳۰ ر اور ۳۱ ر جولائی کے خطوط برابر بروقت ملتے گئے، یعنی ایک ایک دن کے وقفہ سے! آج تیسرے پہر کو ۱ ر اگست والا خط ملا، بخمہ بی بی کی صحت اب نارمل ہوگئی۔ یہ معلوم کرکے بڑا اطمینان ہوا۔ امید ہے کہ اس خط کے پہنچتے پہنچتے تک کمزوری بھی رفع ہو جائے گی۔ لیکن ان خطوں میں پھر تم نے اپنا کوئی حال نہیں لکھا۔ ذکر تک نہیں کیا کہ کیسی ہو۔ امید ہے کہ تمھاری طبیعت اب اچھی ہوگی، وہ جو تم نے کسی خط میں لکھا تھا کہ حرارت رہتی ہے اس کا کیا ہوا؟ وہ شکایت اب تو نہیں ہے؟ کیلشیم کھاتی ہو؟

واہ جناب یہ بھی آپ نے خوب لکھا ہے کہ میں تم کو نہ چھیڑا کروں، تو پھر کس کو چھیڑوں؟ یہ بھی کوئی بات ہے کہ ذراسی بات ہوئی اور آپ غصہ سے لال پیلی ہو کر برہم ہوگئیں۔ ناک پر مکھی نہ بیٹھنے پائے۔ ابھی میں تو ضرور تم کو چھیڑوں گا، تم چاہے

خفا ہو، چاہے ناراض - جدید ترین برہمی جناب کی رومن رسم الخط کے بارے میں ہے
تعجب ہے کہ تم کو میری رائے اس بارے میں اب معلوم ہوئی - میں تو ہندوستان
میں اپنے آپ کو اس تحریک کے بانیوں میں شمار کرتا ہوں، میرے خیال میں اگر
سہل اردو یا ہندوستانی کو ہم زیادہ سے زیادہ ترویج دینا چاہتے ہیں اور
اسے صرف مسلمانوں کے ایک محدود طبقے کی زبان بنا کر نہیں رکھنا چاہتے، تو
رسم الخط کا بدلنا از حد ضروری ہے - ہمارا موجودہ رسم الخط ایک تو پیچیدہ اور
مشکل ہے، دوسرے اس کی چھپائی میں بڑی دقتیں ہیں، تیسرے ہندوستانی آوازوں
کو پوری طرح سے ادا کرنے کی مکمل صلاحیت اس میں موجود نہیں، مثلاً دُور، دَور،
دَوْر، دَوَرِ، سب ایک ہی طرح لکھا جائے گا، ہم رومن کو لیں گے تو اس میں ترمیمیں
کریں گے (جیسے ترکوں نے کیا ہے) انڈو رومن قسم کی چیز بنے گی جس میں ہماری زبان
کی آوازیں فونیٹک کے اصولوں کے ذریعے نکالی جائیں گی، چھاپے کی آسانی، سیکھنے
میں دقت، ایک تہائی! یہاں میں قیدیوں کو دیکھتا ہوں، جیل میں اردو ہندی
دونوں سیکھنے کا انتظام ہے لیکن میری حیرانی کی انتہا نہیں رہی، جب میں نے
دیکھا کہ مسلمان قیدی کافی تعداد میں خود بخود ہندی پڑھنے کو اردو پڑھنے پر ترجیح
دیتے ہیں، اس لئے کہ ہندی کا سیکھنا زیادہ آسان ہے - ایک قیدی ہے یٰسین
وہ میرا بھی کام کاج کرتا ہے، وہ ہندی ہی پڑھتا ہے میں نے اس سے بار بار
کہا کہ اردو بھی سیکھ لو مگر وہ ٹال جاتا ہے "بابو جی اُو ماں تو کئی مہینے لاگ جات
ہیں" یہی اس کا جواب ہوتا ہے، حالانکہ اس کو پڑھانے والا ماسٹر اردو پڑھانے
پر مصر ہے ایسے کئی واقعات میں نے دیکھے ہیں - اگر ایسا ہی ہوتا رہا تو اردو

اس جمہوری دور میں ضرور بکھر جائے گی اور رہا دیوانِ غالب تو یہ پالیسی برتی جائے گی تو نیشنل پیمانے پر ہوگی۔ تمام کتابیں قدیم اور جدید انڈو رومن رسم الخط میں چھاپی جائیں گی۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر ہم نے رسم الخط نہ بدلا تو ہماری زبان جو اتنی خوب صورت اور اتنی لوچ دار ہے اور ترقی کی صلاحیت بھی رکھتی ہے اور جو کسی قدر اشتراک اور ارتقا کے بعد ہندوستان کی قومی زبان بن سکتی ہے، صرف اپنے اس دشوار لباس، رسم الخط کے بدولت اتنا نہ پھیل سکے گی، جتنا اس کا حق ہے۔

لیکن بنارہ پر زور! آپ تو خفا ہوئی جاتی ہیں، اگر آپ اس کی قائل نہیں تو آپ کو اس کا حق ہے، آپ ضرور اپنی رائے کا اظہار ایک مضمون میں کیجئے۔ کیا عجب کہ آپ ٹھیک کہتی ہوں، اچھا بھئی اب ذرا مسکرا دو، کچھ ہنس دو، اور رسم الخط کو بالائے طاق رکھ کر مجھے اچھا سا پیار دے دو۔ زمانہ اِن جھگڑوں کو چکاتا رہے گا!

مجھے نیا ادب اب تک نہیں ملا۔ اس بحث کے بعد اُسے پڑھنے کا شوق ہو گیا ہے، لیکن تم نہ بھیجنا، ایسی چیزیں یہاں لوگ بے تکلف اُڑا لیتے ہیں میں یہیں سے منگوا لوں گا اور پھر اُسے دیکھ کر اور رسم الخط کے بارے میں اپنی رائے ضرور لکھوں گا مجھے معلوم نہیں نیا ادب میں کیا ہے؛ مگر بہر حال میں رومن رسم الخط کے موافق ہوں۔

گذشتہ مہینے میرے پاس ادبِ لطیف کا افسانہ نمبر آیا، بہت اچھا ہے تم آؤ گی تو دوں گا، آج کل میں ہندی کا سبق بھی لے رہا ہوں۔ ایک میرٹھ کے کانگریسی ایم۔ ایل۔ اے جو یہاں قید ہیں، مسٹر رگھو کل تلک اُن سے پڑھتا ہوں

اب تو کافی ہندی آگئی ہے، لیکن جب تک سنسکرت نہ آتی ہو۔ اس زبان پر قابو پانا مشکل ہے، جیسے فارسی اور عربی کے بغیر اردو اگر کوئی اچھا پڑھانے والا مل گیا تو سنسکرت سیکھنے کا بھی ارادہ ہے۔ آج کل میں کوئی تحریری کام نہیں کر رہا ہوں پڑھتا ہوں، اِدھر اُدھر کی چیزوں کے نوٹ بناتا ہوں۔

میری صحت آج کل غنیمت ہے، وزن اتنا ہی ہے جتنا قید ہوتے وقت تھا بیچ میں چودہ پونڈ بڑھ گیا تھا، وہ گھٹ گیا۔ آج کل ڈاکٹر جواہر لال (کانپور کے کانگریسی ایم، ایل، اے) کی بتائی ہوئی ہندوستانی ورزشیں خوب ہوتی ہیں اور اب صبح کو آپ کے شوہر صاحب کئی منٹ سر کے بل کھڑے ہو کر خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھتے ہیں، سر کا درد چلا گیا، اور نیند آنے لگی، ٹھیک سے یہ بڑی نعمت ہے وزن کی فکر نہیں، توند بھی کچھ گھٹی ہے!

نجمہ کی تصویروں کا بہت انتظار ہے، جلد بھیجنا۔ اچھا پیاری دیکھو اب تم کو شکایت کا موقع نہیں۔ میں نے کتنی بہت سی باتیں لکھ کر خط کو لمبا کر دیا۔ لیکن اس محبت کو کیسے ادا کروں جو میرے دل میں تمہارے لئے ہے۔ اس ٹھنڈے کاغذ کے ٹکڑے پر اس روشنائی سے۔ تم آؤ میرے سینے سے لگ کر دیکھو کہ وہاں تمہارے لئے کیسی کچھ آگ ہے کتنی تمنا اور آرزو ہے جو اظہار کے لئے مضطرب ہے۔

میری سب یادیں اور بہت سا پیار
تمہارا

بنّے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۲۲ر اگست

میری بہت پیاری - میری جان! بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تم کو لکھوں کہ تمھیں بہت چاہتا ہوں - اس کے تو یہ معنی ہوں گے کہ میری محبت کی کوئی حد بھی ہے "بہت"، لیکن وہ تو لا محدود ہے اور لا انتہا! وہ عشق جس کی پیمائش ہو سکے میرا نہیں ہے - میں دولت مند ہوں اس لئے کہ یہی میرے لئے سب سے قیمتی چیز ہے، یہی میرا خزانہ ہے، میری جان ہے - میری زندگی ہے - تم میری ہو تو دنیا و ما فیہا میری ہے - تم نہیں تو سب ہیچ ہے - آرام، آسائش، عزت و افتخار انھیں لے کر کیا کروں گا - بے روح کے جسم کی وقعت ہی کیا ہے،

رات کو جب کبھی بادل چھٹ جاتے اور صاف فضائیں، لاکھوں تارے آسمان پر چمک اٹھتے ہیں، کوئی کم کوئی زیادہ، تو اس نورانی جھلملاہٹ میں اس جادو کی دنیا میں بس مجھے تم ہی نظر آتی ہو، میرا دل بھر آتا ہے، آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگتے ہیں، ایسی حسین دنیا جس کے چپہ چپہ میں مسرت نمو اور نغمہ رہے جو ہمیں

ہر لحظہ دعوت دیتی ہے کہ خوشی کی بارش سے سیراب ہوں، وہاں کیوں آخر تم کو اور مجھے اس کم بخت، منحوس فرقت کا صدمہ اٹھانا پڑتا ہے، کیوں؟

کل رات میں دیر تک پڑھتا رہ گیا۔ کوئی ساڑھے گیارہ بجے سے تیز بارش شروع ہوئی، موسلا دھار، چاروں طرف بالکل خاموشی تھی۔ صرف پانی کی آواز تھی وہ عجیب اور دلفریب آواز جو پانی کے برسنے سے نکلتی ہے۔ تم نے کبھی غور سے سُنی ہے۔ رات کو جب سب سوتے ہوں، بالکل اندھیرا ہو اور زور سے پانی برستا ہو کون سا طلسم اس آواز میں ہوتا ہے مجھے الہ آباد کی وہ شام یاد آگئی تھی جب تم بڑی محویت کے عالم میں کھڑی پانی برسنے کا تماشہ دیکھ رہی تھیں اور میں نے پیچھے سے آکر تمھیں اپنی آغوش میں سمیٹ لیا تھا۔ لیکن اس یاد کے آنے سے دل جیسے خون ہو گیا۔ کیونکہ اس شام محبت اور اس شام غریباں میں کتنا فرق تھا، وہاں ہم کتنے قریب تھے جب تمھاری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تمھارے لبوں کو اپنے لبوں سے بند کر سکتا تھا، تمھارے دل کی دھڑکن محسوس کر سکتا تھا، تمھارے جسم کی گرمی اور جذبات سے سُرخ رنگین چہرے کو چھو سکتا تھا ——— اور یہاں لوہے کے جنگلے کو ہاتھ سے زور سے پکڑ کر صرف رات کے گہرے اندھیرے میں اپنی آنکھیں گڑا سکتا تھا، اور تمھارے ہی خیال سے اس تاریکی کو منور کر سکتا تھا، لیکن یہ خوابِ خیال کی دنیا کتنی جلدی ٹوٹ جاتی ہے۔ سنتری کے پاؤں کی کھٹ کھٹ اور اس کی کنجیوں کی جھنجھناہٹ یہ آواز بھی ہر آدھے گھنٹے پر یہاں زندگی کی حقیقت کو یاد دلاتی ہے کہ ہم انگریزی سرکار کی رعایا ہیں اور ایک نامعلوم مدت کے لئے نظر بند اور مقید ہیں!

تم یہاں کی زندگی کا حال پوچھتی ہو، میرے خطوں کے مختصر ہونے کی شکایت کرتی ہو، اس مہلک یکسانیت کی وجہ سے غالباً اظہار کی قوت کم ہو جاتی ہے۔ چاہتا تو ضرور ہوں کہ تم کو بہت کچھ لکھوں، لیکن لکھنے بیٹھتا ہوں تو قلم چلتا نہیں۔ مجھے تو ڈر ہے کہ جب جیل سے نکلوں گا تو بہت دنوں تک باہر کی دنیا سے خود کو اجنبی اور غیر مانوس محسوس کروں گا، کیوں کہ پیاری خیال کرو، سترہ مہینے یہاں ہو گئے اور اب اٹھارہواں چل رہا ہے —— ہر روز زندگی ویسی ہی یکساں، پچپن فٹ اونچی دیواریں .... وہی روزمرہ کی رکاوٹیں خیر جی یہ دن جلد کٹ جائیں گے اور بقول تمہارے اب مستقبل کی فکر اندر خیال کرنا چاہیے، جس کی گارنٹی ہماری محبت اور خود اعتمادی ہے کہ وہ بہت اچھا ہوگا۔

میری پیاری ابھی ابھی تمہارے ۱۵، ۱۶، ۱۷ اور ۱۸ اگست کے خط ملے اور اس کے پہلے بھی تین خط ۱۲، ۱۳ اور ۱۴ اگست کے ملے تھے! تم پوچھتی ہو کہ میں تمہارے ان لگاتار خطوں سے گھبرا تو نہیں جاتا؟ بھئی کیا سوال ہے! واہ واہ! یہاں قیدی کے لئے صرف دو خوشیاں ہیں ایک کبھی کبھی کی ملاقات، دوسرے خط، تو جتنے زیادہ اور جتنے لمبے تمہارے خط ہوتے ہیں اتنی ہی میری خوشی زیادہ ہوتی رہتی ہے، گویا اتنی دیر میں جیل میں نہیں ہوتا بلکہ تم سے خیالی باتیں کرتا ہوتا ہوں۔ پھر ان خطوں کا خیال باقی رہتا ہے۔ پھر جب زیادہ دیر ہو جاتی ہے تو پھر سے ان کو پڑھتا ہوں۔

نجمہ بیگم بچاری ٹیکے کا شکار ہو گئیں! اور اس خط کے پہنچتے پہنچتے شاید وہ

حرارت اور بخار کے دور سے گذر چکی ہوں، غریب! ذرا سی جان کو کیسی آفت بھگتنا پڑی ہیں نے بیگم صاحب، ایک نہیں دو مرتبہ ٹائیفانڈ کا ٹیکہ لیا، ایک ہفتہ کا ناغہ دے کر۔ یہاں ڈاکٹروں کی یہی رائے ہوئی، اس کی وجہ سے مجھے بخار نہیں آیا اب مجھے بجّہ کی خیریت کے خط کا بڑا انتظار رہے گا۔ تمھاری طبیعت کا حال سن کر اور یہ معلوم کرکے کہ کبھی کبھی حرارت ہوجاتی ہے، بہت فکر ہوئی، یہ تو کچھ اسی قسم کی شکایت معلوم ہوتی ہے جو تمھیں شادی کے بعد کلکتہ سے واپسی پر ہوگئی تھی تم اب تک بجّہ کو اپنا دودھ پلاتی ہو؟ کب چھڑانے کا ارادہ ہے۔ بجّہ کا حال پڑھ پڑھ کر دل اُسے دیکھنے کو بہت چاہتا ہے، تو اب وہ چلتی بھی ہیں، چلے ہے دو ہی قدم سہی، اور بولتی بھی ہیں، اور پیار بھی کرتی ہیں!

ہمارے جیل کے ساتھی سردار جوگندر سنگھ جو سنٹرل اسمبلی کے ایم، ایل اے تھے اور کانگریس پارٹی کے چیف وہپ۔ بہت دلچسپ آدمی ہیں، وہ بہرائچ کے تعلقہ دار ہیں، مگر پھر بھی کانگریس میں ہیں۔ ان کو شعر پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ دیوانِ اثر کا مطالعہ بہت کرتے ہیں، اور اثرؔ کے مداح بھی ہیں۔ لیکن شعر پڑھتے وقت اس کی ٹانگ توڑ دیتے ہیں۔ خیر کل میری خدمت کے لئے جو ایک بڈھا قیدی تھا، اسے گورنر کی طرف سے معافی ہوگئی، سات سال کی سزا تھی، ڈیڑھ سال میں چھوٹ گیا تو یہاں سب لوگ اس بڈھے کو مبارک باد دے رہے تھے۔ سردار صاحب نے یہ شعر پڑھا۔

کچھ اسیر آزاد ہوکر آشیانے کو چلے
کچھ اسیر اپنے شکستہ بال و پر دیکھا کیے

کتنا اچھا شعر ہے اور کس قدر ہمارے حسب حال۔

اچھا پیاری اب خدا حافظ میری سب تمنائیں اور یادیں

تمھارا اپنا

بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

یکم ستمبر (رات)

جان من! تمھارے خطوط ۲۲، ۲۳ اور ۲۵ اگست کے ملے، اور ایک خط ۲۰ اگست کا آج صبح ملا۔ ان سب میں نجمہ بی بی کے ٹیکے اور اُن کی ناسازی طبیعت کا حال تھا۔ جب سے تم نے لکھا ہے کہ اس کو ٹیکہ لگا، دل اسی طرف لگا ہے۔ آج کا خط پڑھ کر کہ اس کو ایک سو چار تک بخار ہو گیا تھا، کافی وحشت ہوئی۔ غریب بچی، کافی تکلیف اُٹھانی پڑی ہو گی اس کو۔ اب تمھارے دوسرے خط کا بڑی بے چینی سے انتظار رہے گا۔ بچاری کو اسی وقت دانت کے بخار کی بھی تکلیف اُٹھانی پڑی۔ امید کر رہا ہوں کہ اب کی جو تمھارا خط ملے گا، (کاش کل ہی مل جائے)، اس میں بخار کے پوری طرح اُتر جانے کی خبر ہو گی۔ ابھی تک تم نے یہی لکھا ہے کہ اس کا ٹمپریچر سو ہے۔ خیر کرائسس تو اب ختم ہو گئی یہ بھی ہے کہ بہت دنوں سے کئی وجہ کی بنا پر ٹیکہ برابر ٹلتا جا رہا تھا جس کی وجہ سے تمھارے اور میرے دونوں کے دلوں میں برابر کھٹکا لگا رہتا تھا

کیا یہ بھی طے ہوگیا ہے کہ اسی زمانے میں تم اس کا دودھ بھی چھڑ داؤ۔ ابھی تو وہ کچھ دنوں اس جھٹکے کو بے طرح محسوس کرے گی، تب کہیں اپنی اصلی حالت پر آئے گی۔ بہر حال اس بارے میں میری رائے کیا ہو سکتی ہے جو مناسب ہوگا وہ تم خود اپنی اور ممّی کی صلاح سے کرہی لوگی۔ اب تو بچہ کو دیکھنے کو بہت ہی جی چاہتا ہے۔ خاص طور پر اس کی ناسازی طبیعت کی خبر پا سن کر دل بہت تڑپا۔ بے چاری اپنے باپ کی شفقت، تربیت، دیکھ بھال سے بے خطا محروم بچی!!

معلوم نہیں بڑی ہو کر وہ میرے بارے میں کیا خیال کرے گی!

پیاری اس درمیان ایک عجیب بات ہوئی یعنی تمھارے دو خطوں کی دس پندرہ سطروں پر سنسر صاحب نے، سیاہ روشنائی پھیر کر، مجھے ان حصوں کو پڑھنے سے محروم کر دیا۔ یہ دونوں خط ۱۵ر اگست اور ۲۲ر اگست کے تھے، معلوم نہیں تم نے ایسی کون سی بات لکھی تھی۔ شاید یوں تو میں اسے اہم نہ سمجھتا مگر اب تو curiosity بڑھ گئی۔ آج تک ڈیڑھ برس سے زیادہ ہوا، ایسا کبھی نہیں ہوا۔ بہر حال یہ تو تم جانتی ہو کہ

(۱) جنگ
(۲) جیل
(۳) سیاست

وغیرہ کی باتیں ناپسندیدہ نظروں سے دیکھی جاتی ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ ان ہی میں سے کسی موضوع پر تم نے کچھ لکھا ہوگا۔ کیا میرا بھی کوئی خط کبھی

سنسر نے کاٹا؟ اور اب ذرا تم میرے خطوں کی تاریخ اور اُن کے وہاں پہنچنے کی تاریخ کچھ دنوں تک برابر لکھو۔ یہ عجیب بات ہے کہ میرے دونوں خط تمھیں ایک ساتھ ملتے ہیں، حالانکہ وہ چار دن کے وقفے سے لکھے جاتے ہیں۔ آج کل خطوں کا انتظام کسی قدر بہتر ہو گیا ہے۔ اس لئے اگر تم خطوں کے پہنچنے اور بھیجے جانے کے بارے میں مجھے اطلاع دو تو پھر اِن کے متعلق یہاں کہا جا سکتا ہے۔

مجھے تمھارے خط سے یہ معلوم کر کے بہت افسوس ہوا کہ تمھارا جہیز کا سامان جو کوٹھے پر رکھا تھا تتر بتر ہو گیا، اور کچھ سامان ٹوٹ بھی گیا۔ تم نے مجھ سے پہلے کیوں نہیں کہا۔ غالباً تب میاں کی شادی کے زمانے میں اوپر کے کمروں کی ضرورت پڑی ہوگی۔ اس وقت تم موجود نہ تھیں، اور نہ میں تھا۔ ورنہ سامان ضائع نہ ہوتا۔ دوسرے بھلا ہمارے سامان کے لئے کیوں زحمت گوارا کرنے لگے۔ خیر ظاہر ہے کہ جب تم آؤ گی تو اوپر بلا مداخلتِ غیرے تمھارا قبضہ ہوگا۔ اس وقت سامان کو بھی ٹھیک سے رکھوا دینا۔

ممّی بے چاری کمزوری کی وجہ سے مراد آباد نہ جا سکیں۔ اس زمانے میں ان کو بھی کافی زحمت اُٹھانی پڑی ہوگی۔ میرا اُن کو آداب عرض کرنا۔ وہ مجھ سے ملنا چاہتی ہیں۔ یہ اُن کی عین شفقت ہے، اور ان کو جو محبت مجھ سے ہے اس کو میں یقیناً محسوس کر سکتا ہوں اور اس کا شکر گذار اور احسان مند ہوں۔ لیکن اس زمانے میں جبکہ میں قید ہوں وہ یہاں نہ آئیں خواہ مخواہ مجھے اس حالت میں دیکھ کر ان کو اور کوفت اور رنج ہوگا۔ انشاء اللہ بہتر دن جلد آئیں گے اور میں خود ان کی قدمبوسی کو اجمیر حاضر ہوں گا۔

اور ڈکلی بی بی کیسی ہیں؟ وہ تو اب ماشاء اللہ خوب بڑی اور مقطع ہوگئی ہوگی میں تو اُن کے بارے میں جب سوچتا ہوں تو ہنسی آتا ہے کہ چھوٹی موٹی پھدکتی ہوتی میرے ساتھ اتنا سا گرواک کرنے جارہی ہیں۔ ان کو میری طرف سے بہت دعائیں۔ بی محفوظی کو بھی میرا سلام کہنا۔ اور اُن سے کہنا کہ میرے آنے تک اُن کے یہاں ایک ولادت اور ہونی چاہیے۔

اور تم میری جان، میری پیاری، شریر، نمکین معشوقہ کیسی ہو؟ بہت تھکی، درد مند، بچہ کی بیماری کی وجہ سے محروم خواب۔ آؤ میرے گلے سے لگ جاؤ۔ تمھیں سو ہزار بار پیار کروں اور پھر اور پھر اور پھر اور....

تمھارا پرستار

بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۵ ستمبر ۱۹۴۱ء

حضور بیگم صاحبہ۔ آپ کی تلون مزاجیاں جان لیوا ہیں۔ میرے ایک جملے پر آپ اس قدر برافروختہ ہوئیں کہ دو دن ناغہ، اور جو خط لکھے بھی تو ان میں بڑی رنجش بڑی شکایتیں۔ خیر ان کا جواب تو میں دے چکا کہ نوٹ کرتی جائیے اور پھر زبانی ان متنازع فیہ باتوں کا تصفیہ، لیکن حضرت اس ظلم کی کوئی انتہا ہے کہ زبان پر شکوہ کا لفظ بھی نہ آئے، یہ بھی مت کہو کہ جو کہیے تو گلہ ہوتا ہے۔ میں تین دن بہت پریشان رہا، اس لئے کہ آپ کی خفگیوں کے مجھے بہت تلخ تجربات ہیں۔ اور اب تو یہ حالت ہے کہ ع

ہم خستہ تن ہیں تجھ سے بھی نازک مزاج تر
تیوری چڑھائی تو نے کہ یاں دم نکل گیا

پڑا پڑا سوچتا رہا کہ جب آپ نے محض ایک لفظ کہنے پر لڑائی کی ٹھان لی ہے تو معلوم نہیں دل میں کیا ارادے ہیں اور اگر کہیں میں عاجز اور لاچار ہو کر

کہنے لگتا کہ سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ کیسی دلربا تم ہو، قیامت ہو، غضب ہو، قہر ہو، آفت ہو، کیا تم ہو ــــــ یا اور مضطرب ہو کر دل ہی دل میں سوچا کرتا ہوں اسے زبان سے بھی کہہ گذرتا کہ اس بلائے جان سے آتش دیکھئے کیوں کر بنے تو پھر تو گویا کوہِ آتش فشاں کے دھانے پھوٹ بہتے اور میں آپ کا ناچیز پرستار جاں بحق تسلیم ہو جاتا۔ اچھا اب آپ میری خطا معاف کیجئے، میں جھوٹا، میرے وعدے بھی سراسر جھوٹے، تم ہی سچے سہی، اس بات کا جھگڑا کیا ہے۔

آپ کے ۸، ۹، ۱۰ ستمبر کے خطوط مل چکے ہیں، جن کا پڑھنا میرے لئے اکسیر تھا، خاص طور پر ۱۰ ستمبر والے خط کا جس میں خفگی نہ تھی، بلکہ کسی قدر اظہار محبت بھی تھا۔ اب اس انتظار میں ہوں کہ اس کے بعد والے لکھے ہوئے خط پڑھوں تاکہ دل کو مزید تسکین ہو۔ اپنی خیریت لکھنے کے سلسلے میں آپ کا وہی رویہ ہے، یعنی یا تو گم سم کچھ نہیں۔ ندارد! یا پھر دو ایک فقرے ایسے جن سے فکر اور بڑھ جاتی ہے۔ مجمبلی بی کے دانت اور نکل رہے ہیں، اس کی وجہ سے ملاے معدہ کی شکایت ہوگی، اور بے چاری معلوم ہوتا ہے کہ ٹیکے کے بعد سے ابھی تک سنبھلی نہیں ہے، کیونکہ تم نے لکھا ہے کہ اب وہ پہلے کی طرح دو چار قدم چل بھی نہیں پاتی تمھارا وزن تو ٹھیک ہے، حرارت تو نہیں رہتی۔ عام کمزوری کی شکایت اگر ہے تو اس کا کچھ علاج کرنا چاہئے۔ یوں ہی ٹلتے رہنا تو بڑی بیوقوفی ہے خاص طور پر جب بچی کو دودھ پلانے کی ذمہ داری بھی تم نے اپنے ہی سر لے رکھی ہے۔

تم نے وزیر منزل کے حالات پوچھے ہیں۔ میں تم کو تفصیل سے لکھ چکا ہوں کہ تم ستمبر کے تیسرے ہفتے میں، یعنی آج کے بعد سے، یہاں آ سکتی ہو۔ اس

ہفتے معلوم ہوا کہ چنو بی بی اب اچھی ہیں، حالانکہ وہ ابھی وزیر منزل ہی میں ہیں۔ میرے خیال میں تمھارے اب یہاں آ جانے میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔ خاص کر جب تم کوٹھے کے کمروں پر رہو گی، اور ہر ضروری احتیاط برتو گی، جب تک تم آؤ گی حالات اور درست ہو جائیں گے۔ لیکن تمھارے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک تم نے کوئی پروگرام یہاں آنے کے متعلق نہیں بنایا ہے۔ بہر صورت اگر تمھیں یہاں آتے ہوئے گھبراہٹ محسوس ہوتی ہو تو کچھ دن اور اپنا آنا ملتوی کر دو۔ تمھارے دل میں کسی طرح کا بیماری کا خوف باقی نہیں رہنا چاہیئے، کیونکہ یہ ڈر بذاتِ خود بُری چیز ہے۔

اس ہفتے یہ بھی معلوم ہوا کہ مُنّے بھیا غالباً ۱۸ ستمبر یعنی آج سے تین دن بعد چھوٹیں گے۔ ایک دو دن کو شاید یہاں آئیں گے، پھر بھابی کو لینے حیدرآباد جائیں گے۔ مجھے ان کی رہائی کی بہت خوشی ہے، اور اُن سے ملنے کا بہت اشتیاق، بھائی غالباً اس مہینے کے ختم تک لکھنؤ آ جائیں۔ اگر تم ان کے پہنچنے سے پہلے یہاں پہنچ جاتیں تو بڑا اچھا ہوتا۔

میری جان! بلکہ جان سے بھی زیادہ پیاری بیوی، جلد آؤ، جلدی آؤ۔ اور اپنے ساتھ اس ننھی سی پری کو بھی لاؤ، جو میرے دل کا سرور ہے اور تمھاری آنکھوں کی ٹھنڈک تاکہ اس کے بڑے بڑے کان اور اس کی آنکھیں اور اس کے مُنّے مُنّے ہاتھ پاؤں کو دیکھوں، اور اس کی غوں غاں سنوں؟

اپنی سہیلی امتہ الحفیظ بیگم کو اُن کی عنقریب ہونے والی شادی پر بہت بہت مبارک باد دینا اور کہنا کہ میں اُن کے اتفاقی جلوسے کی جھلک کی لذت

کو بھولا نہیں ہوں ، معلوم نہیں کہ اب کب پھر موقع ملے !

میری محبوبہ اس آدھی رات کے سناٹے کی قسم اور ان لاتعداد تاروں کی جو باہر آسمان پر بکھرے ہیں اور جن کے چند درخشاں نمائندوں کو میں ان سیاہ لوہے کی سلاخوں کے بیچ سے دیکھ سکتا ہوں ، تم میرے دل کی ملکہ ہو ، جلد آؤ کہ میں تمھاری رسم تاجپوشی ادا کروں ، کس بات کی اب دیر ہے ۔

تمھارا ، بالکل تمھارا

بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۳ر اکتوبر ۱۹۴۲ء

میری جان، پیاری، پرسوں صبح ڈیڈی سے ملاقات ہوئی۔ ان سے تمھاری، بجّی کی، ممی کی اور سب کی خیریت معلوم ہوئی۔ تمھارے خط سے بھی معلوم ہوا کہ تم اب اچھی ہو۔ اور نجمہ بی بی کا بخار بھی چھوٹ گیا یہ میرے لئے بڑے اطمینان کی خبر تھی۔ ڈیڈی سے اور باتیں بھی سنیں، اور ان کی شفقت اور مہربانی سے میں بہت متاثر ہوا۔ بے چارے ہم لوگوں کے لیے کتنی زحمتیں برداشت کر رہے ہیں۔ وہ تم کو بتائیں گے کہ جہاں تک میرا تعلق ہے میں نے ان کے حسب منشا اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے۔ اصولی طور پر مجھے کسی قسم کے اختلاف کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی تھی۔ بعض تفصیل کی باتیں میں نے مزید سوچی ہیں جن کو میں منّے بھیا کے ذریعے ڈیڈی تک پہنچا دوں گا۔ ظاہر ہے کہ ان تمام کوششوں کا نتیجہ اگر کامیابی ہوا تو میری خوشی کی کوئی انتہا باقی نہ رہے گی۔ لیکن میں اپنے دل میں امیدوں کو ابھرنے سے روکنے ہی کی کوشش کرتا رہتا ہوں، پھر بھی کون سا انسان ہے

جودل سے اُمید کو قطعی خارج کر سکتا ہے۔ طرح طرح کے خوش گوار خیالات (جن کے بیچ بیچ میں تم براجمان ہو) قسم قسم کے منصوبے (جن کا مرکز اور منتہا تم ہو) سر میں چکر لگانے لگے۔ کاش میرے جذبات کی دنیا کے یہ طلائی نقوش اصلیت سے بدل جائیں۔

ہاں تم مجھے بار بار یاد آتی ہو اور ہمیشہ یاد آتی ہو۔ میرے جسم کی تمام مجبوس مایوسیاں، احساسات کی مضطرب محرومیاں، حسن اور دلاویزی، محبت اور ہمدردی کا جب پیہم تقاضا کرتی ہیں تو اس وقت تمھارا ہی تصور اس تاریک اور غم زدہ دل میں نور افشانی کرتا ہے۔ تم کہتی ہو کہ تم کو جیل سے باہر، مجھ سے الگ رہ کر مجھ سے زیادہ تکلیف ہے، ضرور ہوگی۔ مگر ہماری مصیبت زدہ ہستیوں کی درماندگی کے توازن کی کیا ضرورت ہے پیاری!

اچھا پیاری یہ بھی معلوم ہوا کہ تم ریسرچ اسکالر ہو گئیں۔ بھئی اب تو مجھے تم سے رشک ہونے لگا۔ اتنی قابل اور فاضل (یا قابلہ اور فاضلہ کہوں) بیوی سے تو مرعوب ہونا ہی پڑے گا۔ تمھارا تار مجھے ایک دن بعد سنیچر کے دن ملا، اور اسی کے بعد ڈیڈی وغیرہ ملنے آئے۔ تو گویا دو خوشیاں ساتھ ساتھ ہوئیں۔ تمھاری ریسرچ کا مضمون کیا ہوگا۔ ایک بار جو تم نے لکھا تھا وہ تو میری سمجھ میں ہی نہیں آیا۔ اب ذرا مفصّل لکھنا۔ اگر میں تمھاری جگہ ہوتا تو اردو زبان کی تاریخ کے اُس حصے سے دلچسپی لیتا، جہاں اردو، ہندی ایک تھی، یعنی امیر خسرو، رحیم، ملک محمد جائسی کبیر وغیرہ، لیکن اس کے لئے ہندی پڑھنا ضروری ہوگا۔

تم نے پوچھا ہے کہ کیا کرتا ہوں۔ آج کل میں نے دوبارہ اس کتاب کو لکھنا شروع

کر دیا ہے جس کا پہلا حصہ گذشتہ سال ختم کر چکا ہوں - اب میری پلان یہ ہے کہ دسمبر کے ختم تک دوسرا حصہ بھی ختم کر دوں - گذشتہ چھ مہینے سے میں نے کوئی منظم تحریری کام نہیں کیا، اب ذرا طبیعت موزوں ہوئی تو کام کرنے بیٹھا - آج ہمارے ساتھ سردار جوگندر سنگھ ہیں جو دہرہ دون کے ایم' ایل' اے ہیں ان کو اردو سے بہت شوق اور دلچسپی ہے، کل شام کھانے کے بعد میں نے انھیں مجاز کی چند نظمیں سنائیں، بہت لطف رہا - وہ تو مجاز کے بہت قائل ہو گئے -

جان من - تم میرے وزن گھٹنے سے بیکار پریشان ہو، میری عام صحت اچھی ہے، کوئی تشویش کی بات نہیں - زیادہ موٹا ہونا بھی تو اچھا نہیں ہے اور اگر تم کو یہی ضد ہے تو باہر نکل کر پھر موٹا ہو سکتا ہوں تم اچھے اچھے کھانے پکا کر کھلانا -

تم نے اپنے خط میں دو بہت "نکمی" باتیں لکھی ہیں ایک تو یہ کہ میں نے کسی دوسری شادی کے بارے میں کچھ کہا تھا دوسرے جیل میں آرام تکلیف کے بارے میں - بس تم سے بے اختیار لڑنے کو جی چاہتا ہے ! ایسی مہمل اور بے بنیاد باتوں کو دل میں رکھ کر کیوں خواہ مخواہ کڑھتی اور خلجان پیدا کرتی ہو - یہ تمھاری بہت بری عادت ہے -

دلِ نرم و نازک پہ ابرِ توہم
آخر یہ بادل کب تک چھٹیں گے

نجمہ بی بی کی تصویریں مجھے اب تک نہیں ملیں - ڈیڈی اپنے ساتھ تو لائے نہیں تھے - اگر گھر پر چھوڑ گئے ہوں گے تو مجھے اب کی سنیچر کو ملیں گی -

ممّی کو میرا آداب عرض کرنا، اور اِن کی طبیعت لکھو کہ اب کیسی ہے۔ وہ
بے چاری میری وجہ سے زحمت اُٹھا رہی ہیں۔

بہت یادیں، بے انتہا پیار
تمھارا
بنے

تمھارے ۳، ۵، ۶، ۷، اور ۹ کے خط مل گئے۔

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۷ اکتوبر (رات)

میری جان تمہارے ۱۱ اور ۱۳ اکتوبر کے خط ملے۔ جن میں یہ بھی لکھا تھا کہ مجلسوں میں شرکت اور اس سلسلے میں رونے اور نوحہ ماتم کی مشغولیت کی وجہ سے تم نے دو خط ناغہ کر دئے، خیر چونکہ خط نسبتاً جلدی مل گئے۔ تمہاری اور نجمہ بیگم کی خیریت ان سے معلوم ہو گئی۔ بہت دنوں کے بعد یہ ہفتہ ایسا ہوا جس میں تم دونوں کی صحت کے بارے میں بالکل اچھی سی خبر آئی ہے، اس لئے مجھے قدرے اطمینان ہے۔ وہ تصویریں البتہ مجھے اب تک نہیں ملیں۔ ڈیڈی غالباً علن بھیا کے پاس چھوڑ گئے ہیں۔ اب وہاں سے یہاں کیسے پہنچیں؟ کل منے بھیا ملنے آئیں گے تو پھر ان سے کہوں گا کہ بھجوا دیں۔ ڈیڈی نے نجمہ بی بی کے جو حالات بیان کئے انھیں سن کر اس کو دیکھنے کے لئے میں بہت تڑپا، اب تو وہ اس وقت سے کافی بدلی ہوئی ہوگی، جب میں نے اسے مئی میں دیکھا تھا۔ ......

میری بھی کیا زندگی ہے۔ میرا بچہ شروع ہی سے مجھ سے بالکل غیر واقف ہے۔

اور مجھے اجنبی سمجھے گا۔ اب تو وہ میری گود میں بھی خوشی سے نہیں آئے گی بیچاری؟
ببو بی بی کی شادی ۹ شوال مطابق ۳۱ر اکتوبر کو ہے "سیّد و بیگم سجاد ظہیر مع صاحبزادی" کے نام دونوں جگہ سے دعوت نامے آئے ہیں مجھے معلوم نہیں تمہارا ارادہ کیا ہے افسوس ہے کہ میں شرکت سے مجبور رہوں۔

آج کل میں اپنا کافی وقت باغبانی میں صرف کرتا ہوں، جاڑے کے پھولوں کی تیاری کا زمانہ ہے، کیاریاں کھودنا، بیج بونا، پودوں کو ایک جگہ سے نکال کر دوسری جگہ لگانا، گل داؤدی کے گملے ٹھیک کرنا .... مگر تم تو اتنا پڑھ کر گھبرا گئی ہوں گی، کہ آج کل کی دنیا میں جبکہ آتش و آہن کا سیلاب انسانیت کو غرق کرتا جا رہا ہے ایسے بھی لوگ ہیں جن کو باغبانی کی فرصت ہے، لیکن یہاں تو فرصت کی اس قدر کثرت ہے کہ ع

صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

کچھ لکھتا ہوں، ساتھیوں سے گپ کرتا ہوں، کبھی برج کھیلتا ہوں، کبھی اخبار پڑھتا ہوں، کبھی کتابیں رسالے، ہندی کے سبق لیتا ہوں، اردو لکھنے کی مشق کرتا ہوں، اور پھر سوچتا ہوں کہ زندگی کے یہ قیمتی لمحے گذرے جا رہے ہیں اور میرا دنیا میں ہونا نہ ہونا برابر ہو گیا ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ انسان انسان کے دشمن کیوں بنے جا رہے ہیں؟

جانِ من، تم نے اپنی ریسرچ کا کوئی مضمون منتخب کیا یا ابھی نہیں اور یہ اسکالرشپ کب سے تم کو ملے گی، اور کتنی مدت کے لئے؟ تم کس پروفیسر کی زیر نگرانی کام کرو گی؟

تو تم موٹی ہو گئی ہو؟ کتنی؟ ہماری قدیم تہذیب میں تو حسن کا معیار فربہی کی طرف تھا۔ اس معاملے میں سنسکرت کے شاعروں نے کافی وضاحت کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جنھیں ہم لوگ شاید کہتے ہوئے جھجکیں۔ تھوڑے دن ہوئے میں نے ہندی کے مشہور شاعر (جو عہدِ مغلیہ میں ہوئے ہیں) بہاری کا ایک دوہا پڑھا جو تمہاری نذر کرتا ہوں

اپنے آنگ کے جان کے یوبن نرپت پربین
ستن، من، نین، نتمبھ کو بڑو اضافہ کین

یعنی شباب کے ہوشیار بادشاہ نے انھیں اپنا جز سمجھ کر چھاتی، دل، آنکھ اور کولھے میں بڑا ہی اضافہ کر دیا۔

پیاری تم نے میرے چھوٹنے کے بعد کا پروگرام ہی صرف نہیں بنایا بلکہ اس مبارک گھڑی کے لئے روپیوں کا انتظام بھی کر لیا!! میرا دل روز طرح طرح کے منصوبے بنایا کرتا ہے، جب ہم تم ہی بس ہوں گے، اور میں ان خیالات میں ایسا گم جاتا ہوں کہ اس اسیری کی تلخ اصلیت کو بھی بھول سا جاتا ہوں، لیکن اب تو میں نے اُمیدوں کو دبا کر اُبھرنے نہ دینے کی عادت ڈال لی۔ زیادہ اُمیدیں کرنے سے بعد کو خواہ مخواہ کوفت ہوتی ہے۔ کیونکہ اکثر اُمیدیں مایوسیوں ہی سے بدلتی نظر آتی ہیں۔

جانِ من تم آج کل کچھ پڑھتی بھی ہو یا بی بجہ کی نذر تم نے اپنی سب ڈگریاں اور سب علم و فضل کر دیا؟ لٹریچر پڑھتی رہا کرو تو اچھا ہے۔ برنارڈ شا ٹامس ہارڈی کے ڈرامے اور ناول دیکھو۔ دل بھی بہلے گا۔

اب دیکھیں تمھارا خط کب ملتا ہے

میری ساری محبت اور پیار

تمھارا

بنّے

ممّی کو میرا آداب عرض کرنا۔ میں اجمیر میں ایک مہینے رہنے کے وعدے کو بھولا نہیں ہوں!

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۲۱ر اکتوبر

میری جان تمہارے دو خط ۱۴ر اور ۱۶ کے مجھے ملے۔ ۱۵ر کا کوئی خط نہیں تھا۔ ان میں سے ایک میں نجمہ بی بی کا تذکرہ تھا۔ دوسرے میں ضامن صاحب کے آنے اور تمہاری ریسرچ وغیرہ کے متعلق تھا۔ اس کے ایک دن پہلے مجھے نجمہ بی بی کی تصویریں ملیں جو ڈیڈی یہاں چھوڑ گئے تھے، ان کا بہت بہت شکریہ میں تمہارے خط کو ان تصویروں کے سامنے رکھ کر پڑھتا ہوں اور اس طرح نجمہ بی بی کا تصور کرتا ہوں۔ وہ شیر کے ساتھ والی تصویر تو بہت ہی اچھی ہے، اور اس میں نجمہ کے بڑے بڑے بال دیکھ کر مجھے بہت ہی خوشی ہوئی۔ اور اُس کا چوڑا سا ماتھا اور میری طرح بڑے بڑے کان، ناک تو بیگم صاحبہ آپ کی سی ہی معلوم ہوتی ہے۔ یعنی یہ کہ وہ بھی بہت ہی خوب صورت۔ جن دو تصویروں کا اور ذکر کیا ہے، اُنھیں نہ زیر منزل مُنّے بھیا کے نام بھیج دینا، وہ مجھے دیدیں گے جیل کے پتے پر پہلے کی طرح کھو جانے کا خطرہ ہے۔ اس ہفتے منے بھیا

بھی مجھ سے ملنے آئے تھے۔ وہ دیوالی کی چھٹی میں دہلی گئے ہیں، لیکن ۲۳ر کو اگر ڈیڈی گئے ہیں تو اس وقت تک شاید وہ واپس آ جائیں۔ میری رائے نہیں ہے کہ تم اس کام کے لیے دہلی جاؤ۔ یہ بات میری اور تمھاری شان کے خلاف ہے۔ ان ہی لوگوں کو کرنے دو۔

کل دیوالی تھی، ہمارے ہندو ساتھیوں نے جیل میں بھی اسے منایا یعنی مٹھائی کھائی، دیئے روشن کئے اور ہم سب نے ایک ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ پھر ایک دو ساتھیوں نے کچھ فلمی گانے سُنائے۔ ایک لڑکا طالب علم جسے ایک سال کی سزا ہے، بڑے درد سے گانے لگا

"دُکھ کے اب دن بیتت ناہیں"

معلوم ہوتا تھا جیسے ہم سب آٹھ دس سیاسی قیدی، اسے سُن کر مغموم ہو گئے اس کے بعد چند منٹ تک سب چپ رہے۔ میں بھی تمھارے بارے میں سوچتا رہا، خاص کر سکھ کے دنوں کا خیال بار بار آتا تھا جو سپنے کی طرح معلوم ہوتے تھے، ہماری خوشیاں کتنی موہوم، اصلیت سے خالی، خواب خیال معلوم ہوتی ہیں، رنج کس قدر تلخ، سخت اور اصلی معلوم ہوتا ہے۔

تمھاری صحت تو اچھی ہے؟ اب تو موسم بہت ہی خوش گوار ہو گیا ہے، اور اسٹیٹسمین میں ٹمپریچر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آج کل لکھنؤ اور اجمیر کا موسم قریب ایک ہی سا ہے اور آج تو صبح سے ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے اور موسم بدلا ہوا لگتا ہے۔ میں نے صبح سے اپنی گرم صدری وہی کالی والی، نکال کر پہن رکھی ہے۔ اُفوہ! یہ گرمی کے دن یہاں کتنے بڑے تھے۔

جب سانس لیتے ہوئے بھی دم گھٹتا تھا اور جسم و روح و دماغ سب مضمحل، سست اور پریشان تھے۔ اب حالت بہت بہتر ہے، صرف ایک کمی ہے، یعنی تم نہیں، لیکن یہ کمی کتنی بڑی ہے۔ ہمالیہ سے بھی زیادہ، جس کی وجہ سے بہار ویراں، نسیم سحر مضطرب اور ہمارا دِل سنسان ہے۔ سب کے دن پھرتے ہیں۔ ہمارے کب پھریں گے؟

تمہارا

بنّے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۴ر نومبر ۱۹۴۲ء

میری جان، پیاری، تمھارے دو خطوط مورخہ ۲۸ر، ۲۹ر اکتوبر مجھے کل ملے، بڑے لمبے لمبے اور اچھے خط جن کو پڑھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ بی بجمہ اب اچھی ہیں اور جب یہ خط پہنچے اس وقت تک تو شاید پھر نارمل حالت پر آجائیں۔ بے چاری بہت بیمار رہی، ان دنوں، دانت کا سلسلہ ختم نہیں ہوا تھا کہ یہ مصیبت جھیلنی پڑی، بھئی تم ہی کو اچھی طرح رکھنا اور میری طرف سے بھی جو میرے فرائض ہیں پوری طرح انجام دیتی رہنا۔ یہ تو میرا بہ خلوص تمام تم سے وعدہ ہے کہ اس سلسلے میں جو کچھ اکسٹرا زحمتیں، تکلیفیں اور پریشانیاں ہوں گی اُن کو میں آزاد ہونے پر مع سود در سود کے ادا کر دوں گی اور تم کو اتنا پیار کروں گا کہ تم عاجز آ جاؤ گی۔ تم اپنی طعنہ زنی سے باز نہیں آتی ہو کہتی ہو کہ انسانیت کے فرائض مجھے ہر حالت میں بجمہ کی پرورش سے روکتے رہیں گے! تم سب شریر ہو، اب اس خط میں ان باتوں کا کیا جواب دوں، تم قریب

ہوتیں تو بتاتا، لیکن قریب کیوں ہوتیں؟ طرح طرح کے بہانے بناتی ہو اور پھر ان کو (EXPLAIN) بھی خوب کرتی ہو کر جھوٹے وعدے کرنے کی ضرورت ہی نہ درپیش ہو اور نہ مجھے بار بار پریشانی ہو۔ ہم لوگ جب اکسفورڈ میں طالب علم تھے تو عیسائی مذہب کی رہبانیت کی تعلیم کا کبھی کبھی مذاق اُڑایا کرتے تھے۔

BLESSED ARE THOSE WHO DO NOT HOPE FOR THEY SHALL NOT BE DISAPPOINTED.

اب معلوم ہوا کہ یہ مذاق کی بات نہیں بلکہ زندگی میں سخت نا اُمیدیوں کی وجہ سے جو تکلیفیں ہوتی ہیں، اُن سے نجات پانے کا اچھا خاصہ طریقہ ہے!

بابا پرسوں کئی مہینے بعد مجھ سے ملنے آئے تھے، اِن سے معلوم ہوا کہ وہ جے پور مقدمے میں جا رہے ہیں اور وہاں سے تم کو اور نجمہ کو دیکھنے اجمیر جائیں گے۔ تمہارے خط سے بھی مجھے یہی اطلاع ملی۔ اس خط کے ملنے سے پیشتر وہ غالباً تم سے مل چکے ہوں گے۔ بیبو بی بی کی شادی کے حالات بھی اِن سے تم کو معلوم ہوں گے۔ اجمیر سے بابا دہلی جا کر ڈیڈی سے ملیں گے۔ دیکھیں اِن بزرگوں کی کوششوں کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

تو تمھاری حفیظہ بی بی کی شادی ہو گئی۔ امید ہے کہ تم نے ان کو میری طرف سے بھی مبارک باد دی ہو گی اور کچھ تحفہ بھی دیا ہو گا۔ اُن کے میاں کہاں کے ہیں، کیا اب وہ اجمیر چھوڑ کر چلی جائیں گی۔

ڈکلی بی بی سلمہا کو میری طرف سے دعائیں کہنا۔ اُن کا پارسال والا عید کارڈ میرے پاس ابھی تک رکھا ہے، جیل میں تو خاص طور پر ان چیزوں کی بڑی قدر ہوتی ہے، اور اس سال اگر کھو گیا تو کیا اُن کے نیک ارادوں کی تو مجھے اطلاع ہو ہی گئی ہے۔

وہ میرے لئے سوئٹر بُن رہی ہیں۔ اس کا شکریہ، یعنی جو تم کو کرنا چاہیئے تھا وہ بے چاری ڈکلی کر رہی ہیں، خیر بڑی بہن کی کمی اگر چھوٹی بہن پوری کر دیں تو پھر مجھے قطعی کوئی اعتراض نہیں!

جانِ من، مجھے افسوس ہے کہ تمہارے اسکالرشپ میں گڑبڑ ہو رہی ہے۔ اُمید ہے کہ ضامن صاحب تم کو جہاں چاہیں رہنے کی اجازت دلوا دیں گے۔ "راجپوتانہ میں اردو" یہ مضمون تو بڑا دلچسپ ہے، مگر کیا اس کے لئے کافی مواد بہم پہنچ سکتا ہے، اگر تم شروع کی راجستھانی زبان کے گیتوں وغیرہ کو اس تاریخ کی (BACKGROUND) میں جگہ دینا چاہو، جیسا کہ غالباً تم کو کرنا ہی ہوگا تو میں بھی تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ ہندی پڑھنے کے سلسلے میں راجستھانی زبان کی نظمیں اور گیت بھی میں نے پڑھے مثلاً میرا بائی، اور پرتھوی راج اور چمپا دے (یہ دونوں میاں بیوی شاعری کرتے تھے اور ان کا بہت سا کلام دونوں کے نام سے ہے) وغیرہ کی چیزیں۔ یہ گیت ایسے ہیں جو قدیم خسرو اور اس زمانے کی برج بھاشا کی شاعری سے قریب ہیں۔ اور اس طرح اردو اور ہندی کے مشترکہ ماخذ مانے جا سکتے ہیں۔ میرا کا ایک بڑا سندر گیت جو شاید تم نے سُنا ہو، لکھتا ہوں۔ آج کل بہت

اچھا معلوم ہوتا ہے۔ سُنو۔

گھڑی ایک نہیں آوڑے تم درسن بن ہوئے
تم ہو میرے پران جی کا سوں جیون ہوئے
دھان نہ بھاوے نیند نہ آوے برہ ستاوے موئے
گھائل سی گھومت پھروں رے میرا درد نہ جانے کوئے
دِوس تو کھائے گما یو رین گمائی سوئے
پران گمائیو جھور تاں رے نین گمائی روئے
جو میں ایسا جانتی رے پریت کئے دُکھ ہوئے
نگر ڈھنڈورا پیٹتی رے پریت نہ کریو کوئے
پنتھ نہاروں ڈگر بہاروں اوبی مارگ جوئے
میرا کے پربھو کب رے ملوگے تم ملیا سُکھ ہوئے

اب میرا سے بہتر کس طرح اپنی محبت کا تم سے اظہار کروں۔ اُس کے لئے تو مجازی اور حقیقی کا فرق تھا۔ میرے لئے تو مجازی بھی ہو اور حقیقی بھی۔ تو بھلا بتلاؤ بغیر تمہارے ملیاں کیسے سُکھ ہوئے۔

گلے سے لگاکر بہت پیار کے ساتھ

تمہارا

بنے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۷ر نومبر ۱۹۴۱ء

میری پیاری بیوی، جان! تمھارے ۳۱ر اکتوبر، یکم نومبر، اور ۲ر نومبر کے خطوط مجھے ملے۔ آخری خط میں تم نے لکھا تھا کہ تمھاری طبیعت "پژمردہ" اور "بجھی ہوئی"...... پیاری میں خود ہر وقت یہی سوچتا ہوں کہ یہ تکلیف کے دن کب ختم ہوں گے، جیسا کہ تم نے لکھا ہے، کبھی کبھی طبیعت اتنی پریشان اور مضمحل ہو جاتی ہے کہ جس کا کچھ بیان نہیں۔ چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے۔ اُمید کے سب چراغ مندمل ہوتے معلوم ہوتے ہیں۔ دل کی تمام اُمنگیں پامال، پھر مجھے تمھارا خیال آتا ہے، اور اس محبت کا جس کی برکت نے ہمیں اب تک اپنے منور سایے میں رکھا ہے اور سخت سے سخت امتحان کے وقت بھی ہمیں زندگی سے مایوس ہونے سے بچایا، تو پھر جینا خوش گوار معلوم ہونے لگتا ہے اور اس کے کچھ معنی نکلتے ہیں۔ صرف یہی تو وہ جذبہ ہے جس کی مدد سے تم وہاں اور میں ڈیڑھ سال سے یہاں زندہ ہیں! یہی اس سنگ لاخ راستے میں ہماری زادراہ ہے

یہی باہمی احساس، ہمدردی اور کچھ اس سے بھی زیادہ گہری مؤانست جو دو جداگانہ ہستیوں کو متحد کر کے ہر مشکل کو سہل کر کے دکھا دیتی ہے، میں تو اب صرف اسی امید پر زندہ ہوں کہ ہم اپنی اس جذباتی یگانگت کی بنا پر اپنی مشترکہ زندگی کا مستقبل میں ایسا نقشہ بنائیں، جہاں ہم ذہنی اور روحانی توازن بھی جسمانی میل کے ساتھ ساتھ قائم کر سکیں، ہماری گذشتہ ناہمواریاں اور ناکامیاں اس کام میں ہماری مددگار رہیں گی۔ اور اس وقت تو مجھے کوئی وجہ ایسی نظر نہیں آتی کہ کیوں ہم اپنی اس نئی مشترکہ زندگی کو مکمل طور پر کامیاب نہ بنا سکیں، کیوں نہیں؟ مجھے تم سے بے انتہا محبت ہے۔ جس کی میں اپنی شریکِ زندگی میں ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ ہمارے جسم مضبوط ہیں، ہمارے ارادے بلند ہیں ہم دنیا میں کچھ کرنا بھی چاہتے ہیں، زندگی سے لطف لینا بھی تمھارے جذبات میری طرف سے کیسے ہیں۔ میں تو بدل و جان تمھارے خطوں کے پریم رس سے بھرے ہوئے ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملے کو سچا اور مخلص ملنے کی کوشش کرتا ہوں۔ پھر اگر ہم اس حد تک ایک ہیں تو کمی کیا رہ جاتی ہے۔ زندگی ہمارے سامنے نئے مسئلے، نئی گتھیاں اور مشکلات حل کرنے کے لئے برابر پیش کرتی رہے گی لیکن اس مستحکم اعتماد، ہمدردی عشق اور محبت کے مضبوط بازو ہماری مدد کریں گے اور میری جان، ہم دونوں مل کر مشکل سے مشکل مہم سر کر لیں گے۔ تم پریشان نہ ہو! کیا تمھیں اس کا رنج ہے کہ ہم نے اپنی زندگی کے بہت سے قیمتی وقت کو ضائع کر دیا۔ لیکن زندگی کو اس کے لمحات اور وسعت سے نہ ناپو، ایک سپاٹ، طولانی، بے رنگ و بو، ریگستان کس کام کا، زندگی کی پیمائش تو

اس کی گہرائی، رنگینی اور وزن سے ہوتی ہے۔ اور آج کی رات میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تمھاری پرخلوص محبت کی نعمت تمھارے اس پرستار کو حاصل ہوئی تو ہماری زندگی، اتنی دلچسپ، اتنی معطر، گل افشاں اور گلزار ہوگی۔ کہ اس کا ہر لمحہ اپنی اہمیت اور یکتائی میں معمولی انسانوں کی ساری عمر کی خوشیوں سے زیادہ قابلِ قدر ہوگا۔ کیڑے مکوڑوں کی سی جبلی، نازک احساسات سے مبرا، ایک بے معنی سی زندگی ہماری نہ ہوگی۔ بلکہ ہم اپنی محبت سے، عقل سے محنت سے کام لے کر دنیا سے اس کی تمام لذتوں کا رس نچوڑ لینے کی کوشش کریں گے، رانی! تمھاری ہی میرے دل پر حکومت ہے جو تم کہو گی ویسا ہی ہوگا۔

جانِ جہان! بجمہ بی کی اور تصویریں تازہ کھنچی ہوئی مجھے ضرور بھیجنا تم نے اس کے جوتے پہننے کا ذکر کیا تو مجھے اُس کے چھوٹے چھوٹے اول اول پاؤں یاد آگئے۔ جب میں نے اس کو پہلی مرتبہ دیکھا تمھیں یاد ہے کیسے مُنّے مُنّے پیارے پیارے تھے وہ اور کیسا میرا دل چاہتا تھا کہ انھیں اُٹھا کر اپنے کلیجے میں رکھ لوں۔ آج تمھارے خط میں ذکر پڑھ کر میرا کیسا دل چاہتا ہے کہ اُسے جوتے پہنے ہوئے دیکھتا۔

تمھارے خط کے مطابق بابا آج اجمیر پہنچے ہوں گے، میں بھی اپنے خیال کو وہیں بھیجتا ہوں، وہ کمرے، وہاں کا سارا نقشہ میرے ذہن میں کھنچ گیا ہے، اور بجمہ کو اِدھر اُدھر دوڑتا، اور تمھاری گود میں بیٹھا تمھارا دودھ پیتے ہوئے جیسے میں دیکھ رہا ہوں۔ آہ! مگر اس سے تسکین کہاں ہوتی ہے۔

خدا کرے ڈیڈی اور بابا کو اُن کی کوششوں میں جلد کامیابی ہو۔ اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ اسی ایک جملے میں دل کی ساری اُمید اور آرزو جمع ہو گئی ہے!

جان! پیاری! آؤ میرے گلے سے لگ جاؤ۔ دیکھو رات کافی بیت گئی ہے۔ پونے بارہ بج چکے ہیں، سردی بڑھتی جا رہی ہے

اور

تمھارا بنے بہت اکیلا، بہت بے چین اور تم سے ملنے کا
آرزو مند ہے۔

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۱۶ر نومبر ۱۹۲۱ء

میری جان! اس ہفتہ مجھے تمہارے تین خط ملے۔ ایک میں پریشانی اور غصہ، دوسرا بہت میٹھا، اور پیارا۔ تیسرا رنج سے بھرا۔ اب جواب لکھنے بیٹھا ہوں تو بس تم مجسم میری نظروں کے سامنے پھرنے لگی ہو، جیسی تم اصل میں ہو بالکل ویسی ہی۔ یعنی کبھی کبھی بڑے غصے میں، مجھ سے خفا اور میری طرف سے دل میں طرح طرح کے شکوک اور تہمات لئے اور کبھی؟ بس کیا کہوں کیسی نرم اچھی میٹھی، کومل، رسیلی، اور آج تمہاری یہی دل لبھانے والی باتیں میرے دل اور میری نظروں میں براج رہی ہیں۔ لیکن اگر تم صرف ایسی ہی ہوتیں تو مجھے کتنی مایوسی ہوتی، بلکہ تمہاری مورت جو میرے دل میں رکھی ہے نہ تمام صفات رکھتی ہے جو برہما، وشنو اور شیو کی صفات ہیں، یعنی تخلیق، تحفظ، اور تخریب۔ میرا من تم کو طرح طرح کے روپ میں دیکھتا ہے۔ اور ہر طرح سے تمہاری پرستش کرنا چاہتا ہے اور کرتا ہے۔ صرف بیگم جان، آپ سے یہ التجا ضرور ہے کہ،

اس الوہیت کے بلند مرتبے کو استعمال کر کے کہیں میرے ساتھ ایسا نہ کرنا جیسے شیوجی نے کام دیو کے ساتھ کیا تھا۔ جانتی ہو کیا ہوا تھا؟ شیوجی کسی بڑی تپسیا میں برسوں سے محو تھے، کام دیو یعنی عشق کے شریر دیوتا نے ان کے تپ کو توڑنا چاہا، بہار کی مست ہواؤں اور خوشبوؤں اور حسن کے تمام عشووں کے ساتھ اُن کے سامنے آکر کرشمے کرنے لگے۔ آخر شیوجی نے غصے میں آکر تیسری آنکھ کھول دی اور یہ بیچارے کام دیو جل کر خاک ہو گئے۔ لیکن کہیں یہ نہ سمجھنا کہ اس کے بعد کام دیو ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے۔ اُن کا جسم بے شک جل گیا مگر اب انھوں نے 'بے جسم' ہو کر انسانوں کے دلوں میں جگہ کر لی تو جانِ من ذرا ہوشیار! اب آپ اپنی تحفظ اور تخلیق والی صفات زیادہ استعمال کیا کیجیے، ورنہ اس طرح میری محبت بھی آپ کے دل کو چین نہ لینے دے گی۔

تم کہتی ہوں گی کہ ان کو کیا ہو گیا ہے جو ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔ لیکن سچ مچ آج تو جیسے کچھ ہو ہی گیا ہے۔ یہ سال کا بہترین مہینہ، گلابی جاڑے، ٹھنڈی راتیں۔ خوش گوار دن، نیلا صاف آسمان اور پھر یہ تنہائی یہ جدائی، حسرتوں کا خون، تم اتنی دور کہ خیال بھی وہاں تک پہنچتے لڑکھڑا ئے اور دل ہے کہ بس ہر وقت تم کو، تم کو اور بار بار تم کو چاہتا ہے، پکارتا ہے ڈھونڈتا ہے، لیکن تمھاری آواز تک نہیں سُن پاتا، اس ہولناک سناٹے میں اُسی کی آوازِ بازگشت سُنائی دیتی ہے، اور مایوسی کی تاریکی اور زیادہ گہری ہوتی جاتی ہے۔

پیاری! دراصل بات یہ ہے کہ یہ بھی عجیب جگہ ہے۔ انسان پر عجیب

پراسرار طریقہ سے اثر ڈالتا ہے۔ رفتہ رفتہ غور و فکر کی طاقت جیسے سلب سی ہونے لگتی ہے، ہم ہنستے بولتے لکھتے، پڑھتے ہیں، لیکن سطحی طور سے، مغموم محدود پریشان جذبات کے گھیرے، ہستی کے ہر روشن نقطے کو دھندلا کر دیتے ہیں، زندہ رہنے کے لئے زندگی میں اُمید اور اُمنگ کو قائم رکھنے کے لیے اپنی روح کی ساری طاقت استعمال کرنی ہوتی ہے۔ اُف یہ منحوس مرگھٹ! ہاں یہاں سے رہائی تو کبھی نہ کبھی ضرور ہوگی مگر یہ زخم کبھی بھی بھریں گے جنھوں نے دماغ کو مفلوج، دل کو ساکت اور روح کو مردہ کر دیا ہے۔

میری جان! تمھارا خیال اور تمھاری بچی کا۔ میں اکثر اس کو تمھاری گود میں بیٹھے، تمھارا دودھ پیتے ہوئے یا پلنگ پر سوتے ہوئے تمھارے پاس خیال کرتا ہوں۔ تم دونوں ماں بیٹیوں کا یہ تصوّر جانتی ہو میرے لئے کتنا قیمتی، کتنا خوب صورت، جیسے خشک قحط زیادہ خطہ زمین کے لئے ابرِ رحمت، جیسے بہار کے سب پھولوں کی خوشبو، اور رنگینی اور لطافت! تو پھر پیاری جب تم لکھتی ہو کہ بچی اچھی نہیں ہے۔ اور تم پریشان ہو تو جان لو کہ مجھے کتنی تکلیف ہوتی ہوگی بس یہ خیال کر کے کچھ سکون ہوتا ہے کہ موجودہ حالات اور میری غیر موجودگی میں جو کچھ اس کے لئے بہترین ہے وہ تم اور اس کی شفیق نانی اور نانا کرتے ہیں۔ آگے تو جو کچھ ہوتا ہے وہ ہوگا ہی۔ اب تو موسم اچھا آگیا ہے اور غالباً دانتوں کا زور بھی گھٹ گیا ہوگا۔ تمھارے آخری خط سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ادھر چار پانچ دن سے اس کی طبیعت اچھی ہے۔ امید ہے کہ اب وہ جلدی پھر نارمل حالت میں آجائے گی اور اس کی کمزوری بھی جلد رفع ہو جائیگی

بے چاری ننھی سی جان!

بابا کے وہاں پہنچنے اور تم سب سے ملنے کی خبر سُن کر بہت خوشی ہوئی۔ دیکھو اب میں کب وہاں پہنچتا ہوں۔ ڈیڈی بے چارے کو میری وجہ سے بہت زحمت ہو رہی ہے اور جو روحانی صدمہ ہے وہ تو الگ ہے ہی۔ ان کے اس عظیم احسان سے میں کبھی سبکدوش نہ ہو سکوں گا کہ میری غیر حاضری میں انھوں نے میری بچی کے اور میرے لیے کیا کچھ کیا۔ ممی بے چاری یہاں کیوں آنے کا ارادہ کر رہی ہیں۔ اس کی تو کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ میرے خیال میں تو مردوں ہی تک اس کام کو محدود رکھا جاتا تو اچھا تھا لیکن اُن کی شفقت یہ کب گوارا کرے گی کہ ہم لوگوں کے لیے کچھ کر سکتی ہوں اور نہ کریں۔ بہر حال اُن کی صحت اگر اچھی نہ ہو تو تم اُن کو سمجھا کر یہاں آنے اور اتنا طویل سفر اختیار کرنے سے باز رکھو!

جانم! اور بتاؤ کیا کیا کرتی ہو۔ ضامن صاحب کا کیا جواب آیا اور اسکالرشپ کا آخر کیا فیصلہ ہوا۔ اگر کوئی خواہ مخواہ کی رکاوٹ ہو گئی تو افسوس ہوگا۔ میرا تو خیال ہے تمھاری شرطیں وہ مان لیں گے!

تم کوئی ورزش کرتی ہو یا نہیں۔ آج کل تو موسم بہت اچھا ہے۔ بیڈمنٹن کیوں نہیں کھیلتیں۔

تمھارے بھائی صاحب یہاں تمھارا ہینڈ بیگ اور سینے کی مشین چھوڑ گئے تھے۔ وہ چیزیں اب وزیر منزل پہنچ گئی ہیں۔ تمھارا ہینڈ بیگ میں نے یہاں منگوا لیا ہے۔ میرا یہاں نہیں تھا، اور مجھے چھوٹی چھوٹی

چیزیں رکھنے کے لیے ایک اٹیچی کیس کی ضرورت تھی۔

یہاں گذشتہ ہفتے میں نے صرف ایک خط بھیجا۔ دوسرا خط جھا صاحب کے یہاں اُن کے والد ڈاکٹر گنگا ناتھ جھا کی تعزیت کا ضروری بھیجنا تھا اس لئے اس خط کو ایک دن پہلے بھیج رہا ہوں اور یہاں تاکید کر رہا ہوں کہ دونوں خط تم کو وقت سے مل جائیں۔ ساتھ ساتھ نہیں۔

آج کل یہاں سیاسی قیدیوں میں برابر چھوٹنے کے چرچے ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے کوئی سنجیدہ کام لکھنے پڑھنے کا ممکن نہیں ہے بس صرف ہلکے پھلکے ناول یا اشعار پڑھتا ہوں۔ عجیب زندگی ہے۔ تم سے کب ملاقات ہوگی یا جاڑے بھی یوں ہی گذر جائیں گے؟

تمھاری آنکھوں اور لبوں کے

بہت سے پیار

تمھارا چاہنے والا

بنّے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۲۱ر نومبر ۱۹۴۳ء

جان جہاں، تمھارا ۱۷ر نومبر کا خط مجھے کل ملا۔ کئی دن سے خط نہ آنے
ے ذرا گھبراہٹ تھی، اس لئے کہ تم اور نجمہ دونوں اس درمیان تھوڑے
ڑے وقفے سے برابر بیمار رہے۔ اب تمھارا خط پاکر اطمینان ہوا کہ تم
نوں اچھی طرح ہو۔ موسم اب اچھا ہو گیا ہے۔ لہٰذا امید ہے کہ اب تم دونوں کی
برابر نارمل ہوتی چلی جاؤ گی۔

تم اپنے خطوں میں اپنے متعلق بہت کم لکھتی ہو کہ کیا کیا کرتی ہو۔ علاوہ
بچی پالنے کے آخر میں تمھارے ریسرچ اسکالرشپ کا کیا فیصلہ ہوا۔ کیا
نیورسٹی تم کو وہاں رہ کر اسکالرشپ دینے کو تیار ہے؟ تمھارا
مون تو کافی دلچسپ ہے۔ اگر مجھے موقع ملا تو تم کو مدد دے سکوں گا۔
ندی پڑھنے کے بعد میں بہت چاہتا ہوں کہ ہماری موجودہ زبان کے
ترکہ خزانے کو کھود کر نکالا جائے، یعنی کس طرح ہندوستان کی بھاشاؤ

میں رفتہ رفتہ تبدیلی ہو کر اردو اور ہندی بنی، اس کے بارے میں میں نے بہت سے نظریے سوچے ہیں۔ تم سے جب ملاقات ہوگی تو بتاؤں گا۔ ترقی پسندوں کو تاریخی نقطۂ نظر سے ایسا نظریہ پیش کرنا چاہیئے جس کی وجہ سے ہندی اردو کا جھگڑا کم ہو اور اتحاد کی صورت نکلے۔

پیاری، میں نے حال میں اردو کی دو نئی کتابیں خریدی ہیں، جسے چاہتا ہوں کہ تم بھی پڑھو۔ اس لئے کہ بہت دلچسپ اور اچھی ہیں ایک تو جوش کا تازہ ترین مجموعہ "آیات و نغمات"۔ اس میں کئی ایک بڑی زبردست نظمیں ہیں، اور وہ مشہور مرثیہ بھی "حسین اور انقلاب" جو یہاں انھوں نے ایک مجلس میں بھی پڑھا تھا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اس مجموعے کو ہم دونوں ساتھ پڑھتے، کبھی تم پڑھتیں۔ میں سنتا اور کبھی میں پڑھتا، تم سنتیں، اس کے علاوہ اور بھی بہت سی اچھی چیزیں اس مجموعے میں ہیں، میری رائے میں یہ جوش کا بہترین کلام ہے۔ بڑی خوشی اس بات سے ہوتی ہے کہ جوش کے کلام میں تخیل، ترکیب، فن، حسن سب کے لحاظ سے مسلسل نمو اور ترقی ہے۔ دوسری کتاب "نئے زاویے" ہے۔ یہ کرشن چندر نے ترقی پسندوں کے افسانوں اور جدید ترین نظموں کا منتخب مجموعہ مرتب کرکے شائع کیا ہے۔ بہت خوب ہے۔ ہاں، تم نے نئے ادب کے پرچے کا ذکر کیا تھا، جس میں رسم الخط پر مضمون تھا، وہ مجھے آج تک نہیں مل سکا، حالانکہ میں نے کئی بار اسے منگوانے کی کوشش کی۔

میں اچھا ہوں، سوائے اس کے کہ گلے کی تکلیف بہت دنوں سے

ہے۔ جو ابھی تک اچھی نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ سے کھانسی کسی قدر آتی ہے
آج کل تو ہمارے یہاں ایک نہ ایک سیاسی قیدی روز چھوٹتا رہتا ہے
اس لئے بڑی اکسائٹمنٹ رہتی ہے، پڑھائی تک نہیں ہو سکتی
لکھنا تو در کنار۔ لیکن میں اپنی امیدوں کو اُبھرنے سے ہمیشہ روکتا
رہتا ہوں، کیونکہ اس کے بعد کی مایوسی بڑی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ بابا
تو اب اجمیر سے دہلی گئے ہوں گے۔

بہت سا پیار اور
آرزوئیں
تمھارا
بیٹے

سنٹرل جیل۔ لکھنؤ

۲؍ دسمبر ۱۹۵۲ء

جانِ جہاں! بہت شدید انتظار کے بعد تمہارے دو خط کل ایک ساتھ ملے، ایک پر تاریخ نہیں تھی اور دوسرا ۲۸؍ تاریخ کا تھا۔ میرے پہلے کے خطوں سے تم کو اپنے دوسرے خطوں کے ملنے کی تاریخ معلوم ہو گی۔ اس درمیان تمہارے خط بہت کم آئے۔ چار چار پانچ پانچ بلکہ چھ چھ دن خط نہیں ملے، اور گذشتہ تین ہفتوں کا اوسط دو تین خطوں سے زیادہ کا نہیں ہوتا۔ حضرت! آپ مشکل سے ایک لمبا سا خط مجھے بھیج دیتی ہیں، اور پھر احسان جتاتی ہیں۔ میرے خط تو صرف دیکھنے میں چھوٹے ہوتے ہیں۔ ایک تو اس لئے کہ میں چھوٹے حروف لکھتا ہوں۔ آپ اگر الفاظ جوڑیں تو آپ کے سب خطوط کے برابر نکلیں گے۔ دوسرے مجھ سے تو جتنا ممکن ہے یعنی ہفتے میں دو بار، اور اتنے ہی خط لکھتا ہوں لیکن تم پر تو کوئی بندش نہیں ہے، روز خط لکھ سکتی ہو، لیکن پھر بھی

ہفتے میں تین لکھتی ہو۔

مجھے تمہارے اپنڈکس کے درد کا حال معلوم کر کے بہت گھبراہٹ ہے۔ لیکن اس درد کے متعلق تو یہ یقین بھی نہیں ہے کہ اپنڈکس ہی ہے۔ یا کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔ پہلے تو ڈاکٹروں میں اس بات پر اختلاف تھا اور پھر جب نجمہ تمہارے پیٹ میں تھی تب تو یہ درد بالکل غائب ہو گیا تھا۔ کرنل کلائیڈ کا تو یہی خیال تھا کہ پہلی اولاد کے بعد یہ درد جاتا رہے گا۔ وہاں تم صرف ایک ہی ڈاکٹر کی رائے پر نہ رہنا بلکہ کئی سے مشورہ کرنا درد سے گھبرا کر ایک دم سے آپریشن کی ٹھان لینا مناسب نہیں۔ بہرحال اگر ہونا ہے تو جاڑوں ہی میں ہونا چاہیئے۔

نجمہ بی بی کی صحت کے بارے میں تمہارے خطوں سے مفصل حالات معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ اس ہفتہ منے بھیا آئے تھے اور بابا بھی لکھنؤ آئے تھے اُن سے زبانی بھی معلوم ہوا کہ اب عام کمزوری کے علاوہ اُسے کوئی شکایت باقی نہیں ہے۔ اب موسم اچھا ہے۔ وہ جلد موٹی تازی ہو جائے گی۔ تمہارا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم نجمہ کے بارے میں لاپرواہی کرتی ہو۔ تم سے زیادہ اس کی محبت، پرورش اور نگہداشت کون کر سکتا ہے؟

اخبارات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اجمیر میں یہاں کے مقابلہ میں سردی زیادہ ہے۔ اسی مہینے میں تو، آج سے تیس سال پہلے میں تمہیں لینے اجمیر آیا تھا۔ یاد ہے؟ یہی مہینہ تو ہماری شادی کا ہے، مبارک اور عزیز ترین مہینہ، معطر، دل کش و دل بہار، اب تو وہ باتیں اس اسیری میں خواب و

خیالی معلوم ہوتی ہیں، دل پر افکار کی کتنی گرد ہے، غموں کا کتنا انبوہ! پھر بھی جب ٹھنڈی اور خوش گوار ہوا پچھم کی طرف سے چلتی ہے۔ درختوں کی ڈالیاں جھومتی ہیں، اور رات کو وہ پہلی شفاف چاندنی، دھلے ہوئے نیلگوں آسمان سے لے کر زمین تک چھا جاتی ہے اور تارے جھلملاتے ہیں تو حال کی غمگینیاں بھول سی جاتی ہیں اور میں اپنی پھولوں، عطر اور سرخ ریشم میں لپٹی ہوئی حسین اور نوخیز دلھن کے پاس ہوتا ہوں، تم بھی کبھی مجھے یاد کرتی ہو؟

میری جان! دیکھو یہ زندگی کی کیسی الم ناک بات ہے کہ آج کل جو واقعات ہو رہے ہیں وہ فیصلہ کن ہیں۔ ساری دنیا، ہر ایک فرد بشر کی قسمت کا فیصلہ ہو رہا ہے، میرا، تمھارا، ہماری بچی کا بھی، میں اس جدوجہد میں ایک نقطۂ نظر رکھتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ دنیا میں ہٹلر اور فاشزم کی شکست ہو، جمہوریت کی فتح، لیکن گردش زمانہ نے مجھے مجبور کر دیا ہے، میں محبوس اور قید ہوں اور اس عظیم الشان جدوجہد میں حصّہ لینے سے بدرجۂ مجبوری محروم۔

دوسری ٹریجڈی یہ کہ ہم تم ایک ہیں، اپنی زندگی میں توازن، ہم آہنگی ہمدردی پیدا کر کے دنیا میں کچھ کرنا چاہتے ہیں، لیکن ہماری محبت آج محرومی اور ناکامی کی وجہ سے کیسے اضطراب اور پریشانی کی صورت اختیار کر گئی ہے۔

لیکن کیا معلوم اس خاکستر سے ایک بہتر زندگی کی تعمیر ہوگی۔ دنیا کی بھی اور ہماری بچی بھی۔ جب ہم اور تم ہوں گے اور نجمہ اور خوب خوشیاں ہوں گی۔

خوب پیار تمھارا
بنے

سنٹرل جیل، لکھنؤ

۹ دسمبر ۱۹۵۱ء

میری پیاری جان! بہت سا پیار اور میری ساری تمنائیں! کیسی ہو، تمھارے دو خط مجھے ایک ساتھ، تین دن ہوئے کہ ملے تھے۔ اس کے بعد کوئی نہیں۔ اُمید ہے کہ میرا خط بھی تم کو مل گیا ہو گا۔ ان خطوں میں لکھا ہے کہ میرا کوئی خط تمھیں آٹھ دن سے نہیں ملا۔ میں نے گذشتہ ہفتے حسب معمول تم کو دو بھیجے، معلوم نہیں دیر کیوں ہوئی۔ ان خطوں میں تم نے اپنی صحت کا کچھ تذکرہ نہیں کیا۔ لہٰذا میں اس سے یہ نتیجہ نکال رہا ہوں کہ تم اچھی ہوں گی، لیکن تمھارے درد کی خبر سُن کر مجھے فکر ہو جایا کرتی ہے، کیونکہ یہ درد جب نہیں بھی ہوتا تب بھی خوف لگا رہتا ہے اور کوئی کام اطمینان سے نہیں ہو سکتا۔ ہر سفر میں ڈر، ہر پکنک پارٹی میں خوف، یاد ہے تم کو جب اجمیر میں اُن مرہٹے پروفیسر صاحب کے یہاں دعوت تھی اور درد لیے پڑی تھیں۔ وہ دعوت کس قدر اچھی تھی، آج تک

ان کی بیوی کے ہاتھ پکے ہوئے، بھٹ تیتروں کا مزہ میرے منہ میں کبھی کبھی محسوس ہوتا ہے، مگر تم اسی درد کے بدولت اس میں شریک نہ ہو سکیں اسی طرح تمہارے ہمسلائے کا سنتھ صاحب نے جو دعوت کی تھی اُس میں بھی مجھے اکیلے ہی جانا پڑا تھا۔ لیکن اگر ڈاکٹر آپریشن کا فیصلہ کریں تو میرا دل نہیں چاہتا کہ میری غیر موجودگی میں آپریشن ہو۔ بہر حال ابھی تو تشخیص ہو جانا چاہیئے۔ پھر اگر ضرورت ہوئی تو پیرول کی درخواست دے دی جائے گی، شاید اس بار منظور ہو جائے۔

بجمہ بی بی کے حالات پڑھ کر اُن کی شرارتوں، بولنے کی کوشش، موزہ پہننے سے چڑھنا، وغیرہ۔ اس کا نقشہ بالکل آنکھوں کے سامنے چھا جاتا ہے۔ اگر نہیں پہنتی موزہ تو کیوں پہناتی ہو؟ یہ لباس کا کوئی ضروری جزو تھوڑا ہی ہے، اور مٹی سے کھیلنا تو بچوں کے لئے بہت مفید ہے ابھی دیکھیں اور کتنے مہینے گذرتے ہیں۔ جب میں اُسے دیکھوں گا، کافی بڑی ہو چکی ہوگی۔ تم نے لکھا تھا کہ اس کی تصویر بھیجی رہی گی۔ اِدھر کوئی دو مہینے سے زائد ہو گئے، نہیں آئی۔ اب پھر کھنچوا کر مجھے بھیجو۔ وزیر منزل کے پتے پر بھیجنا۔ براہِ راست یہاں نہیں۔ ورنہ پہلے کی طرح ضائع ہو جانے کا ڈر ہے۔

اس خط کے پہنچنے تک ممی اپنے دلی اور مراد آباد کے سفر سے واپس آگئی ہوں گی، ان کو میری طرف سے آداب کہنا۔ اب ان کی صحت کیسی ہے، اور آنکھوں کی تکلیف کیسی ہے۔ ڈیڈی کو بھی میرا آداب کہنا۔ وہ کیسے ہیں؟

میں نے الہ آباد سے اپنا گراموفون منگوایا تھا۔ اس لئے کہ یہاں اس کے رکھنے کی اجازت مل گئی ہے۔ لیکن یہ معلوم کرکے بہت افسوس ہوا کہ وہ لاپتہ ہوگیا ہے۔ تم کو خیال ہے کہ کہاں رکھا تھا، میں جب تھا تو وہ تمھارے چھوٹے کمرے میں رہتا تھا، ایک ریکارڈ بھی خریدا تھا۔ کچھ پتہ نہیں چلتا منے بھیا الہ آباد گئے تھے وہ میرے کچھ ریکارڈ تو لائے ہیں لیکن بہت سے ریکارڈ بھی نہیں ملے۔

بھئی تم ادھر خط لکھنے میں بڑی گڑبڑ کرنے لگی ہو۔ کم کرتے کرتے اتنے کم کر دئے۔ کہیں تمھاری محبت کا بھی تو یہی حال نہیں ہے۔ کیا بچہ کی پرورش سے اتنا وقت بھی نہیں کہ مجھے خط بھی لکھ سکو۔ میں تو تم سے پہلے ہی کہتا تھا کہ یہ بچے وچے کا قصہ شروع ہوا کہ پھر کمترین کو کون پوچھے گا۔ اور اب جناب میرے خطوں کے چھوٹا ہونے کا شکوہ کرتی ہیں۔ آج میں نے باقاعدہ حساب لگایا تو میرے خط کی ہر سطر تمھارے خطوں کی لائن سے، الفاظ کے شمار کے حساب سے، تقریباً ڈھائی گنا بڑی ہوتی ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ میرے ایک صفحہ کے برابر تمھارے ڈھائی صفحے ہوتے ہیں، اور لائن کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے۔ تم بڑی وہ ہو۔ جھوٹ موٹ کا الزام لگاکر اپنی سردمہری پر پردہ ڈالتی ہیں جناب۔ سات خط ہفتے کے چار ہو گئے۔ پھر تین اور اب تین بھی مشکل سے آتے ہیں۔ یہ بھی کیوں نہیں بند کر دیتیں۔

پھر بھی بہت سے پیار اور محبت کے ساتھ

تمھارا

بنے

سنٹرل جیل، لکھنؤ

۱۰؍ دسمبر

میری دلشاد۔ ابھی تمھارے دو خط ۵؍ اور ۶؍ دسمبر کے مل گئے۔ اس لئے ان سطروں میں جو باتیں لکھی ہیں۔ اِن کا ایک ایک لفظ واپس لیتا ہوں، لیکن کاٹتا اس وجہ سے نہیں کہ بھئی جب لکھا تھا تو اس وقت تو تمھیں جلی کٹی ہی سنانے کو جی چاہتا تھا۔ تمھارے آخری خط میں کیسی میٹھی اور پیاری باتیں لکھی ہیں، وہ تو اتنی اچھی ہیں کہ مشکل سے یقین ہوتا ہے کہ ہماری قسمت بھی ایسی ہوگی کہ انھیں حقیقت میں بدلتے ہوئے دیکھیں۔ ہاں جب میں چھوٹوں گا (لیکن کب؟ ابھی تو آثار پائے نہیں جاتے) تو سیدھا تمھارے پاس آؤں گا۔ ٹائم ٹیبل دیکھنے میں شاید کچھ وقت لگے تو لگے۔ پھر تمھارے پاس پہنچ کر بہت سے حساب چکانے ہیں بہت سے شکوے شکایتیں، باتیں کرنی ہیں۔ لیکن خیال رکھوں گا کہ وہاں دن کی گاڑی سے پہنچوں تاکہ دن اگر جنگ اور شکووں میں گ[illegible]

رات ہوتے ہوتے صلح ہو جائے۔ اور پھر امن و اماں (؟) میں بسر ہو۔ اس پروگرام میں کوئی گڑبڑ نہ ہو گی اطمینان رکھو۔

دہلی رہنے کا خیال مجھے بہت پسند ہے۔ کیا یہ سب خواہشات کبھی واقعیت میں تبدیل بھی ہوں گے۔ میرا دل لرزتا ہے کہ ان تمام ہنگاموں کا آخر انجام کیا ہو گا۔ یہ اسیری کب ختم ہو گی اور جب ختم ہو گی اس وقت تک دنیا باقی رہے گی؟ کہ سب جل جلا کر بھسم ہو جائے گی۔ کبھی کچھ خیال آتا ہے، کبھی کچھ اور یہ جو محبت کی آگ ہمارے سینوں میں دہک رہی ہے اس کا کیا انجام ہو گا۔ کیا کبھی بھی ہمیں اس کا موقعہ ملے گا کہ ہم اپنے دل و دماغ کی قوتوں اور جذبات کو متحد کر کے، اپنی مشترکہ زندگی کی از سر نو تعمیر کریں۔ دنیا میں مل کر کچھ کام کر سکیں۔ امید ہمیشہ میرے دل میں تر و تازہ۔ ہری بھری لہراتی رہتی ہے اور مستقبل کا ناظر ہو کر مقابلہ کرنے کے لئے تیار۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تم میری ہو، میرے ساتھ ہو اور ہم دونوں مل کر اپنی زندگی کو کامیاب بنانا چاہتے ہیں۔ کیوں یہ ٹھیک ہے نا؟

پیاری تمہارا اٹیچی کیس جو میرے پاس ہے۔ اس پر تمہارا وہ چھوٹا سا کارڈ لگا ہوا ہے "رضیہ دلشاد بیگم" اردو اور انگریزی میں لکھا، تو مجھے وہ سب سفر یاد آتے ہیں جو میں نے تمہارے ساتھ کئے اور ان کے سب واقعات۔ سب۔ خاص طور پر دو ایک تو وہ جب تم لال جھنڈا بنی ہوئی کلکتہ کی ٹرین میں ٹھونس دی گئی تھیں اور ایک

وہ جب جگہ نہیں تھی اور میں تمھارے ساتھ زنانے ڈبے میں بیٹھ (یا شاید لیٹ) گیا تھا الہ آباد جاتے ہوئے .... بس اب آگے نہیں لکھا جاتا .... تم اپنا حال کیوں نہیں لکھتیں کہ کیسی ہو؟ اب خط کب لکھو گی ....

تمھارا

بینے

سنٹرل جیل ۔ لکھنؤ

۱۲ر دسمبر ۱۹۴۲ء

میری جان ، میری پیاری محبوبہ ! تمہارے تین خط متواتر ملے۔ آج کل ڈاک کا انتظام بھی اچھا ہے۔ خطوں میں گڑبڑ نہیں ہوتی اور میرے لئے تو یہاں تمہارے خطوں سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہو سکتی ہے ، ۵ر، ۶ر اور ۸ر دسمبر کے خطوط بڑے پیارے تھے ۔ جانِ من ، اس درمیان میری طبیعت بڑی بجھی بجھی سی رہی۔ اسی لئے میں نے تم کو کچھ غم گین قسم کے خط لکھے۔ یہاں دراصل غم گینی کے دورے ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سب کچھ بالکل تاریک نظر آنے لگتا ہے اور پھر افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را کے مصداق کی مثل کے مصداق ، اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے انسان دوسروں کو خاص کر اپنے چاہنے والوں کو بھی پریشان کر دیتا ہے۔ مجھے اس کے لئے معاف کر دیا کرو۔ اس لئے کہ تمہارے اوپر یوں ہی پریشانیوں کا کیا کم بوجھ ہے کہ میرے دماغی پیچ و تاب کی الجھنوں میں بھی پھنسو ۔۔۔ پھر

بھی پیاری، یہ تو تم جانتی ہو کہ ایسی باتیں انسان صرف ایک ہی ہستی سے دنیا میں کر سکتا ہے۔ جو اس سے اتنی زیادہ قریب ہو کہ اس کے دل کے سب سے اندرونی پردوں تک اس کی رسائی ہو جو اسے سمجھنے اور اس کے ساتھ ہمدردی کرنے کی اہل ہو۔ تم سے جو کچھ میں کہتا ہوں اور تم کو جو کچھ لکھتا ہوں، وہ ایسی باتیں ہیں جو صرف دو محبت کرنے والے ہی ایک دوسرے سے کہہ سکتے ہیں، تو پھر اکثر مجھے اس بات کا خیال نہیں رہتا کہ میرے الفاظ اور طرزِ گفتگو ایک ایسی دنیا کے لئے ہیں جہاں ہر لفظ تولا جاتا ہے۔ اس لئے اس کے اثرات دور تک پہنچتے ہیں اور اسی لئے دل سے بلا رکاوٹ بہنے والے جذبات پر مصلحت اور فکر کی بندشیں عائد کر دی جاتی ہیں:

میں امید کرتا ہوں کہ تم بھی میرے ساتھ اسی بے تکلفی سے پیش آؤ گی لیکن بھئی اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تمہاری خفگیوں اور رنجشوں اور شکایتوں کا کوئی اثر مجھ پر نہ پڑے گا۔ وہ تو تم جانتی ہو کہ کس قدر پڑتا ہے بالکل

تیوری چڑھائی تو نے کہ یاں دم نکل گیا

والا مضمون ہے۔ ہاں میں ضرور چاہتا ہوں کہ ہم لوگوں میں کبھی کبھی جھگڑا ہو۔ مگر ہماری محبت اور ہمارے تعلقات کی بنیادیں باہمی محبت، اعتماد، خلوص اور ہمدردی پر ایسی مضبوط قائم رہیں کہ پھر ہم اپنے تمام اختلافات اور جھگڑوں کو یوں چکا لیا کریں کہ ان کے فیصلے کے بعد ہمارے رشتوں میں اور گہرائی اور مضبوطی پیدا ہو جائے۔

پیاری! تمہارے آخری خط سے معلوم ہوا کہ اب تم کو درد کی شکایت نہیں ہے، اس سے بہت خوشی ہوئی۔ تمہارے اس درد سے مجھے ہمیشہ بہت پریشانی رہتی تھی اور یہ کم بخت ہماری شادی کے مہینے بھر کے اندر اندر ہوگیا تھا! میرے آئیڈئیل کی بیوی تو وہ ہے جو خوب تندرست، موٹی تازی ہو، اور میرے ساتھ خوب گھوم پھر سکے اور تھکے بالکل نہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہ درد وغیرہ کی مُصیبت اب تمہارے سر پر کبھی نازل نہ ہو۔ اور جو تم کو خیال ہے کہ میرے چھوٹنے پر کہیں تم پھر دوبارہ کسی دوسری وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور نہ ہو جاؤ۔ تو بھئی اس کا میں کیا کر سکتا ہوں؟ یہ تو اللہ میاں کی دین ہے۔ اور بقول تمہارے خود کے بھی، عورتیں اس کے لئے کتنی دعائیں کرتی ہیں اور درگاہوں کی خاک چھانتی ہیں۔ بھئی میرا تو خیال ہے کہ تکلیف و کلیف یوں ہی سی ہوتی ہوگی، اور عورتیں شوہروں اور اولادوں پہ اپنا رعب جمانے اور احسان جتانے کے لئے بات کا بتنگڑ بنا دیتی ہیں۔ کیوں ہے نا؟

جان! تم نجمہ کی ایسی ایسی باتیں اور حالات لکھتی ہو کہ اس کی تصویر بالکل میری آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ اور تمہارا خط پڑھنے کے بعد میں اس کی تصویریں نکال کر بار بار دیکھتا ہوں۔ میں تو چاہتا ہوں کہ ہماری یہ بچی خوب تندرست ہو، خوب دوڑے کھیلے کودے، بڑی ہو تو تیرنا سیکھے، گھوڑے اور سائیکل پر چڑھنا سیکھے، خوب Mountaining سیکھے پہاڑوں پہ جاکر، گانا، ناچنا جانے، تھوڑا بہت لکھ پڑھ بھی لے، کیونکہ

دُنیا جس دَور میں قدم رکھ رہی ہے وہاں نہ تو نازنینوں کی ضرورت ہو گی نہ میری طرح ضرورت سے زیادہ پڑھنے لکھنے کے شوقین لوگوں کی سخت کش مکش اور جدو جہد کا زمانہ آرہا ہے جہاں سکون اور اطمینان ناپید ہوں گے۔ ہر شخص مرد و عورت، ہر جماعت میں جسمانی مضبوطی اور ذہنی پُھرتیلے پن کی ضرورت ہو گی۔ ورنہ زندگی کی شدید تگ و دَو میں ان کا کہیں پتہ بھی نہ ہو گا۔ وہ تمام خامیاں جو میری تعلیم و تربیت میں رہ گئی ہیں اور جن کا کبھی کبھی احساس ہوتا ہے وہ کیوں اس بچّی کی تربیت میں رہ جائیں؟۔ پیاری تم اپنے دل میں ضرور کہتی ہوں گی کہ جیل میں بیٹھ کر بچّوں کی تربیت پر لکچر دینا بہت سہل ہے، لیکن چوبیس گھنٹے بچّے کی خدمت کرنا، جیسا کہ تم کو آجکل کرنی پڑتی ہو گی، مُشکل ہے۔ مجھے بھی اس کا احساس ہے لیکن اس عجیب مجبوری کو کیا کیجیے؟۔ جنگ کا رنگ اب ایسا ہے کہ میری تمام ترہمدردیاں اُن قوتوں کے ساتھ ہیں جو فاشزم کی منحوس وبا کے خلاف جنگ کر رہی ہیں۔ میری ساری سیاسی تربیت اور میرے دماغ کی سرشت میں یہ چیز ہے کہ آج دُنیا میں فاشزم کو شکست دینا اور جمہوریت اور حُریّت کی قوّتوں کو کامیاب بنانا ہر سمجھدار انسان کا فرض اوّلین ہونا چاہیئے۔ لیکن پھر بھی میں قید ہوں اور مجبور! بہر صورت مجھے قوی اُمیّد ہے کہ زمانہ بہت جلد بدلے گا، یہ بے معنی اور مہمل صورت حال زیادہ عرصے تک قائم نہیں رہے گی۔

میری پیاری آج ۱۲ دسمبر ہے اور اس وقت دن کا ڈیڑھ بجا ہے

تمہیں یاد ہے تین سال پہلے اس وقت تم کہاں تھیں؟ سُرخ سُرخ کپڑے سر سے پاؤں تک پہنے، دانتوں میں مسّی لگی (جو مجھے بُری لگتی تھی) شرمائی، سُکڑی، ریل کے ڈبّے میں ایک کھڑکی سے لگی دُبکی بیٹھی تھیں۔ میں کبھی کبھی، کَن انکھیوں سے تم کو دیکھتا تھا، کچھ خوش، کچھ حیران، سوچتا تھا کہ ان گُلرنگ و گلفام دنوں کے بعد اب پھر کیسے دن آئیں گے، میرا دل ہزار ہا اُمیّدوں سے بھرا تھا۔ بے شمار منصوبے اور ارمان، اور مسرّت کے ہمہ گیر احساس میں سب کچھ گُھل مل گئے تھے،۔۔۔ پھر وہ شام اور پھر وہ رات اور اب؟ یہ تنہائی، یہ جُدائی کیسی سخت ہے کیسی تکلیف دہ، روح تک کا جیسے دَم گُھٹ گیا ہو" جسم کی مایوس پُکار" صرف اپنی بازگشت سُنتی ہے۔ مگر میرا دل، میری جان، اس میں اب بھی تمہاری محبّت کے چراغ ہر گوشے میں جل رہے ہیں، اور ارمانوں، ولولوں کی دُھوم پہلے سے بھی زیادہ، کیوں؟ اس لئے کہ اُس وقت تو ایک انجان سے محبّت کا ارمان تھا اور اب تو مجھے جس سے محبّت ہے وہ مجھ سے اور میں اُس سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ہم نے اپنی زندگی میں ذہنی توازن بھی قائم کر لیا ہے، جسمانی طور پر کس قدر تم اچھی لگتی ہو، وہ تمہاری نمکین صورت، بھولا سا چہرہ۔

وہ باتیں، وہ تمہارے جسم کے راز۔۔۔ بس کیا کہوں؟ اور اب تو ہمارے تمہارے درمیان یہ جو ننّی نجمہ، ایک ننھی کتنی سی سُندر، منوہر محبّت کی چڑیا آ پہنچی ہے،۔۔۔ اب تم سے ملاقات ہو گی تو ۱۲ دسمبر

سے زیادہ شدومد ہوگا۔ وہ تو ایک Public Festival تھا اور یہ صرف ہمارا تمہارا اپنا نجی تہوار ہوگا جس سے دُنیا کو کوئی سروکار نہ ہوگا اور عام اعلان کردیا جائے گا کہ

"کہہ دو تاروں سے کہ دیکھیں نہ ادھر آج کی رات"

اچھا پیاری آج کی مبارک تاریخ میں، میری طرف سے دل کی (جو تمہارا اسیر ہے) تہنیت قبول کرو۔

بہت پیار، آرزوؤں اور تمناؤں کے
مُضطرب تحفے

تمہارا
بنّے

مکرر۔ واضح رہے کہ یہ خط آپ کے ساڑھے چار صفحوں والے خط سے ذرا سا بڑا ہی ہے! اور محبت کی گہرائی کے لحاظ سے چھ صفحے والے خط سے بھی شاید بڑا ہی ہو۔

مکرر پیار
بنّے

کنگ جارج میڈیکل کالج لکھنؤ

۲۳ر دسمبر ۱۹۴۱ء

میری جان! تمھارا ایک خط مورخہ ۱۸ر دسمبر ابھی صبح کو ملا۔ خیریت معلوم کر کے اطمینان ہوا لیکن ڈیڈی کی طبیعت کا حال معلوم کر کے تشویش ہوئی۔ جلد ان کا حال لکھنا کہ کیسے ہیں۔

میں کل جیل سے یہاں ہسپتال لایا گیا۔ پونے دو برس بعد جیل کے پھاٹک کے باہر نکلنا اور موٹر پر سوار ہو کر یہاں آنا کچھ عجیب سا معلوم ہوتا تھا۔ اب میں کل سے یہاں یوروپین وارڈ کے ایک کمرے میں ہوں۔ باہر جیل کے وارڈروں کا پہرہ ہے۔ لیکن وہ ۲۵ فٹ اونچی دیواریں، تالا اور جنگلا یہاں نہیں ہے، برآمدے اور صحن میں نکل کر چہل قدمی کر سکتا ہوں اور نیچے کے باغ میں کھلے ہوئے سُرخ سُرخ گلاب کے پھُولوں کی کیاریوں لان، شاہ مینا کا مزار اور اس سے ملحق مسجد دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہوں دُور اُفق پر پُرانے لکھنؤ کی چھتیں، بُرجیاں اور کوٹھے دکھائی دیتے ہیں۔

بکہ، تانگہ چلنے کی آواز آتی ہے، الغرض معمولی دُنیا کا نقشہ ہے لیکن اس دو سال کی اسیری کے بعد میرے لئے کس قدر غیر معمولی۔ یہاں میرے لئے جیل کے بمقابلہ تنہائی زیادہ ہے، کیونکہ وہاں اور ساتھی بھی تھے.

اور یہاں صرف ڈاکٹر اور نرسیں (اور کوئی نرس نور اتک نہیں!)

یہاں مجھ سے ہر شخص کہتا ہے کہ آپ اپنی بیوی کو کیوں نہیں بُلوا لیتے، اس لئے کہ بیوی کو تو یہاں دن بھر رہنے اور مریض کی دیکھ بھال کرنے کی اجازت گورنمنٹ اور ہسپتال دونوں جگہ سے مل سکتی ہے اور مجھے بھی ہر گھڑی خیال ہوتا ہے کہ تم یہاں ہوتیں تو کیسا اچھا ہوتا، میں نجمہ کو بھی دیکھ سکتا اور پھر تمہاری تیمارداری مجھے جلد سے جلد اچھا بھی کر دیتی. غالباً مجھے یہاں دو ہفتے یا اس سے زیادہ ہی رہنا ہوگا. کیونکہ آج ڈاکٹروں نے دیکھ کر بتایا ہے کہ گلا بہت خراب ہے، غالباً آپریشن کی ضرورت ہو گی اور پھیپھڑوں میں بھی اکسرے وغیرہ کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد صحیح تشخیص ہو سکے گی کہ آخر کئی مہینے سے کھانسی کیوں آتی ہے۔ لیکن میں تم کو یہاں بُلانے کے لئے لکھنا نہیں چاہتا کیونکہ مجھے اس بات کا کیا حق ہے کہ تم سے اُن تکالیف کو برداشت کرنے کی امید رکھوں جو وزیرِ منزل میں ہمیشہ تم کو پہنچتی رہیں اور ہمیشہ پہنچیں گی ہی اور میں جن کا یہاں سے بیٹھے بیٹھے تدارک نہیں کر سکتا۔ اگلی مرتبہ تم کو اور مُفصّل لکھوں گا۔

فی الحال رخصت

میری سب یادیں

تمھارا

سبّنے

کنگ جارج ہسپتال۔ لکھنؤ

۹ر جنوری سنہ ۱۹۴۲ء

جانِ من! تمھارے تین خط ۱ر ۲ر اور ۳ر جنوری کے کل یعنی جمعرات کو، بیچ میں چار دن کا وقفہ دے کر مجھے ایک ساتھ ملے۔ اس بیچ میں بہت پریشانی رہی۔ عام طور پر ادھر خطوں میں بے عنوانی نہیں ہوتی تھی مگر معلوم نہیں کیوں ایسا ہوا۔ تم نے نجمہ کا حال تو لکھا مگر اپنے متعلق کسی خط میں مطلق نہیں لکھا، کہ کیسی ہو؟ اس خاموشی کا نتیجہ میں یہ نکالتا ہوں کہ اب تمہیں نزلہ، حرارت، کھانسی، کوئی شکایت باقی نہیں۔ آخر تم خطوں میں اپنے متعلق کیوں نہیں لکھتیں، اُمید کرتا ہوں کہ اب کے والے خط میں اس بات کی تصدیق ہو جائے گی۔

پیاری تم نے پبلشنگ ہاؤس کے بارے میں جو اپنی رائے لکھی ہے اس سے تو مجھے پورا اتفاق ہے، شاید تم نے میرا خط ٹھیک سے نہیں پڑھا یا ممکن ہے میں نے ٹھیک سے بات کو صاف نہیں کیا۔ میں پبلشنگ کا

کام تو ان تمام چیزوں سے الگ رکھوں گا ہی، اور وہ میرا اور تمھارا نجی معاملہ ہوگا۔ میں نے تو تمہیں جوش وغیرہ کی انجمن کی صرف اطلاع دی تھی مجھے معلوم نہیں کہ اُسے کس حد تک کامیابی ہوگی۔ بہر حال اگر وہ لوگ کچھ کریں تو اچھا ہی ہے۔ یہاں تو مجھے صرف اُڑتی ہوئی خبریں ملاقات کے وقت ان چیزوں کی ملتی ہیں جسے تمہیں لکھ دیتا ہوں ہم کہاں رہیں یہ سوال بھی بعد ہی کو طے ہو سکتا ہے، ابھی تو میں قید ہوں، چھوٹنے کی کوئی اُمید نہیں ہے، اور تم وہاں ہو خط وکتابت سے یہ معاملات طے نہیں ہو سکتے۔ مجھے اگر فکر ہے تو اسی کی کہ کاغذ کی کمیابی بہت شدید صورت اختیار کرتی جارہی ہے، جس کی وجہ سے طباعت اور اشاعت کے کاموں میں بڑی دشواریاں ہو رہی ہیں۔ اس کا کیا ہوگا۔ بہر حال اُمید پہ دُنیا قائم ہے! جاپان کی فتوحات میرے نزدیک بہت ہی عارضی، اور چند روزہ ہیں اور یہ خونخوار وحشی جس تیزی سے جیتے ہیں، اسی تیزی سے بھگائے جائیں گے۔ امریکہ کی طاقت بہت زبردست ہے اور امریکہ، برطانیہ اور چین کی متفقہ طاقت کو بحر الکاہل میں کوئی ہرا نہیں سکتا۔

میری جان! تم نے ہمارے سرمائے میں اپنے زیوروں کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ کیسی بُری اور دل دکھانے والی بات ہے، وہ تو تمہارے پہننے کے لئے ہیں اور اسی لئے رہیں گے، اور ان میں اضافہ ہوتا جائیگا اس کی بھی مجھے امید ہے۔ پھر جب تم بہت بوڑھی ہو جانا اور میں کھوسٹ تو نجمہ بی کو ایک آدھ اس میں سے دے دینا۔ اگر لڑکا ہوا تو بہو کو دیدینا

اس لئے کہ تمہارے پہنے ہوئے زیور مبارک ہوں گے ان میں برکت ہو گی یا تم بھی ساس بن کر پھر اپنی بہو سے ویسا ہی برتاؤ کرنے لگو گی جیسا تمہاری ساس تمہارے ساتھ کرتی ہیں! ایسا نہ کرنا۔

دیکھو تمہارے کہنے سے میں نے خط کا کاغذ بدل دیا۔ وہ کاغذ جس کو تم نے "چُورم چُور" لکھا تھا وہ ہم لوگوں کو جیل کی طرف سے سپلائی ہوا تھا۔ اور اس کی نزاکت کا مجھے بھی احساس تھا، لیکن سُستی میں نیا کاغذ منگوانا بھُول گیا۔ اب یہ تو بیگم حیدر سے لیا ہے۔ جانتی ہو نہ اُن کو؟۔ رشیدہ کی بہن، ممتاز! ہم لوگوں سے ایک مرتبہ دیرہ دون میں ملاقات ہوئی تھی۔ آج کل کچھ بیمار ہو کر یہاں ہیں۔

پیاری! اب میری حالت سنو۔ ویسا ہی ہوں۔ دن بھر برآمدے میں دھوپ میں آرام کرسی پر پڑا رہتا ہوں۔ اِدھر اُدھر کی کتابیں پڑھتا ہوں، یا پھر سامنے شہر اور ہسپتال کے ٹریفک، مسجد کے میناروں شاہ مینا کے مزار، چوک اور نخاس کے مکانوں کی چھتوں کو دیکھا کرتا ہوں اور دماغ اِدھر اُدھر کے بھٹکتے ہوئے خیالوں سے بھرا رہتا ہے جس میں تمہارا خیال رہ رہ کر بجلی کی طرح چمک اُٹھتا ہے، کیسا دل ہیں ایک بے چین سا، عجیب سا، بالکل دُھندلا، انجان سا دروہوتا ہے اور اُس کا بھی صرف احساس ہوتا ہے، شعور نہیں۔ میری جسمانی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں سوائے اس کے کہ وزن کسی قدر گھٹا ہے۔ آپریشن کب ہو گا مجھے معلوم نہیں، غالباً اس کے لئے گورنمنٹ کی اجازت کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر کہتے ہیں کہ لکھ کر پوچھیں گے، حالانکہ یہ باتیں میرے متعلق ہیں، لیکن لطف یہ ہے کہ سب کا "کنفیڈنشل" ہے یعنی میں اس سے قطعی لاعلم ہوں۔ یہاں کب تک رہنا ہوگا یہ بھی مجھے معلوم نہیں۔ بس صرف یہ معلوم ہے کہ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ مجھے بے حد احتیاط کرنی چاہیئے کیونکہ میرے پرانے مرض کے پھر سے اُبھر آنے کا خطرہ ہے۔

بھئی تم نے نجمہ کی تصویر بہت دن سے نہیں بھیجی۔ اب ذرا کھنچواؤ۔ اب تو وہ ماشاءاللہ سوا برس کی ہو گئیں اور میرے پاس جو آخری تصویر آئی تھی وہ سال بھر ہی کی تھی، وہ اچھی ہے یہ سُن کر خوشی ہوئی۔ بابا سے میری ملاقات اب تک نہیں ہوئی کہ ان کے ہی مُنہ سے تم دونوں کا کچھ حال سُنتا وہ تو تم دونوں سے مل کر آئے ہیں نا۔ علن بھیّا سے ڈیڈی کے خط کے متعلق معلوم ہوا تھا، میں فی الحال کسی قسم کی درخواست گورنمنٹ کو دینا نہیں چاہتا دے کے کیا کریں وہ لوگ کچھ سُنتے تو ہیں نہیں۔ اب یہاں کے رہنے کا خرچ جو حکومت کو دینا چاہیئے تھا وہ بھی وہ لوگ میرے ہی سر تھوپنا چاہتے ہیں۔ کہاں تک رونا رویا جائے!

بہت یادیں اور سب آرزوئیں

تمھارا

بنّے

کنگ جارج ہسپتال۔ لکھنؤ

۱۳ر جنوری سنہ ۱۹۴۲ء

جان! گذشتہ چار دن کے عرصے میں تمہارے چار خط ملے۔ ۴ر ۵ر ۶ر اور ۷ر جنوری کے۔ تم کیسی اچھی ہو۔ تمہیں کیا معلوم ان خطوں سے مجھے کتنی تسکین ہوتی ہے۔ کتنا اطمینان، کتنی خوشی۔ یا شاید کچھ تمہیں اس کا علم ہو گیا ہے جبھی اب خط بھیجنے میں دیر نہیں کرتیں۔ تم نے شکایت کی ہے کہ میرے خط ادھر بڑے روکھے پھیکے ہونے لگے ہیں۔ یہ بالکل بجا ہے شکایت، اور مجھے اس کا اعتراف ہے۔ لیکن طبیعت کا حال ہی ایسا ہے کیا کروں۔ جھوٹ مُوٹ تم کو کچھ لکھنا نہیں چاہتا۔ ان سب باتوں کو خیال کر کے میری اس رُکھائی کو بھُلا دیا کرو۔ میری جان! اور یاد رکھنا کہ یہ سب زبانی باتیں ہیں، میرے دل میں تمہارے لئے وہی حرارت، جوش لگن اور محبّت ہے جو ہمیشہ سے تھی اور ہمیشہ رہے گی۔ اور اگر کبھی غصہ آتا ہے یا لڑائی ہمارے تمہارے درمیان ہوتی ہے تو اسی بات کے لئے کہ ہم اس

دُوری کی وجہ سے ایک دوسرے کے اظہارِ محبّت سے مطمئن نہیں ہوتے اسے ناکافی پاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس میں اور اضافہ ہو۔ کل مُنّنے بھیّا سے معلوم ہوا کہ اجمیر سے پل اودر اور خط کے کاغذوں وغیرہ کا پارسل میرے لئے آیا ہے لیکن کل وہ لانا بھُول گئے۔ آج کسی وقت لائیں گے ڈکلی بیگم کو میری طرف سے بہت دُعائیں کہنا اور بہت بہت شکریہ، اگلے خط میں چیزیں دیکھ کر پھر شکریہ کا اظہار کروں گا یہ اُسکی پہلی قسط ہے۔

تم نے اپنے بکسوں کے کھولے جانے کے بارے میں جو لکھا ہے اسے سُن کر مجھے بڑا رنج ہوا۔ میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ بابا بھی ایک دن کو آئے تھے، انہوں نے بتایا کہ تمہارا کوئی بکس نہیں کھولا گیا تھا بلکہ میرا بکس کھول کر گرم کپڑوں کو دُھوپ دکھائی گئی تھی اور کچھ نیپتھلین وغیرہ ڈالی گئی تھی۔ مجھے اپنے کپڑوں کی تو کوئی خاص فکر نہیں کیونکہ وہ پُرانے انگریزی سُوٹ وغیرہ ہیں، جن کو میں اب نہیں پہنتا۔ لیکن تمہارے گرم کپڑے سب بند ہیں۔ کیا تم ایسا نہیں کر سکتیں کہ اپنے بھائی سے کہو کہ وہ کنجیاں تم سے منگوا کر انہیں دیکھ لیں اور نیپتھلین کی گولیاں وغیرہ ڈال دیں۔ اور کوئی دوسرا تو اس کام کو کر نہیں سکتا۔ لکھنؤ میں ہم لوگوں کا جو کچھ سامان ہے اس کے متعلق میں مُنّنے بھیّا سے کہہ دوں گا کہ اوپر کوٹھے پر رکھوا دیں۔ بہر حال پیاری تم پریشان نہ ہو، ہمارا گھر ہوگا تو اس کے لئے سامان بھی مُہیّا ہو جائے گا اچھا اچھا نیا نیا، ——

آج کل تو دُنیا میں ہزاروں گھر چند منٹوں میں مٹ جاتے ہیں، لیکن

انسانیت تو باقی ہے، وہ جذبۂ محبت تو کبھی ہٹ نہیں سکتا، جو ویرانے اور کھنڈر کو کھود کر نئی عمارتوں کی نیو ڈالتا ہے، ہمارے تمہارے درمیان سب سے قیمتی چیز وہی ہے۔ اُسی کو بچا کر رکھنے کی اور اور بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اور جب یہ ہے تو پھر دُنیا کی دولت ہمارے لئے ہے۔

میری پیاری میں تم کو اپنے گذشتہ خط میں لکھ چکا ہوں کہ پبلشنگ کے متعلق جو تمہاری رائے ہے اس سے مجھے کلیتہً اتفاق ہے لیکن اس وقت تو یہ کاغذ کا مسئلہ بہت سخت آپڑا ہے۔ اور سُنتا ہوں کہ اس کی وجہ سے چھپائی کا سارا کاروبار بیٹھ گیا ہے، ابھی امید ہے کہ یہ حالت عارضی ہو اور جلد امریکہ سے کاغذ آنے لگے یا ہندوستان میں کاغذ کافی بننے لگے اگر یہ صورت دیر تک قائم رہی تو پھر ہم کو بجائے پبلشنگ کے کتابوں کی تجارت کے بارے میں سوچنا پڑے گا۔ میری اپنی اسکیم تو یہ تھی کہ اشاعت اس کے بعد کتابوں کی دوکان اور پھر اپنا پریس۔ دیکھو کیا ہوتا ہے؟ مُنّے بھیا کو اس کام سے بہت دلچسپی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ انہیں فرصت اتنی نہیں ہے کہ وہ کافی وقت اس کام کو دے سکیں، تمہارے آنے پر ممکن ہے کوئی صورت نکل آئے۔ اس لئے کہ گذشتہ دنوں میں انہوں نے تین کتابیں چھاپیں، لندن کی ایک رات، آنند کی انگریزی کتاب اور چودھری محمد علی کی کتاب، ان تینوں میں فائدہ ہی فائدہ ہوا۔ میری کتابیں ابھی دوہرانے، گھٹانے، بڑھانے اور نظر ثانی کی ضرورت ہے، جو میرے رہا ہوئے بغیر نہیں ہو سکتی۔ ہاں "لندن کی ایک رات" کا

دوسرا ایڈیشن البتہ شائع کیا جاسکتا ہے۔ میں نے تو تنگ آکر مُنّے بھیّا سے کہا کہ اسے لاہور کے مکتبۂ اُردو کے ہاتھ فروخت کردیا جائے۔ لیکن وہ خود اُسے چھاپنے کو کہتے ہیں۔ ہندی کا خیال تمہیں بھی پسند آیا۔ مجھے خوشی ہوئی۔ میرے جو ہندی کے ساتھی ہیں اُن پر مجھے بھروسہ تو ضرور ہے مگر بزنس میں تو بھروسے کا سوال ہی نہیں۔ اگر ہم کسی کتاب کو اپنے روپے سے چھاپیں گے تو پھر وہ ہماری ہوگی، اور دوست ہوں یا کوئی ان کو اتنا ہی ملے گا جتنا ان سے پہلے سے معاہدہ ہوچکا ہوگا۔

پیاری، پرسوں ایک بڑی پلزنٹ سرپرائز میرے لئے ہوئی! جانتی ہو کیا؟ میں نے آپ کی دوست حوّا بائی کی ایک جھلک یہاں دیکھی وہ مسز حیدر سے ملنے آئی تھیں جو شاید علی گڑھ میں ان کی اُستادرہ چکی ہیں۔

اب میری صحت کا حال سُنو، قریب قریب ویسا ہی ہوں جیسا پہلے تھا، ہاں کھانسی کم ہے، گلا کچھ بہتر ہے، آپریشن کے لئے ڈاکٹر صاحب اب یہاں سے لکھیں گے جیل کو، جیل والے گورنمنٹ کو اس کے بعد پھر جو کچھ بھی فیصلہ ہو۔ یہاں آنے سے میری عام صحت تو یقیناً بہتر ہوئی ہے، البتّہ وزن نہ صرف یہ کہ کم ہے بلکہ کم ہوتا جارہا ہے، جس کی وجہ سے فکر ہوتی ہے۔ ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ مجھے اچھی آب و ہوا اور خوشگوار ماحول میں رہنے کی ضرورت ہے جیل کے مقابلے میں تو یہاں ہی کافی خوشگوار ہے، لیکن مجھے بالکل

پتہ نہیں کہ کب تک یہاں رکھا جاؤں گا اور کب یہاں سے جیل روانہ کردیا جاؤں۔ اسے کہتے ہیں اسیری اور بے بسی!

بھئی تم نجمہ کی ایک تصویر اپنے چھوٹے بھائی سے کھچوا کر مجھے کیوں نہیں بھیج دیتیں، تمہارے خطوں میں اُس کا حال سُن کر اور بابا کی زبانی بھی معلوم کرکے دل بہت تڑپا۔ کہاں تو تمہیں ایک نامور مصنف ہونے کا حوصلہ تھا اور کہاں اب چوبیس گھنٹے یہ کام! لیکن یہ بھی تم ٹھیک کہتی ہو کہ نہ صرف عورت بلکہ مرد کی بھی ذہنی تکمیل اور تربیت بغیر اس ٹریننگ کے نہیں ہوتی، کاش کہ میں بھی اس وقت اس بچّی کی تربیت میں ہاتھ بٹانے کے لئے تمہارے پاس آسکتا۔ ابھی تو بس دل میں حوصلے اور ولولے ہیں!

اور تمہارے لئے بے انتہا محبت بے شمار پیار

تمہارا

سبّنے

کنگ جارج ہسپتال۔ لکھنؤ

۱۶ر جنوری سنہ ۱۹۴۲ء

میری جان! تمہارے دو خط ۸ر اور ۹ر جنوری کے دو دن ہوئے کہ ایک ساتھ ملے۔ میں کل ہی تم کو لکھتا۔ لیکن انتظار میں تھا کہ آج شاید تمہارا کوئی اور خط مل جائے، مگر نہیں ملا۔ ایک ڈیڈی کا خط مورخہ ۱۰ر جنوری بھی مجھے ملا لیکن اس خط میں وہ بس میرے ہی متعلق پوچھتے رہے اور اپنی طبیعت کا کچھ نہیں لکھا کہ کیسی ہے، نہ تم نے ہی کچھ لکھا۔ ڈکلی بی بی کے رقعہ سے معلوم ہوا تھا کہ اُن کی اور ڈکلی دونوں کی طبیعت اچھی نہ تھی امید ہے کہ اب وہ اچھی طرح ہوں گے۔ میری طرف سے انہیں آداب عرض کرنا۔ خط اُنکو میں پھر لکھوں گا۔

ڈکلی بی بی کا بھیجا ہوا پل اوور مجھے بہت پسند آیا۔ بہت اچھا بنا ہوا ہے اور خوب فٹ آتا ہے، گرم بھی خوب ہے۔ سردی یہاں بھی غضب کی ہو گئی ہے۔ اور دو دن سے تو بارش اور ابر و باد کے

تسلسل نے بہت پریشان کر رکھا ہے، میں تو لحاف لپیٹے پلنگ پر پڑا رہتا ہوں، دن کو بھی، اور اس وقت بھی پلنگ پر ہی بیٹھے بیٹھے تمہیں خط بھی لکھ رہا ہوں۔ اس سال ابھی تک ایسی سردی نہیں پڑی تھی۔ تم جو وہاں کی سردی کا حال لکھتی تھیں تو میں سوچا کرتا تھا کہ اس کے مقابلے میں تو یہاں غنیمت ہے۔ لیکن اب یہاں بھی وہی حال ہے۔ ایک دو دن میں غالباً یہ حالت باقی نہ رہے۔ اس کے بعد تو بہار کی ہوائیں، ٹھنڈی اور پریشان کُن ہوائیں چلنے لگیں گی، فصل کے پھُول جو اس وقت کھِل رہے ہیں، بالکل کھِل جائیں گے، اور پھر ایسے میں دل کا کیا حال ہو گا۔۔۔ ساری تمنّائیں کس طرح اُبھر آتی ہیں، خواہشوں کا کیسا ہجوم ہوتا ہے، کیسی نامعلوم سی خلش، موہوم سی جستجو، سینے میں کُہرام مچاتی ہے، اور یہ میری تیسری بہار اس اسیری میں ہو گی۔ تم اور تمہارا خیال کس طرح میرے دل و جان میں پیوست ہو گئے ہیں، جانتی ہو، یہاں ہسپتال میں میرے لئے نسبتاً تنہائی ہے، اس لئے کہ جیل میں تو کچھ نہ کچھ ساتھی ہر دم ساتھ رہتے تھے، یہاں کوئی نہیں، سوا اس کے کہ کوئی عزیز ملنے آ جائے، شام کو تھوڑی دیر کے لئے، اور آجکل جب سردی ہوتی ہے اور دن بھر کمرے میں اندر ہی پڑا رہنا ہوتا ہے تو کبھی کبھی طبیعت بہت گھبراتی ہے، تم بہت یاد آتی ہو، بہت! کبھی بڑی محبّت سے اور کبھی یہ یاد جُدائی کے دُکھ سے اتنی بھری ہوتی ہے کہ اُس سے الگ کوئی چیز نہیں معلوم ہوتی۔

جب موسم اچھا ہوتا ہے تو اپنے پہرے دار کے ساتھ کالج کے باغ میں چہل قدمی کے لئے نکل جاتا ہوں۔ اس کے آخری کنارے کا منظر بہت اچھا ہے، سامنے دریا ہے، بائیں طرف پل اور پھر ٹیلے والی مسجد کے سفید سفید مینارے، دور بڑے لکھنؤ کی جامع مسجد کے مینارے رومی دروازہ، آصف الدولہ کی مسجد اور امام باڑے کی برجیاں اور مینار، تمہیں یاد ہے نا جب میں تمہیں یہ سب دکھانے لے گیا تھا، تم کیسی چپ چاپ، جھینپی ہوئی، سمٹی سمٹائی شرمائی سی تھیں اور میں موٹر چلاتا ہوا تم کو کن انکھیوں سے دیکھ دیکھ کر کیسا باغ باغ ہو جاتا تھا کہ یہ میری دلہن ہے، کیسی پیاری، کیسی اچھی، میری اپنی!

اکسفورڈ میں میرے ساتھ ایک صاحب آئی سی ایس کے پڑھتے تھے۔ آج کل وہ بنگال میں کہیں کلکٹر ہیں، حال میں انکی غزلوں کا ایک دیوان شائع ہوا ہے، جو ایک صاحب مجھے دے گئے ہیں۔ چھاپا تو بہت اچھا ہے، بالکل ویسا جیسا غالب کا کاویانی پریس برلن کا چھپا ہوا دیوان تھا، لیکن سوا زبانی چونچلوں کے اس میں اور کچھ بھی نہیں ہے۔ معلوم نہیں یہ لوگ شاعری کیوں کرتے ہیں۔ اس درمیان میری صحت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی معلوم نہیں کب تک یہاں رہنا ہو، کوئی خاص بات ہو گی تو تمہیں اطلاع دی جائے گی۔

میری جان تم سے ملنے، تمہیں گلے لگانے اور پیار کرنے کو میرا دل بے تاب ہے، کاش یہ منحوس جدائی کا زمانہ جلد ختم ہوتا، مجھ میں

تواب جیسے کہ وقت تک کا احساس باقی نہیں رہا، ایک بے حسی کا عالم ہے، غالباً دل نے دماغ کو جنون سے بچانے کے لئے یہ صورت نکالی ہے، ورنہ یہ دو سال کی اسیری، تنہائی، پریشانیاں کیا پاگل کرنے کے لئے ضرورت سے زیادہ نہ تھے۔

پیاری تم کیسی ہو، آج تو تمہارے وہ رسیلے ہونٹ اور چمکتی آنکھیں بس یاد ہی چلے آتے ہیں...

تمھارا

بنّے

نجمہ کو میری طرف سے خوب پیار کرنا۔

کنگ جارج میڈیکل کالج۔ لکھنؤ

۱۹ر جنوری سنہ ۱۹۴۲ء

جانِ من ! پرسوں سنیچر کو تمہارے دو خط ۱۲ر اور ۱۴ر جنوری کے ملے اور انہیں پڑھ کر بہت ہی خوشی ہوئی۔ بھئی اپنا تو وہی حال ہے کہ

" ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گِلہ دِل کا "

اور سچ مچ اس کے بعد کوئی گلہ باقی نہیں رہتا۔ اور اگر کچھ بچا کھچا رہ بھی جاتا ہے تو وہ کہیں دب دبا جاتا ہے، اور پھر جب تم کوئی شرارت کرکے اسے چھیڑتی ہو تو پھر اُبھر آتا ہے، تمہارے بعض خطوں سے تو دراصل اتنی مسرّت ہوتی ہے اور دل اتنا مضبوط ہو جاتا ہے کہ کیا کہوں، یہی دل چاہتا ہے کہ تم کہیں قریب ہوتیں، سینکڑوں میل دُور نہیں، تو پھر تم کو بہت پیار کرتا، اتنا کہ تم بھی عاجز آجاتیں۔ مگر یہ دن بھلا کب آنے لگا، ابھی اور معلوم نہیں جُدائی کی نا قابلِ برداشت گھڑیاں کب تک برداشت کرنی ہوں گی، کتنے دن، کتنے

ہفتے، کتنے مہینے یا کون جانے کتنے سال، اس کا خیال کر کے کبھی کبھی کانپ جاتا ہوں، پھر سوچتا ہوں کہ میرے لئے تو نسبتاً اتنی بڑی نہیں ہے، کیونکہ میرے سامنے ایک مقصد ہے، جس کے سلسلے میں یہ باتیں ہوتی ہیں اور ان کو برداشت کرنا ہی پڑتا ہے. لیکن پیاری تمہارے لئے تو دراصل یہ بہت بڑی مشکل اور مُصیبت ہے اور تم کبھی کبھی اپنے دل میں مجھ سے کتنی زیادہ خفا ہوتی ہوں گی اور بالکل صحیح اور حق بجانب دوسری طرف پھر یہ بھی خیال آتا ہے کہ اب یہ مُصیبت زیادہ دن رہنے والی نہیں ہے، اس لئے کہ ہم تم، اور سارا ہندوستان بلکہ یہ حکومت بھی ایک کیمپ میں ہیں، فاشزم کے خلاف، تو پھر یہ مہمل بات کب تک قائم رہ سکتی ہے، کہ دو' ایک ہی مقصد کو چاہنے والے، ایک دوسرے کو ستائیں اس جنگ کی نوعیت بالکل بدل گئی ہے، اسی وجہ سے کانگریس کو اپنا ستیہ گرہ بند کرانا پڑا اور اب وہ جنگ کی کسی قسم کی مخالفت کو بھی بُرا سمجھتی ہے، اب تو سوال یہ ہے کہ ہٹلر اور جاپان کو ہم سب مل کر کس طرح جلد از جلد شکست دے سکتے ہیں!۔ خیر بھئی تم کہو گی کہ یہ قصہ میں نے کہاں شروع کر دیا، بہرحال میں تو اپنے دل کو کسی طرح یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ جلد ہی میں اپنی پیاری سے ملنے والا ہوں اور پھر جب ملیں گے، افوہ! کتنی خوشی ہو گی، یا تم لڑائی شروع کردو گی؟ اور ناک بھوں چڑھا کر بیٹھ جاؤ گی؟ اور رہا میں تو مجھ ناچیز کی تو یہ کہاں مجال کہ تم سے لڑوں۔ ہاں کبھی کبھی طبیعت کو رنج اور کڑھن ضرور ہوتی

تھی تو اب تو جناب میں نے ایسی ترکیب سوچی ہے کہ اس کی وجہ ہی پیدا نہ ہو گی اور تم کو اس کا موقعہ ہی نہیں ملے گا کہ مجھے رنج پہنچاؤ۔ اور اگر باوجود اس کے تم نہیں مانیں تو پھر تم سے کہوں گا کہ اب تم اس کا علاج کرو اور میں تمہارے زیر علاج رہوں گا۔ لیکن ان اسکیموں کے بنانے سے کیا ہوتا ہے۔ ابھی تو ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی محبّت لافانی نور کی طرح چمک رہی ہے، اور ساتھ ہی ساتھ ہم لوگوں میں ایک ساتھ کام کرنے کا ولولہ بھی ہے، اور ہماری اس محبّت کو پختہ اور مضبوط کرنے کے لئے ہر وقت ہمارے سامنے ہماری پیاری معصوم بچّی نجمہ ہے۔

اچھا تو اب نجمہ کے سب دانت نکل آئے۔ کیسے ہیں؟ کبھی تم کو دانت سے بھی کاٹتی ہے؟ میں تو چاہتا ہوں کہ وہ خوب شریر ہو اور تم کو خوب ستاتی رہے، اور تم کو اس کی وجہ سے بالکل فرصت نہ مل سکے۔ اس لئے کہ تمہاری ایسی خوبصورت، نوجوان بیگموں کے لئے فرصت کوئی اچھی چیز تو ہے نہیں خاص طور پر جب وہ اپنے شوہر دل سے الگ ہوں! تو وہ کیا شرارت کرتی ہے آخر؟ نیک اور سیدھے سادے بچّے تو عام طور پر احمق ہوتے ہیں بڑے ہو کر، اور جو بچّے اپنی ماں کو خوب ستاتے ہیں اُس کا کہنا مشکل سے مانتے ہیں، کپڑے پہننے سے گھبراتے ہیں۔ اور خوب مٹی سے کھیلتے اور اودھم مچاتے ہیں، وہی سمجھدار اور مضبوط ہوتے ہیں۔ تم کہتی ہو نجمہ کو مجھ پر چھوڑ کر کچھ دنوں کے لئے

تم آرام کرو گی، واہ، جو کام جس کا ہوتا ہے وہی اس کو کرنا چاہیے۔ مجھے تو کرسی پر لیٹ کر کتابیں پڑھنے کی عادت ہو گئی ہے دو سال سے بلکہ اس سے بھی پہلے سے، اور تم اب بچّہ پالنے میں مشّاق ہو گئی ہو ڈویژن آف لیبر کے اصول ہی سے دُنیا میں تمام تہذیب و تمدّن کی ترقی ہوتی ہے۔ ہاں کبھی کبھی تمہارے بچّہ پالنے کے طریقے کا معائنہ میں کر دیا کروں گا! ہائے میری جان! مگر وہ دِن، وہ مُبارک دِن، کب آئیگا جب میں نجمہ کو اُنگلی پکڑا کر اپنے ساتھ ٹہلاؤں، اور تم بیٹھ کر تماشہ دیکھو!

میری صحّت کو پوچھتی ہو؟ مت پوچھو! یہ تکلیف دہ گھنٹے جب روحانی اذیّت کے ساتھ جسمانی پریشانی بھی شامل ہو گئی ہے یہاں کے ڈاکٹروں نے میری صحّت کی رپورٹ جیل کو بھیجی ہے، جیل گورنمنٹ کو بھیجے گی اور پھر گورنمنٹ جو بھی فیصلہ کرے، ناک میں غدود ہیں آپریشن کی ضرورت ہے، وزن گھٹ رہا ہے، اور تمام بڑے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ بہت احتیاط کی ضرورت ہے، چونکہ بہت دِن ہوئے میرے پھیپھڑوں میں بیماری تھی، بس یہ آخری چیز بڑی تکلیف دہ ہے۔ جیل کے حالات تو تم خود جانتی ہو اور سمجھ سکتی ہو، ایسے نہیں کہ جہاں منوں خاک نہ پھانکی جائے، اور جہاں فکر مندی گلو گیر نہ ہو۔ بہرحال تم گھبرانا مت، جو کچھ ممکن ہے کیا جا رہا ہے، مجھے بالکل نہیں معلوم کہ ہسپتال میں ابھی کتنے دن اور رہنا ہے۔ تنہائی سے

دل بڑا گھبراتا ہے۔

یہاں چار دن خوب سردی رہی، پانی، اولے، ہوا، طوفان آج صبح سے مطلع صاف ہے، ابر کے کچھ ٹکڑے آسمان میں اِدھر اُدھر اُڑ رہے ہیں، کتنے آزاد، بے لگام، آسمان پر ہلکورے لیتے ہوئے دُھوپ سے آنکھ مچولی کھیلتے، کبھی تم اور ہم بھی اسی طرح آزاد ہونگے، اور خوش، اور ایک جان اور دو قالب، یا قالب بھی ایک!

اب تو تمہیں کاغذ کی کوئی شکایت نہیں، اس کے لئے ڈکلی بی بی کا شکریہ ادا کر دینا، لکیریں تو اس پر نہیں ہیں لیکن میری سطریں تو سیدھی ہوتی ہیں، آپ کی خلط ملط کیوں ہو جاتی ہیں؟

ڈیڈی کو آداب عرض کرنا۔ اب وہ دہلی کب جائیں گے سب کو دعائیں۔

بہت پیار اور سو ہزار × × × × ×
تمہارا
بنے

کنگ جارج ہسپتال۔ لکھنؤ

۲۴؍جنوری سنہ ۱۹۴۲ء

میری جان! یہ تمہاری کیا حرکت ہے؟ آج پورے ایک ہفتے بعد مجھے تمہارے دو خط ۱۷؍ اور ۱۸؍جنوری کے ایک ساتھ ملے، (ان میں سے ایک خط اور ایک چھوٹا سا رقعہ) اور حالانکہ یہ ۱۷؍اور ۱۸؍ کے تھے، لیکن اجمیر کی مُہر دونوں پر ۲۱؍ کی تھی، تو اس حساب سے جہاں تک ڈاک اور سنسر کا سوال ہے مجھے خط ملنے میں دیر نہیں ہوئی ایک ہفتہ تو بہت لمبی مدّت ہے، خاص کر جبکہ ہر دوسرے دِن خط ملنے کی عادت ہو۔ تمہارے یہاں یا تو ڈاک کا حساب گڑبڑ ہے، یا پھر یہ ہے کہ تم کو تاریخ یاد نہیں رہتی، اور تم ۱۷؍کو ۸؍ اور ۸؍کو ۹؍ اس طرح سمجھتی چلی جاتی ہو، بہرحال نتیجہ ایک ہی ہوا یعنی میرا قتل! اور پھر اب یہ تو میرے حق کی بات ہے، اگر تمہارا خط بھی نہ آئے گا تو کیسے کام چلے گا، خود تو آنے کے نام سے جناب کو گھبراہٹ

ہونے لگتی ہے، اب خطوں پر بھی کیا اس کا اثر پڑے گا، میں بھی یہ خط تم کو دو دن دیر سے لکھ رہا ہوں، اس لئے کہ اس مدّت میں تمہارے خط کا برابر انتظار رہا کہ آ جائے تو پھر لکھوں، مجھے اس ہفتے بھی کچھ یہی خیال ہوتا ہے، کہ آپ کے خط شاذ و نادر ہی آئیں، کیونکہ محرّم ہے اور شاید آپ کو گریہ وزاری سے فرصت نہ ملے، اور اگر تارا گڑھ جانے کی ٹھہر گئی تو پھر اس دشوار گزار سفر کی تھکاوٹ دُور کرتے کرتے بہت مدّت لگ جائے گی۔

جیسا کہ اس خط سے تمہیں اندازہ ہو گا، میں ابھی تک یہیں ہسپتال میں ہوں، اور میری صحت کے حالات میں کوئی خاص فرق نہیں۔ جب سے یہاں آیا ہوں کل ملا کر میرا وزن پانچ پونڈ گھٹا ہے، چار ہفتے میں، اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہسپتال آ کر حالت خراب ہو گئی۔ نہیں۔ کھانسی پہلے سے کم ہے، اور وزن تو پہلے ہی سے گھٹ رہا تھا، اگر برابر گھٹتا نہ چلا جائے تو زیادہ تشویش کی کوئی بات نہیں، بہر حال ہر قسم کی احتیاط اور علاج تو ہو رہا ہے اور ڈاکٹر بھی یہاں بہترین ہیں۔ پرسوں میں نے سرکار کو درخواست دی ہے کہ میرے علاج کا بار اس کو ہی برداشت کرنا چاہیے۔

یہاں کا باغ بہت ہی اچّھا ہے، اور موسم چونکہ اب پھر اچّھا ہو گیا ہے، ہوا میں بہار کی تری ہے، پھول سب کھل

گئے ہیں، اور فانی کا شعر بار بار یاد آتا ہے۔

چمن سے رخصتِ فانی قریب ہے شاید
کہ آج بوئے کفن دامنِ بہار میں ہے

میں کھانا گھر کا نہیں بلکہ ہسپتال کا کھاتا ہوں جو کافی نرشنگ ہوتا ہے، اس کے ساتھ اور دودھ پھل وغیرہ بھی۔ بہرحال تم فکر مند نہ ہو۔ یہ مرحلہ بھی پار لگ جائے گا۔

یہ ہسپتال پرانے لکھنؤ سے قریب واقع ہے، شاہ مینا صاحب کے مزار کا حال تو تم کو لکھ چکا ہوں۔ ہاں پرسوں بسنت کے دن اُن کے مزار پہ میلہ ہوتا ہے، کیسی اچھی اور مزے دار بات ہے۔ لیکن اس سال مُحرّم کی وجہ سے قوالی نہیں ہوئی۔ اور لکھنؤ کے اربابِ نشاط تشریف نہیں لائے، اس لئے زیادہ چہل پہل نہ تھی، رات بڑی دیر تک ماتم کی آوازیں آیا کیں۔ نخاس اور چوک کی طرف سے پھر تعزیوں کے کئی جلوس بھی دیکھے۔ کتنی مدّتوں بعد۔ یہاں آج کل یادگارِ حسینی کی بھی ایک تحریک، کیونکہ اس سال واقعۂ کربلا کی ہزارویں برسی ہے، غالباً تمہارے پاس بھی اس کا لٹریچر پہنچا ہوگا اس لئے کہ ڈیڈی تو ان چیزوں سے بہت دلچسپی رکھتے ہیں، اگر زمانے نے کبھی فرصت دی اور مجھے تاریخ اسلام مکمل طور پہ پڑھنے کا موقع مل گیا تو ایک کتاب امام حسینؑ کی لائف پر بھی لکھنے کو بہت دل چاہتا ہے۔ بہت ہی دلچسپ موضوع

ہے، اور کوئی ماڈرن تاریخی تجزیہ ایسی پیچیدہ اور زبردست شخصیت کا نہیں ہوا ہے۔ یا مرثیے ہیں جو محض شاعری ہے، یا پھر اناپ شناپ روائتیں اور رونا دھونا، ایک اچھی، سچی لائف جو امام کے انسانی پہلو کی تشریح کرے، ان کی اسکیم، ہمّت اور پھر اُن کی بہادرانہ موت کا صحیح نقشہ کھینچے یہ بہت ضروری ہے۔

بھئی تم مجسمہ کی تصویر آخر کب بھیجو گی، تمہارے آنے والے کا تو مجھے یقین نہیں ہے،

کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

تم کیسی ہو؟ آخر اپنے بارے میں کیوں نہیں لکھتیں۔ یا مرچیں کھانے میں اتنی مگن ہو کہ اپنی صحت کا کچھ خیال نہیں کرتیں، اور آج کل دُبلی ہو یا موٹی؟

لڑائی کس بُری طرح بڑھتی جا رہی ہے۔ آخر جاپان کب ہارے گا۔ مجھے تو اس خیال سے اس قدر وحشت ہوتی ہے کہ ہندوستان کی اتنی بڑی آبادی اور ہم لوگ کچھ کر نہیں سکتے۔ اور جاپان نے چین میں جس وحشیانہ بربریت سے کام لیا ہے وہ تو ایسی ہے کہ ہمیں جہاں بھی ہو اور جس طرح بھی ہو اس مُصیبت سے بچنا ہی چاہئے۔

کہو آج کل کچھ پڑھتی ہو؟ میں نے آج ایک ڈاکٹر سے باتیں کیں

جو بچّوں کے علاج کے اکسپرٹ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نارمل بچّے کو بالکل رونا نہیں چاہیے اور نہ ضِد کرنا چاہیے، جو بچّے ایسا کرتے ہیں اُن میں کوئی نہ کوئی کمی ہوتی ہے، میں نے کہا کہ ایسا نارمل بچّہ تو شاید ہی دُنیا میں کوئی ہو۔ تو ہنسنے لگے۔ میں نے ان سے کہا کہ بچّوں کی تربیت پر کوئی اچھّی سی کتاب مجھے دیں تو پھر تمہیں بھیجوں شاید تمہیں اس موضوع سے دلچسپی ہو!

اب خط لکھنے میں دیر نہ کرنا

بہت پیار

تمہارا

بنّے

کنگ جارج ہسپتال۔ لکھنؤ

۲۹ر جنوری سنہ ۱۹۴۲ء

میری جان! پھر آج پورے چار دن گذر گئے اور تمہارا کوئی خط نہیں آیا۔ کل تو خیر عشرہ تھا اور چھٹی۔ لیکن پرسوں تو سی۔ آئی۔ ڈی کے صاحب ایک اور خط لے کر میرے پاس آئے تھے، اگر تمہارا خط آیا ہوتا تو آتے۔ اُمید ہے کہ تم، نجمہ اور سب لوگ وہاں بخیریت ہونگے بہرحال خط اتنے دنوں تک نہیں آتا تو گھبراہٹ ہوتی ہے، تمہارے خط کے انتظار میں مجھے بھی معمول سے زیادہ دیر ہو جاتی ہے، دو دن تک انتظار رہا کہ تمہارا خط آجائے تو لکھوں۔ لیکن آج جمعرات ہو گئی اور میں نے ہفتے کا پہلا خط بھی نہیں بھیجا، اب دوسرا دو دن بعد یعنی سنیچر کو لکھوں گا۔

میری حالت میں اس درمیان میں کوئی خاص فرق نہیں ہوا ہے، ہاں اس ہفتے وزن گھٹا نہیں بلکہ جو پہلے ہفتے تھا اتنا ہی ہے،

تھوڑی تھوڑی کھانسی آتی ہے، گلے اور ناک کا علاج ہو رہا ہے، بخار نہیں ہے، ڈاکٹر ماتھر صاحب ابھی ابھی دیکھ کر گئے ہیں، پرسوں میرے پاس گورنمنٹ آف انڈیا سے ایک خط پہنچا ہے کہ چونکہ گورنمنٹ ہم لوگوں کے حالات اور معاملات پر نظرِ ثانی کرنے والی ہے، لہٰذا اگر مجھے اس سلسلے میں کچھ کہنا ہو تو کہہ دوں۔ میں نے آج اُس کا جواب دے دیا ہے میں نے اپنی باتوں میں منجملہ اور باتوں کے یہ بھی لکھا ہے کہ جنگ کی موجودہ صورت میں اس کی کسی قسم کی مخالفت کو میں غلط سمجھتا ہوں۔ بلکہ میں تو فاشسٹ قوتوں کی مکمل شکست کا خواہشمند ہوں کہ ایک آزاد ہندوستان پوری طرح سے فاشزم کو شکست دینے کے لئے جنگ میں حصّہ لے، لیکن میں کسی قسم کی سیاسی انڈر ٹیکنگ دینے کے لئے کسی بھی صورت کے تحت میں تیار نہیں ہوں۔ دیکھیں اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔

تمہارے خط جب کئی دن تک نہیں آتے تو دل کو بہت پریشانی ہوتی ہے، اور طرح طرح کے متوحش کرنے والے خیالات سر میں چکر لگایا کرتے ہیں؛ دن کو اور جاگتے وقت تو خیر میں لکھنے پڑھنے میں صرف کر دیتا ہوں، لیکن رات کو نیم بیداری کی حالت میں لاشعور دماغ پر حاوی ہو جاتا ہے اور دل میں عجیب عجیب قسم کی اُلجھن محسوس ہوتی ہے۔ صرف نیند اس کیفیت سے نجات دے کر میری رُوح کو بالکل بے حس ہو جانے کا موقع دیتی ہے، ایسی بے حسی جو

رنج اور خوشی دونوں سے پرے لے جاتی ہے۔

تم نے شاید سُنا ہوگا کہ علیم صاحب آگرہ سنٹرل جیل سے رِہا کردئے گئے۔ بڑی خوشی ہوئی، اِن کے یہاں بھی ایک لڑکی، ان کے جیل جانے کے کچھ ہی مہینوں بعد پیدا ہوئی تھی، یہاں کا موسم بسنت کے بعد بہت معتدل ہو گیا تھا بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بدل ہی گیا ہے، لیکن پرسوں اور کل خوب بادل گھِر آئے اور بارش ہوئی اور ٹھنڈک بڑھ گئی، آج صبح بہت کُہرہ تھا لیکن اب بارہ بجے کے قریب دھوپ نِکل آئی ہے، سردی کم ہوگئی ہے۔

آج ڈاکٹر عمار صاحب بھی مجھے دیکھنے آئے اور میرے لئے پانچ بڑے بڑے گلابی رنگ کے گلابوں کا تحفہ لائے، جو اس وقت میرے سامنے ہے ہائے میری جان! تم بھی کیوں نہیں میرے ساتھ انہیں دیکھنے یہاں موجود ہو یا اگر شاید تم موجود ہوتیں تو پھر ان بیچاروں کی طرف کون دیکھتا۔ تمہاری پیاری سلونی، صورت کے سامنے یہ کیسے پھیکے اور بے جان لگتے!

اچھّا بھئی سچ بتاؤ مجھ سے محبت کرتی ہو یا نہیں، یا صرف مجھے بہلا رہی ہو، اگر سچّی ہوتیں تو پھر میں اتنے دن سے بیمار پڑا ہوں دیکھنے بھی نہ آتیں اور اجمیر جانے کی اتنی جلدی تھی کہ ایک ہفتہ بھی لکھنؤ میں ٹھہرنا گوارا نہ تھا۔ نجمہ کو میری طرف سے بہت پیار کرنا

تمھارا

بنّے

کنگ جارج ہسپتال۔ لکھنؤ

۳۰ر جنوری سنہ ۱۹۴۲ء

میری جان، پیاری، سب کچھ، پرسوں میں نے تمہیں ایک بُرا سا خط لکھا تھا اس کی معافی مانگتا ہوں اور یہ اس کی تلافی ہے، کل مجھے تمہارے چار خط ملے، اور ایک آج ۲۷ر جنوری کا لکھا۔ تم تو لکھتی رہیں مگر انتظام گڑبڑ تھا۔ شاید مُحرّم کی چھٹیوں کی وجہ سے اور آج کتنی جلدی مِل گیا۔ تین دن کے اندر اندر اور صرف یہی نہیں بلکہ ان خطوں میں خبر کیسی اچھّی ہے، دنیا کی سب خبروں سے اچھی، تو تم دراصل آرہی ہو؟ تین خطوں میں متواتر ذکر تھا، اس لئے مجھے یقین سا ہونے لگا، لیکن اگر مگر ابھی تک باقی ہے۔ کیا عجب کہ .... بھئی دودھ کا جلا چھاچھ پھُونک پھُونک کر پیتا ہے، اور ایک بات اور ہے، یہ سنجیدگی سے لکھ رہا ہوں، خوب غور کر کے فیصلہ کرنا اور ذمّہ داری فیصلے کی تمہاری ہوگی، اور وہ یہ ہے کہ یہاں میری غیر موجودگی میں وزیر منزل میں تم کو

اور بچّی کو تکلیف ضرور ہو گی، اور جو کچھ بھی میں یہاں پڑے پڑے کروں بہت سی باتیں ایسی ہیں جن پر مجھ کو قابو نہیں۔ اس لئے اگر تمہارا جی چاہے تو آنا کچھ دن کے لئے اور ملتوی کر دو۔ میرا خیال ہے کہ معاملات کی صورت کچھ ایسی ہو رہی ہے کہ عجب نہیں، میں کچھ دنوں میں چھوڑ دیا جاؤں۔ اب تم اگر آؤ گی تو دونوں باتیں ہیں، ممکن ہے کہ وزیر منزل میں تمہیں بہت تھوڑے ہی دن اکیلا رہنا پڑے، اور اس صورت میں آجانے میں کوئی حرج نہیں، دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مجھے چھوٹنے میں تھوڑا ہی عرصہ ہے تو میں خود وہاں آکر تم کو یہاں لا سکتا ہوں اور پھر اس کے بعد اپنا علاج وغیرہ کر سکتا ہوں اب تم جیسا مناسب سمجھو دیا کرو۔ اگر تم اس وقت آجاتی ہو تو ظاہر ہے مجھے بے انتہا خوشی ہو گی، اور اگر یہ طے کرتی ہو، خاص طور پر نجمہ کا خیال کر کے کہ کچھ دن اور نہ آؤ تب بھی مجھے کوئی شکایت نہ ہو گی اس میں تم ڈیڈی سے بھی رائے لے لینا۔

مجھے افسوس ہے کہ گذشتہ دو مہینے سے تمہیں خرچ نہیں بھیجا گیا، ہاں اگر بابا کو ہی یہاں کا خرچ دینا ہوا تب تو خیر۔ لیکن ابھی یہ بالکل طے نہیں ہوا ہے۔ میں نے گورنمنٹ کو درخواست دی ہے کہ اُسے میری بیماری کے اخراجات برداشت کرنے چاہئیں، کیونکہ اوستھی جی وغیرہ جب بیمار ہو کر ہسپتال آئے تھے تو گورنمنٹ ہی نے خرچ ادا کیا، بہرحال آج کل کے اخراجات تو گورنمنٹ ہی کو برداشت

کرنے ہوں گے۔ اس لئے کہ میں نے لکھ کر ان کو اطلاع دیدی ہے۔

بھئی سچی بات تو یہ ہے کہ اب بغیر تم سے ملے دل کو چین نہیں ہے اور تم ہو کہ ٹال مٹول لگائے ہوئے ہو! آخر بات کیا؟ کیا دراصل اتنے دنوں میں بھول بھال گئی ہو۔ تمہارے خط پڑھتا ہوں تب تو یقین آجاتا ہے کہ مجھ کو چاہتی ہو، لیکن ہر وقت تو پڑھ نہیں سکتا اس وقت کا کیا کروں۔ امّید ہے کہ محرّم میں تم زیادہ روئی دھوئی نہ ہوں گی۔ اور نجمہ بیگم کی ذمّہ داریوں نے تم کو "گریہ و بکا" کے فرائض سالانہ سے بچالیا ہو گا، یا اس کو بھی وہی عادتیں سکھانا شروع کردیں، مرچوں کی طرح! اور آپ بڑے فخر سے اس کو بیان بھی کرتی ہیں، اس کا معدہ اور کانسٹی ٹیوشن ابھی سے خراب کررہی ہیں، تاکہ اپنی طرح وہ بھی ہر روز پیٹ میں درد لے کر لیٹے، اور ہر ہفتے نزلے اور بخار کا شکار رہو، کیوں؟ ۔ اچھی بات ہے خوب مرچیں کھاؤ اور کھلاؤ۔ اب تو تھوڑے ہی دن کی بات ہے، پھر تو میں آکر ماں بیٹی کی عادتیں درست ہی کردوں گا۔

اُفوہ! پیاری یہاں کس قدر تنہائی ہے، اتنے بڑے مجمع اور شہر کے بیچ میں بھی قید، پابندی، رُکاوٹ، ہل نہیں سکتے، بات نہیں کرسکتے، ادھر نہیں آسکتے، اُدھر نہیں جا سکتے۔ تین دن ہوئے نقوی صاحب آئے تھے جو سی آئی ڈی کے کپتان ہیں (چودھری محمد علی کے داماد) مجھے اپنے گھر لے گئے، وہاں ہی کھانا کھایا، ریڈیو سُنا،

بڑی دیر تک ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا۔ عجیب قسم کا سِن سیشن تھا، ریڈیو کا گانا سُن کر جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی، اور ڈرائنگ روم میں آگ جلا کر بیٹھنا، نسبتاً آزادی سے کیسا اچھا، دل خوش کُن احساس تھا۔ نقوی صاحب تو پولیس سے فوج میں چلے گئے اور تھوڑے دنوں میں میجر کے عہدے پر فائز ہو کر ایران جارہے ہیں، مجھے رشک ہوا! اُن کے یہاں ابھی حال میں ایک لڑکی بھی اور ہوئی ہے، اس لئے ان کی بیوی سے ملاقات نہ ہو سکی، بیچاری زچہ خانے میں تھیں، مجھے تم یاد آگئیں اور وہ زمانہ جب میں دل و جان سے چاہتا تھا کہ تمہارے نزدیک ہوں اور گورنمنٹ نے پیرول کی درخواست نامنظور کردی تھی کیسے بُرے دن تھے وہ جب چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا، بھئی کیسا اچھا ہو اگر کوئی سمجھوتہ ہو جائے، نیشنل گورنمنٹ قسم کا اور پھر ہم سب مل کر کوئی تعمیری کام کریں، لکھیں، پڑھیں — اور محبت پریم وغیرہ کی قسم کی چیزوں میں عملی ریسرچ کریں۔

یہاں کا موسم دو دن کے لئے بُرا ہو کر کل سے پھر اچھا ہو گیا۔ آسمان پر بس یوں ہی سے کچھ ابر کے ٹکڑے تھے، دن بھر دھوپ رہی، گرما گرم چمکیلی دھوپ، میں کچھ دیر آرام کرسی پر پڑا اونگھا! تم اس پر رشک کرتی ہو؟ پھر کمرے کے اندر آکر میز پر بیٹھ کر لکھتا رہا ایک چیز لکھ رہا ہوں، تم آکر دیکھنا، شاید تمہیں پسند آجائے۔

اس وقت رات کے کوئی آٹھ بجے ہیں، میں کھانا کھا کر ابھی برآمدہ کے سامنے کھلے ٹریس پر نکلا، تو دیکھا سفید چاندنی چٹکی ہے، اور چاند بڑی شان سے دمک رہا ہے۔ ہوا ٹھنڈی ہے لیکن کچھ بہار کا جادو لئے ہوئے۔ ذرا نرمی ہے اور دھیما پن، دل کو بری طرح مسوس گئی، اور تمہاری یاد لائی، دیکھیں اب کی بہار ہماری کیسی گذرتی ہے، ہم تو چاہتے ہیں کہ یا بہار نہ آئے۔ یا اگر آئے تو پھر ہم نظر بند نہ ہوں۔ یہ تو بڑا ظلم ہے کہ فطرت دل میں ایسے ہیجان بھی برپا کرے۔ ایسی خلش، ایسی بے کلی، اور پھر اس کے ساتھ بے بسی، تنہائی، بیچارگی۔ نہ مے، نہ مطرب، نہ معشوق، خالی ہسپتال کا گلزار، اکیلے ہم اور پولیس کا پہرہ!

ارے سجاد میاں بڑے ہیں یا امداد میاں؟ لو بھئی میں ابتک امداد کو بڑا سمجھا کیا۔ تم نے مجھ کو کبھی ٹھیک بتایا کیوں نہیں، اور بھئی تم مجھ سے اپنے بڑے بھائی کے متعلق خفا نہ ہو۔ میں اس سے بے حد گھبراتا ہوں، یعنی تمہاری خفگی سے۔ اور آپنے جو یہ نیک ارادہ کیا ہے کہ مجھ سے کبھی لڑیں گی نہیں اور روٹھیں گی نہیں (تم نے تو روٹھنے کے متعلق لکھا نہیں تھا مگر میں نے تمہارا منشا سمجھ کر اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے) تو اس نیک ارادہ پر قائم رہنے کی خدا آپ کو توفیق دے۔ آمین۔ ذرا میرا سن جوں جوں بڑھتا جارہا ہے، مزاج میں تشکیک کا مادّہ زیادہ اور تیقّن کا کم ہوتا جارہا ہے۔ اور بھئی مجھے

تو در اصل لڑائی سے کوفت نہیں ہوتی۔ وہ بیویاں جو مُنہ پُھلا کر گُھنّی بنی بیٹھی بیٹھی کبھی کبھی ایک دو جلے کٹے فقرے سُناتی ہیں، اُن سے اللہ ہر مرد کو نجات دے۔

ممی بھی کیا آرہی ہیں؟ بھئی ان کو تکلیف دیتے مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے۔ تم میری طرف سے آداب عرض کرنا اور کہنا کہ کیوں زحمت برداشت کرتی ہیں، میں خود اجمیر آجاؤں گا، اور اب انشاء اللہ زیادہ دیر بھی نہ ہوگی، ہاں لیکن اگر اسی سلسلے میں بیٹوں کی نسبت ڈھونڈنا ہے تو اور بات ہے، ایسے مُبارک کام سے میں کیوں انہیں روکوں بلکہ میں تو اُن کی جگہ ہوتا تو جلدی جلدی تین میاں اور سجاد میاں کی شادی کر دیتا، اب انتظار کاہے کا ہے آخر؟ لکھ پڑھ چکے، نوکر ہو چکے، شادی کی عمر ہے، اور وہ خود کیا کہتے ہیں حضرت جی تو چاہتا ہوگا مگر کہتے ہوئے جھینپتے ہوں گے، تم سے تو صاف کہتے ہی ہوں گے۔ تم معلوم نہیں کیسی بہن ہو، ہماری بہنیں تو بن بیاہے بھائیوں کو دیکھ کر ایسا اودھم شادی کے لئے مچاتی رہتی تھیں کہ خدا کی پناہ! اور میری شادی میں تو بی.بی سدّن نے باجی کی جگہ لے لی تھی، اور رات دن اجمیر خطوط بھجوانے کے لئے مُصر رہتی تھیں، اور میری اگر مگر کا کوئی نوٹس ہی نہیں لیتی تھیں، اس وقت وہ الہ آباد میں رہتی تھیں نا؟ سدّن کا بچہ بہت پیارا ہے، خوب موٹا تازہ مضبوط۔ آج کل لکھنؤ ہی میں ہے، ہاں ننّے میاں کے

بچّے کا بہت افسوس ہُوا - میں تو تم کو خود ہی لکھنے والا تھا، مگر خط لکھتے وقت بُھول جاتا تھا، اور بات ہی کون سی تھی، تم نے اچھا کیا کہ بتول بی بی کو لکھ دیا تھا۔ آج معلوم نہیں کیوں کلکتہ یاد آرہا ہے، یہاں پاس کے کمرے میں ایک مریض آئے ہیں جو ریلوے کے افسر ہیں اور کلکتہ میں ملازم ہیں وہاں اب سڑکیں اندھیری رہتی ہیں، رات کو خیال کرو، وہ جگمگاتی ہوئی چورنگی اور تاریک! سڑکوں کے کنارے خندقیں کھدی ہیں بمباری کا خطرہ ہے اور اس سے بچنے کے تمام انتظامات، بھئی تو ہر جگہ کی تباہی کا خیال کر کے رنج ہوتا ہے. مگر کلکتہ تو ہماری محبّت بھری رسیلی راتوں کی یاد کا شہر ہے، خدا کرے بچ جائے اور یہ کم بخت جاپانی بڑھنے نہ پائیں،

تم اتنی پیاری کیوں ہو؟ میرے دل میں ڈیرا کیوں جمایا ہے؟ مجھے تم سے اتنی محبّت کیوں ہے؟ تمہاری آنکھیں بار بار یاد کیوں آتی ہیں؟ ان سب سوالوں کے مفصل مع تمام حوالوں کے جواب دو۔

تمھارا

بنّے

کنگ جارج ہسپتال۔ لکھنؤ

۳ ؍فروری ۱۹۴۲ء

میری جان! کل تمہارا ایک خط ۲۹؍جنوری کا لکھا، مجھے ملا، بہت پریشان اور مختصر سا تھا، میرا خط نہ ملنے کی وجہ سے! لیکن اُس خط کے لکھنے کے بعد ہی تم کو میرا خط بھی مل گیا ہو گا۔ دراصل مجھے بھی لکھنے میں دو دن کی دیر ہو گئی تھی۔ اس لئے کہ محرّم کی وجہ سے تمہارے خط مجھے دیر میں ملے تھے۔ اب پھر انتظام ٹھیک ہو گیا ہے، اور امید ہے کہ اب کسی قسم کی گڑبڑ نہ ہوگی، بہرحال میں اپنے وقت پر برابر تم کو لکھتا رہوں گا۔

میری صحت کا یہ حال ہے کہ ابھی تک گورنمنٹ سے آپریشن اور علاج کہاں پر ہو، اس کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ اس لئے یہاں جو ناک گلے وغیرہ کا علاج ہو رہا تھا وہ جاری رہے گا، اور اس سے مجھے فائدہ بھی ہے، دو ہفتے سے وزن بھی اسٹیشنری ہے،

گھٹا بڑھا نہیں، بہر حال تم پریشان نہ ہو، علاج ہیں دیر تو شاید لگے گی لیکن بہترین حالات میں ہو رہا ہے۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ اچھا نہ ہو جاؤں۔

یہاں کا موسم بھی بے حد خوشگوار ہو گیا ہے، در اصل بہار آگئی ہے، دھوپ میں اب کافی تمازت ہوتی ہے، صبح کو بڑی خوش گوار ٹھنڈک اور راتیں سرد اور سہاؤنی، تمام فصل کے پھول گذشتہ ہفتوں کی بارش سے فائدہ اُٹھا کر اب گرمی میں کھلتے جا رہے ہیں، اور پھولوں کے تختے رفتہ رفتہ بھرتے جا رہے ہیں، اس مہینے کے ختم تک پھول ہی پھول ہوں گے' اور یہاں کے باغ کے پیڑوں پر، جب شام کو ٹہلنے جاتا ہوں' تو اتنی سُریلی چڑیوں کی آوازیں سنتا ہوں، چھوٹی چھوٹی بلبلیں تو بے شمار ہوتی ہیں، اور شاما بھی اور کچھ اور چڑیاں جن کے نام مجھے نہیں آتے، کالج کے باغ کے آخری کنارے سے' جو میری حد ہے، دریا نظر آتا ہے، جس کے کناروں پر لکھنؤ کے بے فکرے' غول کے غول، کھڑے پتنگ اُڑاتے رہتے ہیں، یاد ہے تمہیں جہاں ایک بار ہم لوگوں نے موٹر روک کر دسمبر ۱۹۳۹ء میں پتنگ کا میچ دیکھا تھا۔ اور میں کالج کے خوبصورت لان پر اکیلا اِدھر اُدھر ٹہلتا رہتا ہوں، ساتھ ساتھ میرا پولیس والا بھی ہوتا ہے، اور تم کتنا یاد آتی ہو، اور وہ دن جب ہم تم ایک ساتھ اور اسی دریا کے کنارے اکیلے موٹر پہ

ڈرائیو کے لئے جایا کرتے تھے، لیکن یہ یادیں کبھی کبھی کتنی تکلیف دیتی ہیں جتنی اچھی ہوتی ہیں، اتنی ہی زیادہ اپنی محرومی کا احساس ہوتا ہے، انسان صرف یادوں پر زندہ رہتے رہتے کس قدر بیکار ہو جاتا ہے. اسی وجہ سے میں جس فلسفہ کا قائل ہوں اس میں پیہم عمل ہے، اور نت نئے تجربوں پر ایک مکمل زندگی ——— جو کبھی مکمل نہیں ہوتی ——— کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

تین چار دن ہوئے ننّے بھیّا ملنے آئے تھے، اُن سے میں نے تمہارا سامان اور کمروں کی صفائی کے بارے میں کہہ دیا ہے، سامان تو تمہارا اوپر رکھ دیا جائے گا، لیکن صفائی اگر ابھی سے ہو گی تو دس بارہ دن میں پھر وہی حال ہو جائے گا۔ مجھے معلوم ہوا کہ کمرے اچھی حالت میں ہیں، پارسال شاید ان میں سفیدی بھی ہوئی تھی، جب تمہارا قطعی خط آنے کی تاریخ کے بارے میں آجائے گا تو صفائی کرادی جائے گی، تم اپنے آنے کے بارے میں وزیر منزل براہ راست اطلاع بھیجنا (علاوہ مجھے خبر کرنے کے) مجھے تو تمہارا خط دیر میں ملے گا اور میں وہاں کہلوا بھی نہیں سکوں گا۔

نجمہ کیسی ہے؟ جب سے دانتوں کا مرحلہ طے ہو گیا ہے تب سے غالباً اس کی طبیعت خراب نہیں ہوئی ہے، اور اب تو موسم بھی معتدل ہو گیا ہے، امید ہے کہ وہ جلد ہی مضبوط ہو جائیگی

اب تو اسے دیکھنے کو طبیعت بے حد چاہتی ہے، خاص طور پر تم، جو اس کی شرارتوں کے بارے میں لکھتی ہو تو اس کی وجہ سے وہ کافی تیز اور ذہین معلوم ہوتی ہے، اور صورت اب کیسی ہے، تم نے گذشتہ ہفتے میرا خط پاکر یہاں آنے کے متعلق کیا طے کیا، کل وہ خط تمہیں مل گیا ہوگا، میں اس لئے یہ اُمّید کر رہا ہوں کہ پرسوں تک اس کا جواب مجھے مل جائے گا۔ اور یہ بھی اُمّید کر رہا ہوں کہ تم یہاں آنے کا ہی فیصلہ کرو۔ خاص طور پر جب میں سب سے کہہ چکا ہوں کہ تم آرہی ہو اور مجھے خود بھی کافی بے چینی ہو رہی ہے۔

اور تم خود کیسی ہو؟ یہ اچھا معلوم ہو گیا کہ تم میرے اس پوچھنے سے چڑھتی ہو، تو اچھی بات ہے، اب ہر خط میں خیال کر کے پوچھ لیا کروں گا۔ آخر یہ خفگی کیوں؟ کیا مجھے یہ معلوم کرنے کا بھی حق نہیں کہ جناب کی طبیعت کیسی ہے، اس قدر مغائرت! اچھا سچ بتاؤ کہ کیسی ہو، درد کی تو اب شکایت نہیں، بھئی میں نے تو یہاں اپنے سامنے کئی کیس اپنڈکس کے آپریشن کے دیکھے، ڈاکٹر ماتھر جو میرے معالج ہیں اور ڈاکٹر نگم، یہاں ایسے بڑے ماہر ہیں کہ دس بارہ دن کے اندر مریض بھلا چنگا ہو کر گھر چلا جاتا ہے، اگر یہ طے ہو جائے کہ تم کو اپنڈکس ہی ہے، تو اب کی جاڑوں میں اُسے ضرور بالضرور نکلوا لینا

چاہیئے، یہ ہر گھڑی کا خطرہ بڑی مصیبت کی چیز ہے، نہ کوئی سفر کر سکتے ہیں، نہ اور کسی قسم کا کوئی رِسک لے سکتے ہیں، اور پھر جب درد نہ بھی ہو تب بھی صحت یونہی سی رہتی ہے، میرے کمرے کے برابر ایک سکھ صاحب آکر ٹھہرے ہیں جو ریلوے کے کوئی بڑے افسر ہیں، اُن کا بھی آپریشن اپنڈکس کا ہونے والا ہے۔

تمہارا یہ فیصلہ کہ مجھ سے لڑو گی نہیں، اور چڑھو گی نہیں کیا میرے اوپر بھی عائد ہوتا ہے کہ تم سے لڑوں نہیں اور تم کو چھیڑوں نہیں، میں تو جتنا زیادہ غور کرتا ہوں آپ کے فیصلے کو ناقابلِ عمل پاتا ہوں، یہ تو ٹھیک ہے کہ سچ مچ کا لڑنا اور چڑھنا بُرا ہوتا ہے۔ لیکن فرض کرو کہ میں تمہارے مرچیں کھانے کے بارے میں تم سے لڑوں یا تم اس بات پر اڑ جاؤ کہ میں نے جو جیل میں تہبند باندھنے کی عادت سیکھ لی ہے وہ بالکل مہمل ہے اُسے چھوڑ دیا جائے، یا تم کہو کہ بچہ کو مذہبی تعلیم دی جائے اور میں کہوں کہ نہیں یہ بالکل غیر ضروری ہے یا تم کہو کہ ساری باندھیں گے اور میں کہوں کہ نہیں چوڑی دار پاجامہ پہنو، اور ایسی ہی بے شمار باتیں تو اِن کے بارے میں لڑنا جھگڑنا کیوں بُرا ہے! اور میں تو بھئی اپنے جدامجد حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق عمل کرونگا

یعنی یہ کہ ہر مُعاملے میں عورت کی رائے لو اور وہ جو رائے دے اُسکے خلاف کرو !!

پیاری جلد لکھ بھیجو کہ کب آرہی ہو، میرا دل بے حد بے چین ہے، اور جب سے صحت گڑبڑ ہوئی ہے، تب سے خاص طور پہ ہر گھڑی تم ہی یاد آتی ہو، لیکن تم پر کچھ اثر ہی نہیں ہوتا۔

بہت سا پیار، اور محبّت اور شوق

تمھارا

بنّے

کنگ جارج ہسپتال۔ لکھنؤ

۴ر فروری ۱۹۴۲ء

میری جان! پیاری، تو پھر تم بخار لے کر لیٹ گئیں، یہ تمھاری اس قدر بُری عادت ہے، کوئی ہفتہ ایسا بھی گذرتا ہے کہ بیمار نہ پڑو، ڈاکٹر کیا کہتے ہیں، آخر کیا بات ہے؟ ملیریا، نزلہ، انفلوئنزا، پیٹ کا درد، یہ سب آخر تمہیں ہی کیوں آ کر گھیرتے ہیں، میری ہی بیماری کیا کم تھی کہ تم بھی بیمار ہو گئیں، خدا کرے اس خط کے پہنچنے تک اچھی ہو چکی ہو، اور اس کی وجہ سے تمہارا یہاں آنے کا پروگرام فسخ نہ ہو، تمہارے آخری خط سے تو مجھے تمہارے آنے کے آثار ذرا کم ہی معلوم ہوتے ہیں، دیکھیں کیا ہوتا ہے!

آج میں نے اخبار میں دیکھا کہ بابا کسی مقدمہ میں لکھنؤ آئے ہیں اور آج شاید یہیں ہیں، لیکن اس ہفتے تو کئی ملاقاتیں مجھ سے اور لوگ کر چکے ہیں، اس لئے ممکن ہے انہیں مجھ سے ملنے کی اجازت

نہ ملے۔ ممکن ہے کہ وہ بچّی کا جھولا اپنے ساتھ لائے ہوں، اگر تم نے الہ آباد لکھ دیا ہوگا، میں معلوم کر کے تمہیں لکھ دوں گا۔ تمہارے خط کے مطابق تو یہ خط شاید تم کو نہ مل پائے۔ کیونکہ اس وقت تک تم وہاں سے چل چکو گی۔ لیکن چونکہ تم نے ابھی اس بات کو مشکوک رکھا ہے، لہٰذا یہ بھیج رہا ہوں۔

میری جان۔ تم نے میرے لئے کیا بنایا ہے؟ میرے پیٹ میں تو ابھی سے چوہے کودنے لگے مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا ہوگا۔ میرے پاس تمہاری بنائی ہوئی کوئی چیز ہے بھی نہیں، اور تصویر بھیجنے سے تو تم برابر انکار ہی کرتی رہیں، حالانکہ کچھ تصویریں میرے پاس تھیں جو الہ آباد چھوٹ گئی تھیں، انھیں بھی ڈھونڈھ کر نہیں بھیجا۔ ہاں یہاں تصویر کھنچوانے کا خیال اچھا ہے، لیکن میرے خیال میں اجازت نہیں ملے گی، تم کو تو میری تیمارداری کے لئے اجازت ملے گی۔ تصویر والے کو میرے پاس کیوں آنے دیا جائے گا، اور پھر قیدی کی تصویر یوں بھی کھینچنا خلاف قاعدہ ہے، بہرحال اگر اس وقت نہ سہی تو پھر چھوٹنے کے بعد ہم تینوں مل کر کھنچوائیں گے۔

اب یہاں پر جیل کے وارڈروں کا پہرہ ہٹا کر براہِ راست پولیس کا پہرہ ہے، اس لئے براہِ مہربانی اس خط کے ملنے کے بعد تم مجھ کو مندرجۂ ذیل پتے پر خط بھیجتی رہو۔ یہاں سے پولیس

والے سنسر کو لے جائیں گے اور شاید مجھے اسی دن مل جائے گا۔ اب میں بھی جو خط تم کو بھیجتا ہوں وہ براہِ راست پولیس سنسر کے پاس ہی بھیجتا ہوں۔ لہٰذا اب جیل کے پتے پر مت بھیجنا، اگر یہاں سے پھر جیل ہی واپس جانا ہوا تو پھر لکھ دوں گا، لیکن ابھی اس بات کے کوئی آثار نہیں ہیں، میرا ٹریٹمنٹ ہو رہا ہے، اور ابھی گورنمنٹ سے آپریشن وغیرہ کی اجازت اور یہاں کے اخراجات کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔

اِدھر دو ہفتے سے میرا وزن اسٹیشنری ہے، دیکھیں اب آئندہ کیسا رہتا ہے، میری کھانسی کو تو بہت افاقہ ہے بہرحال تم پریشان مت ہو، علاج تو اچھا ہو رہا ہے، اور اگر یہاں سے پھر جیل میں نہ ٹھونس دیا گیا، تو چند مہینوں میں شاید یہ معاملہ رفع دفع ہو جائے گا۔ مگر یہ "احتیاط" کتنی بُری چیز ہوتی ہے، خاص طور پر ایک جوان آدمی کے لئے، اور ہر وقت ایک بُری بیماری کے نازل ہو جانے کا خطرہ، اس دو سال میں مٹی بہت پھانکنی پڑی، کبھی اوپر چھت کی، کبھی ہوا کے ساتھ، کبھی فرش کی ـــــ اور میرے لگائے ہوئے سب پھول اور سبزہ بھی مجھے بچا نہ سکے!

جان! یہ فیضؔ کے نقشِ فریادی کی بعض نظمیں تو بہت ہی اچھی ہیں، بار بار پڑھتا ہوں، پھر بھی دل نہیں بھرتا، اور بس

یہ دل چاہتا ہے کہ تم ہوتیں اور ہم تم دونوں اسے ساتھ پڑھتے، کبھی تم پڑھتیں میں سنتا، اور کبھی میں پڑھتا تم سنتیں، سُنو؟ ؎

کئی بار اس کا دامن بھر دیا حُسنِ دو عالم سے
مگر دل ہے کہ اس کی خانہ ویرانی نہیں جاتی
کئی بار اس کی خاطر ذرّے ذرّے کا جگر چیرا
مگر یہ چشمِ حیراں جس کی حیرانی نہیں جاتی!

ارے ہاں! ایک بار میں وہ ترجمہ پڑھ رہا تھا جو تم نے میری "لندن کی ایک رات" کا کیا ہے، تو اس کے ایک صفحے پر تمہارے ہاتھ کے لکھے ہوئے بہزاد (وہی حضرت جو ریڈیو پر لغت پڑھتے ہیں) لکھنوی کے چار پانچ شعر تھے۔ جیل میں اتفاق سے اِن حضرت کا دیوان مل گیا اور میں نے سب کا سب پڑھ ڈالا۔ کچھ عجیب اتفاق ہے کہ سارے دیوان میں سب خرافات بھرا تھا سوائے اُن ہی چند اشعار کے جو تم نے لکھے تھے، اس وقت ایک ہی مصرعہ یاد آ رہا ہے:۔

طبیعت اور ویراں اور ویراں ہوتی جاتی ہے

تمہیں یاد ہے؟

بھئی مجھے تو شک ہوتا ہے کہ تم میرے خط پڑھتی بھی ہو، یا یوں ہی اُچٹتی سی نظر ڈال کر پھاڑ پھوڑ کر پھینک دیتی ہو، ردّی کی ٹوکری میں، اس لئے کہ سوائے میری صحت کے بارے میں، اور جو کچھ بھی میں لکھتا ہوں اس میں سے بہت کم باتوں کے متعلق

تمہارے خطوں میں رفرنس ہوتا ہے۔ مجھے کبھی کبھی خیال ہوتا ہے کہ شاید میرے خط بہت "ڈل" ہوتے ہیں، اور اس وجہ سے تمہیں اُن میں کوئی دلچسپ بات نظر نہیں آتی۔ اگر ایسا ہے تو مجھے کوئی تعجب نہ ہوگا، اس لئے کہ جیل میں بیٹھے مزاج میں کوئی تیزی اور روانی اور تازگی تو باقی نہیں رہ جاتی۔ یا پھر یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی میں لکھتا ہوں اُس سے تم "اری ٹیٹ" ہو جاتی ہو اور اپنے آج کل کے ارادے کے مطابق غصہ کا اظہار تو کرتی نہیں ہو لہذا خاموشی اختیار کرتی ہو، سچ بتاؤ کیا بات ہے؟

خوب! تو آپ چاہتی ہیں کہ میں نجمہ کی تربیت کے بارے میں آپ کو کچھ نہ لکھا کروں، بہت اچھا۔ میں خود اس میدان اور اس فن میں قطعی اناڑی اور ناواقف ہوں، اور آپ کی طرح کے ماہرین فن کو سکھا بھی کیا سکتا ہوں۔ اور وہ بھی خط کے ذریعہ! میں نے تو صرف ایک دوسرے ماہر کی رائے لکھی تھی جو لکھنؤ میں بچوں کے سب سے بڑے ڈاکٹر ہیں۔ لیکن بھئی اور تو جو کچھ ہو سو ہو، مرچیں کھانے کی عادت تو ماں اور صاحبزادی کی، بہت دن تک باقی نہیں رہ سکتی۔ اب تھوڑے دن جتنا چاہیں کھالیں، آخر میں یہاں ہمیشہ تھوڑا ہی بند رہوں گا۔ پھر تو اس معاملے میں میری تربیت، برداشت ہی کرنی پڑے گی آپ دونوں صاحبوں کو، ورنہ پھر "خانہ جنگی" کی تیاری شروع کر دیجئے! اور لوگ کہتے ہیں کہ

سول وار، غیر ملکی وار سے ہمیشہ زیادہ سخت ہوتی ہے اور زیادہ جوش سے لڑی جاتی ہے!

میری جان ایک بات کہوں! خفا تو نہ ہو گی۔ جب تمہارے کسی خط میں لکھا ہوتا ہے کہ میرا خط دیر میں ملا، جیسے اب کی اتفاق سے دیر ہو گئی اور اس کی وجہ سے تمہیں پریشانی ہوئی تو پھر تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے، کیوں؟ اس لئے کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں دراصل میری فکر ہے، اور تم دراصل مجھ کو تھوڑا بہت چاہتی ہو، جبھی تو میرا خط نہ پانے سے گھبرائیں، ورنہ کیوں گھبراتیں؟ میں جانتا ہوں یہ ایک ..... ایسا مہمل جذبہ ہے اور لغو قسم کا، لیکن محبّت میں آدمی اسی قسم کی حماقت کی باتیں کرنے لگتا ہے، اور سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے تم سے بہت ہی محبّت ہے، بہت، تم مجھے کتنی اچھی لگتی ہو یہ کیسے لکھوں اور دل میں بس اب یہی خواہش ہے کہ ہمیں ایک بار اپنی زندگی نئے سرے سے ایک ساتھ تعمیر کرنے کا موقع ملتا، تاکہ ہم اس محبّت کو کسی بلند، پاکیزہ، حسین شکل میں مجسم کر سکتے، دیکھیں ہمارے یہ خواب کبھی سچ بھی ہوں گے، یا پھر تخریب کے دیوتا ہماری امیدوں کے گھر کو ڈھا دیں گے؟

پیاری! آج تمہارے دو خط ۳۰ اور ۳۱ کے' ایک ساتھ ملے' اس لئے میں گزشتہ ہفتے کی دیر کی تلافی میں اس خط کو دو دن پہلے وقت سے، بھیج رہا ہوں، یعنی یوں سنیچر کو جاتا اور اب جمعرات

ہی کو بھیج رہا ہوں، اس وجہ سے تمہیں اگلا خط دیر میں ملے گا کیونکہ ہفتے کے بعد ہی لکھ سکوں گا۔ اور کیا عجب کہ لکھنے کی ضرورت ہی نہ پڑے، حالانکہ اب میرے دل میں تمہارے آنے کا اکسائٹمنٹ آج کے خط کے بعد، گذشتہ باروں کی طرح، رفتہ رفتہ مایوسی سے بدلنا شروع ہو گیا ہے، پھر بھی دل کی تمنّاؤں کو کیا کروں۔ اُمّید کے خلاف اُمّید کرتا چلا جاتا ہوں، کہ شاید کبھی ہمارے دن بھی پھریں، اور آپ کی نظرِ عنایت اِدھر بھی ہو۔

نجمہ کی برتھ ڈے والی تصویر کھنچوائی یا ابھی نہیں۔ بھئی جلدی سے کھنچوا کر مجھے بھیجو۔ وہ کیسی ہے؟ اور اب کیا کیا بولنے لگی ہے؟ تم کو کیا کہتی ہے؟

بہت پیار اور تمام تمنّائیں
تمہارا

بنّے

کنگ جارج ہسپتال۔ لکھنؤ

۸؍مارچ ۱۹۴۲ء

میرے دل کی رانی۔ کل شام کی یاد سے میرا دماغ، دل اور جسم ابھی تک مست و سرشار ہیں، تم میں کیا جادو ہے؟ یا یہ ہماری لافانی محبت کی آگ ہے جو یکبارگی پھر بھڑک اُٹھی ہے ——— کہ یہ زمین کا فرش، ۱۲؍دسمبر کے بسترِ عروسی سے بھی بڑھ گیا۔

یہاں سے تمہیں کیا تحفہ بھیجوں اپنی دلی اور روحانی شکر گذاری کی یادگار، سوا ان چند لفظوں کے! اور یہ کتنے ناکافی ہیں۔ اس لطافت اور لذّت کا اظہار کرنے کے لئے جو تم نے کل رات مجھے بخشی!!

آج تو چہلم ہے لہٰذا تم شاید ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے یہاں نہ جاسکو، کیونکہ اس کو بالکل فرصت نہ ہو گی۔ لیکن دوشنبہ کو علن بھیّا کے ساتھ جاکر اُس سے ضرور مِل لینا۔ پھر اگر اجازت

مل گئی تو مجھے اطلاع کروا دینا۔ اور اسی دن یا دوسرے دن تم یہاں کے ایک کالج میں English ہو سکتی ہو۔

میں تمہارے لئے ادبِ لطیف کا سالنامہ بھیج رہا ہوں اسے کسی کو دینا مت کیونکہ میں نے ابھی پورا نہیں پڑھا ہے۔ اب میں جلدی سے کوشش کر کے اس کتاب کے آخری حصّے کو ختم کر دینا چاہتا ہوں تاکہ تم اس کے چھپوانے کا بندوبست کر سکو۔ یہ کام بھی اب جلد ہی شروع ہو جائے تو اچھا ہے کیونکہ تم بھی اب یہاں موجود ہو اور ہر کسی سے مل کر معاملات طے کر سکتی ہو۔

بھئی تمہاری لڑکی تو بہت پیاری ہے، اور بہت تیز، ایسی ہی لڑکی اس عہد میں بچ سکتی ہے، اُسے پیار کرنا۔

بہت شوق اور ساری تمنّا

تمہارا

بنّے

ALLAMA IQBAL LIBRARY
23750

JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY
LIBRARY
No. 23750.
Date 17-12-58.
SRINAGAR

"حکم نافذ کیا جاتا ہے کہ سید سجاد ظہیر کو لکھنؤ سنٹرل جیل سے غیر مشروط طریقے پر فوراً رہا کیا جائے۔"

حکم نامہ حکومت ہندوستان

۱۴ر مارچ ۱۹۴۲ء